بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابی سلسلہ نمبر: 1

الانتقاد

شعبان ۱۴۳۱ھ / اگست ۲۰۱۰ء

مدیر

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

www.KitaboSunnat.com

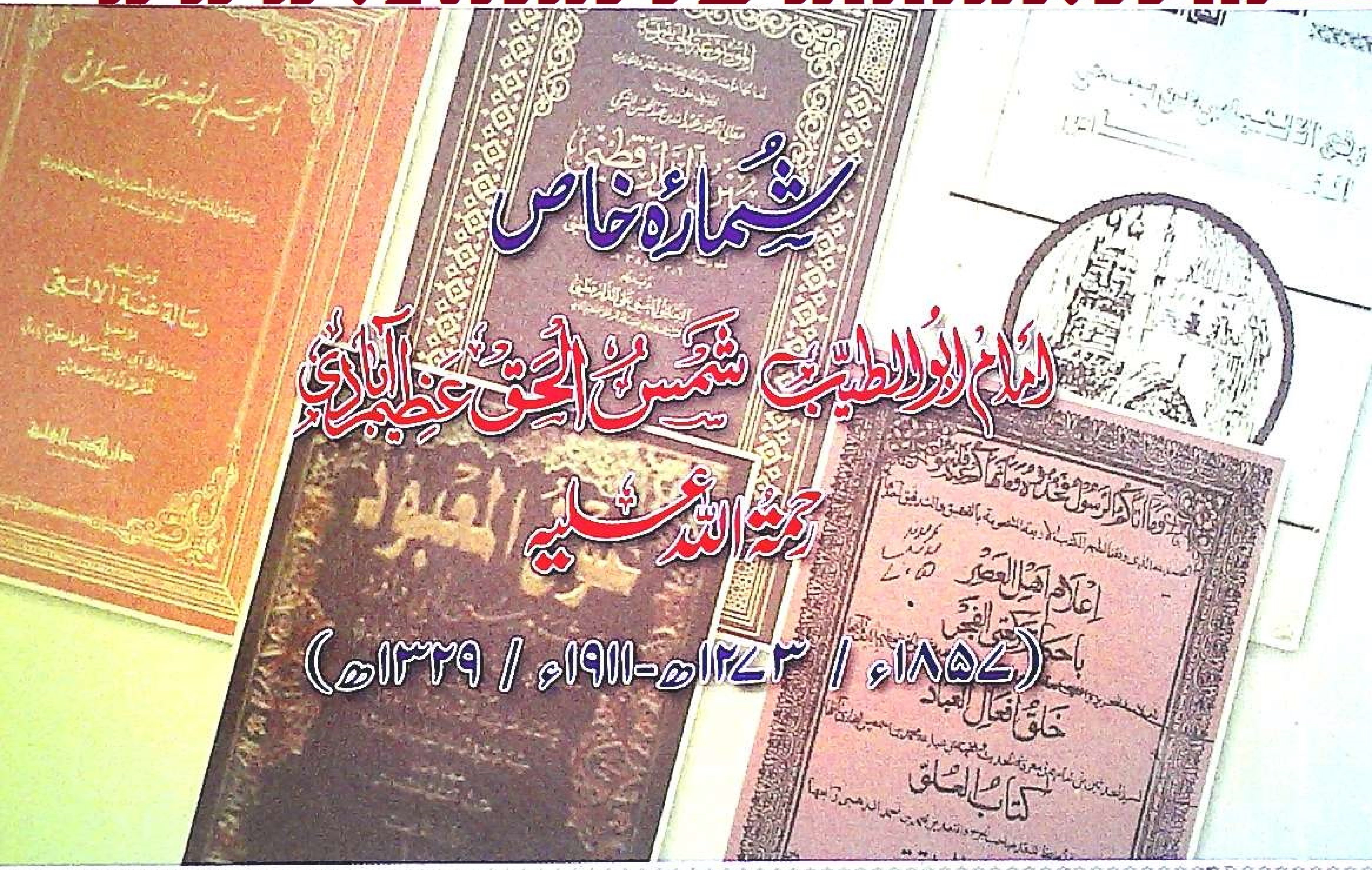

شمارۂ خاص

امام ابو الطیب شمس الحق عظیم آبادی

رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸۵۷ء / ۱۲۷۳ھ - ۱۹۱۱ء / ۱۳۲۹ھ)

مکتبہ دار الاحسن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابی سلسلہ نمبر: 1

الانتقاد

شعبان ۱۴۳۱ھ / اگست ۲۰۱۰ء

مدیر

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

اراکین مجلسِ ادارت

سید عاشق رسول امین

مولانا محمد یٰسین شاد

محمد ساجد صدیقی

محمد اسمٰعیل شیرازی

محمد ثاقب صدیقی

شمارۂ خاص

امام ابو الطیب شمس الحق عظیم آبادی

رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸۵۷ء / ۱۲۷۳ھ - ۱۹۱۱ء / ۱۳۲۹ھ)

(سرکولیشن منیجر)

محمد شفیق سعید

قیمت -/80

www.kitabosunnat.com

ناشر: مکتبہ دار الاحسن

64 نعمان سینٹر، گلشن اقبال، بلاک 5، کراچی برائے رابطہ: 0333-3738795

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئینہ مضامین

مجرعات 3

مقالاتِ خصوصی

شخصیات

☆مولانا شمس الحق مرحوم [علامہ ثناء اللہ امرتسری] 6

☆مولانا شمس الحق صاحب [علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی] 9

☆حضرت مولانا شمس الحق محدث عظیم آبادی [علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی] 13

☆محدث ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ [محمد احسن اللہ ڈیانوی عظیم آبادی] 16

☆محدث شہیر امام شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی [محمد تنزیل الصدیقی الحسینی] 23

جہاتِ علمیہ

☆عون المعبود کا مصنف کون ہے؟ [مولانا ضیاء الدین اصلاحی] 47

☆سنن ابی داود کی تین شروح [مولانا عزیز احمد مدنی] 52

ذوقِ کتب

☆مولانا شمس الحق محدث عظیم آبادی کا کتب خانہ [مولانا عبد السلام مبارکپوری] 77

☆کتب خانہ ڈیانواں (پٹنہ) [مولانا ابو سلمہ شفیع احمد بہاری] 79

☆علامہ شمس الحق محدث ڈیانوی کا ذوقِ کتب [مولانا محمد یاسین شاد] 87

خاندان

☆حضرت مولانا شمس الحق المحدث اور ان کا خاندان [سید قیام الدین نظامی] 91

منظومات

☆قصیدہ عربی [الشیخ ابو عبد الرحمان اسحاق نجدی / ترجمہ پروفیسر طیب شاہین لودھی] 98

الانتقاد

☆تصوف ایک تحقیقی مطالعہ 100

☆علامہ ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی 103

☆امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد 105

☆خواجہ حسن نظامی، خاکے اور خاکہ نگاری 107

☆تلامذۂ شاد 109

☆شرفا کی نگری جلد دوم 111

☆مسلمانوں کا فکری اغوا 114

☆گل افشانی افکار 114

☆فہارس الاسفار 115

☆کراچی کے عوامی کتب خانے 117

☆سفرنامہ پنجاب 118

مختصر مختصر

☆رسول اللہ ﷺ کا دسترخوان 119

☆امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے 119

☆چار اللہ کے ولی 120

☆ہم قلم 120

☆خبرنامہ 121

وفیات

☆مولانا محمد یحییٰ گوندلوی، علی ارشد چودھری 122

☆پروفیسر عبد الجبار شاکر 124

☆علامہ ڈاکٹر محمد سلیمان الاشقر، عبد العزیز خالد 125

25546

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جرعات

''الانتقاد'' کے عنوان سے کتابی سلسلے کے اجراء کے حسب ذیل دو مقاصد ہیں:

☆ تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ کی مایہ ناز ہستیوں کا بھرپور تعارف، ان کے کارناموں کا ممکنہ کوشش کی حد تک مکمل احاطہ اور مختلف دوائر میں پڑنے والے ان کے اثرات کا جائزہ۔

☆ جدید علمی تحقیقات پر منصفانہ نقد و تبصرہ۔

مشاہیرِ تاریخ کا شخصی مطالعہ

ہر فرد اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کی زندگی پر جنبشِ قلم کی زحمت گوارا کی جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تاریخ بڑے لوگوں کی سوانح عمری کا ہی نام ہے۔ تاریخ افراد سے بنتی ہے اور افراد ہی تاریخ بناتے ہیں۔ اسی لیے ایک مؤرخ کا قلم تاریخ کی امانت ہوتا ہے۔

آج ایک سوانح نگار کی حیثیت کسی قصیدہ گو شاعر کی سی ہوگئی ہے۔ مؤرخانہ فکر و تدبر سے عاری اور گہرے مطالعاتی شعور سے محروم اس کا قلم صرف اپنے ممدوح کی تعریف و توصیف کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ آج کتب سوانح کا مقصد مؤلف کے لیے یا تو صاحب سوانح کی مدح سرائی کا فریضہ انجام دینا ہوتا ہے یا تنقیص و تذلیل کے تلخ مرحلہ کو طے کرنا۔ جبکہ ہمیں نہ تو کسی شخصیت پر فضائل و محامد کا ایسا مجموعہ تیار کرنا چاہیے کہ جس سے اس کی ذات فکر و فہم سے ماوراء ہو کر دیومالائی لبادہ اوڑھ لے اور نہ ہی کسی کے ذاتی اور غیر ضروری عیوب و نقائص کا اس طرح اظہار کرنا چاہیے کہ اس کی شخصیت مجروح و مطعون ہو کر رہ جائے۔ بلکہ نہایت اعتدال و توازن کے ساتھ اس کی ذات سے وابستہ بصیرت افروز پہلوؤں کو قلمبند کرنا چاہیے۔ مؤرخانہ دیانت کے ساتھ جو کچھ صاف اور روشن ہے اس سے بھی آگاہ کر دینا چاہیے اور جو ظلمت و تیرگی ہے اس سے بھی باخبر۔

نقد و تبصرہ

آج نقد و تبصرہ کا مطلب صرف تعریف اور مدح ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی مصنف یا مؤلف کی تحریر پر معمولی سی تنقید بھی کر دی جائے تو یہ امر مصنف کے لیے کسی قیامتِ صغریٰ سے کم نہیں ہوتا۔ اسی طرح مبصرین بھی ناقدانہ نگاہ سے گویا محروم ہو چکے ہیں اور صرف تعریف کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ بیشتر مبصرین کتاب پڑھے بغیر ہی ''فریضۂ تنقید'' انجام دیتے ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ یہی وہ روش ہے جس کی وجہ سے صحت مند علمی ترقی کا تصور ہمارے یہاں ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ ''الانتقاد'' کا مقصد مصنفین کو ان کے موضوع سے متعلق اہم معلومات سے آگاہ کرنا اور ان کی غلطیوں پر تنبیہ کرنا ہے اور یہ سب کچھ بلا امتیاز ہے۔

انشاء اللہ العزیز ''الانتقاد'' کی روش اس پستی سے یقیناً بالاتر ہوگی کہ محض کسی سے ذاتی تعلق یا شخصی رنجش، تبصرہ و تنقید پر اثر انداز ہو۔

ہماری یہ پہلی کاوش کس درجہ کامیاب رہی، اس کا صحیح جائزہ تو اربابِ علم و تحقیق ہی پیش کر سکتے ہیں اور ''الانتقاد'' کے صفحات ان کے تنقیدی خیالات کو پیش کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیں گے۔ اصلاح خواہ کسی قسم کی ہو بشکریہ قبول کی جائے گی۔

☆......☆......☆......☆......☆

برسہا برس گردشِ لیل ونہار کی ساعتوں نے بالآخر امام ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کے مقامِ علمی کا تعین کر ہی دیا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں علمِ حدیث کی وہ غیر معمولی خدمت انجام دی جس کے بعد ان کا نام اور ان کا کام غیر فانی ہو گیا۔

عصر حاضر کے ایک جید اسکالر ڈاکٹر محمود احمد غازی کا بیان ہے کہ

> ''میاں نذیر حسین کے دوسرے شاگرد تھے علامہ شمس الحق عظیم آبادی، یہ اتنے بڑے محدث ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے زمانے میں ان سے بڑا محدث کوئی نہیں تھا، یا اگر تھے تو ایک دو ہی تھے تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا۔''

☆......☆......☆......☆......☆

عظیم آبادی کے حالات و واقعات اور ان کے علم وفضل پر خامہ فرسائی کا سلسلہ خود ان کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ بقول مولانا محمد زبیر ڈیانوی:

> '' علماء نے ان کی شان میں عربی و فارسی کے قصیدے لکھے جو ''ہدایۃ الطالبین الی مکاتیب الکاملین'' میں مذکور ہیں۔'' [یادگارِ گوہری: ۱۱۰]

افسوس آج یہ کتاب دستیاب نہیں اور نہ ہی اس کے مرتب سے آگاہی ہو سکی۔ دستیاب مآخذ میں قدیم ترین مآخذ مولانا زبیر ڈیانوی کی ''یادگارِ گوہری'' (مطبوعہ ۱۸۹۵ء) ہے۔ مولانا زبیر رشتے میں محدث موصوف کے ماموں زاد بھائی اور ان کے تلمیذِ رشید تھے۔

تقریباً تمام معاصر تذکرہ نگاروں نے اپنی کتبِ تذکرہ میں علامہ عظیم آبادی کا ذکرِ خیر کیا ہے۔ عبدالحیٔ حسنی کی ''نزہۃ الخواطر''، محمد ادریس نگرامی کی ''تذکرہ علمائے حال''، نظامی بدایونی کی ''قاموس المشاہیر'' وغیرہا میں ان کے حالات مرقوم ہیں۔ اسی طرح برصغیر سے باہر عالمِ اسلام میں جو کتب تذکرہ تحریر کیے گئے ہیں مثلاً خیر الدین الزرکلی کی ''الاعلام''، عمر رضا کحالہ کی ''معجم المؤلفین'' الجفام کی ''معجم الاعلام'' اور محمد خیر رمضان یوسف کی ''معجم المؤلفین المعاصرین'' میں ان کے حالات ملتے ہیں۔

اسی طرح ایک معاصر عالم ومحدث شیخ عبدالحیٔ الفاسی المراکشی کی مشہور کتاب "فہرس الفہارس الاثبات" میں بھی محدث عظیم آبادی کے مختصر حالات اور ان کی کتابوں بالخصوص "المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف" کا تذکرہ موجود ہے۔

عظیم آبادی پر مستقل تصنیف وتالیف کا آغاز قدرے تاخیر سے ہوا اور اس اوّلیت کا شرف ہمارے لائق احترام معاصر دوست مولانا محمد عزیر شمس (مقیم مکہ مکرمہ) کو حاصل ہوا۔ انہوں نے بزبان عربی "حیاۃ المحدث شمس الحق و اعمالہ" (مطبوعہ ۱۹۷۹ء بنارس) اور بزبان اردو ''مولانا شمس الحق عظیم آبادی - حیات و خدمات'' (مطبوعہ ۱۹۸۴ء کراچی) تالیف کی۔ اس کے علاوہ ایک گراں قدر خدمت یہ انجام دی کہ عظیم آبادی کے مختلف منتشر فتاویٰ کو یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کیا (کراچی ۱۹۸۹ء)۔

شیخ عزیر شمس کے بعد دوسرا نام ہمارے ایک معاصر عالم ومحقق مولانا ارشاد الحق اثری کا آتا ہے جنہوں نے ماہنامہ ''ترجمان الحدیث'' لاہور (۸۱-۱۹۸۰ء) میں دس اقساط پر مشتمل محدث ڈیانوی کے مفصل حالات تحریر فرمائے۔ بلاشبہ اگر یہ مقالہ کتابی صورت میں طباعت پذیر ہو جائے تو محدث ڈیانوی رحمہ اللہ کی بہترین سوانح قرار پائے گی۔

ان ہر دو اصحابِ تحقیق کے بعد ملک عبدالرشید عراقی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد اسحاق بھٹی اور عبدالرقیب حقانی کے نام آتے ہیں۔ اوّل الذکر نے اپنی متعدد کتابوں میں، ثانی الذکر نے اپنی کتاب ''دبستانِ حدیث'' میں اور آخر الذکر نے اپنی کتاب ''ارضِ بہار اور مسلمان'' میں محدث ڈیانوی کے حالات قدرے تفصیل سے لکھے ہیں۔ تاہم یہ تینوں ہی شیخ عزیر شمس کے خوشہ چیں ہی رہے۔ آخر الذکر کے لیے اگر کہا جائے کہ انہوں نے شیخ عزیر کی اردو سوانح کی نقل اپنی کتاب میں درج کر دی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

علامہ عظیم آبادی کی ایک اہم سوانح ان کے حفید سعید محمد احسن اللہ ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء) نے ''محدث ڈیانوی'' کے نام سے لکھی تھی، جو ان کی وفات کے کئی برس بعد ۲۰۰۹ء کو مکتبہ دارالاحسن کراچی سے محدود تعداد میں طبع ہوئی۔ اس میں محدث موصوف کے خاندانی حالات بالخصوص اہمیت رکھتے ہیں۔ اس کا غرضِ تالیف بھی اہلِ خاندان کو محدث موصوف سے روشناس کرانا تھا۔ ایجاز واختصار کے ساتھ مولف اپنی کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔

جامعات و یونی ورسٹیز کی سطح پر جو تحقیقی کام خاص عظیم آبادی پر ہوئے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

بنگلہ زبان میں ڈاکٹر عبدالسلام نے ڈاکٹر مجیب الرحمان کی زیرِ نگرانی علامہ عظیم آبادی پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر فرمایا۔ جس پر انہیں چٹاگانگ یونی ورسٹی (بنگلہ دیش) سے ڈاکٹریٹ کی سند ملی۔ اس کی تلخیص ۱۹۹۴ء میں ڈھاکہ سے طبع ہوئی۔

ڈاکٹر ہاجر محمد عثمان موسیٰ نے "منهج العلامة ابی الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادی فی كتابه عون المعبود شرح سنن أبی داود" کے عنوان سے ڈاکٹر الحمر یوسف نور الدائم کی زیرِ نگرانی پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر فرمایا۔ جس پر انہیں جامعۃ الخرطوم (سوڈان) سے ۲۰۰۵ء میں ڈاکٹریٹ کی سند ملی۔

ھویدا عبداللہ عبدالرحمٰن السید زغلول نے ڈاکٹر مصطفیٰ صاوی الجوینی کی زیرِ نگرانی "عون المعبود شرح سنن أبی داود - دراسة فی المنهج و المصادر" کے عنوان سے جامعۃ الاسکندریۃ (مصر) میں ماجستیر (ایم۔اے) کا مقالہ لکھا۔

امکانِ غالب ہے کہ اس کے سوا بھی یونی ورسٹیز کی سطح پر ایم۔اے یا پی ایچ ڈی کے مقالے تحریر کیے گئے ہوں گے تاہم وہ ہمارے دائرۂ علم میں نہ آ سکے۔

''الانتقاد'' کی یہ اشاعتِ خصوصی امید ہے کہ حلقۂ اہلِ علم میں بنظرِ استحسان ملاحظہ کی جائے گی۔ اس میں محدث عظیم آبادی کی زندگی کے ایسے کئی گوشے ہیں جو پہلی بار یکجا قرطاسِ ابیض پر منتقل کیے جا رہے ہیں۔ ان کی ذاتی زندگی کے مختلف گوشے، ان کی تصانیف کی تعداد، ان کے تلامذۂ کرام کے اسمائے گرامی........ قصہ مختصر کئی ایک ایسی معلومات ہیں جن کے ذکر سے گزشتہ کتب محروم رہی ہیں اور ''الانتقاد'' کے صفحات کو یہ شرف حاصل ہو رہا ہے اور اس شرف کے حصول کے لیے جہد وسعی کے جن مراحل سے گزرنا پڑا ہے اس کا صحیح اندازہ تو وہ اربابِ تحقیق ہی کی لگا سکتے ہیں جنہوں نے وادیٔ تحقیق کی سیر کی ہو۔ تاہم اس کسب وسعی کے نتیجے میں عظیم آبادی کے حالات و کارناموں کے احوال کا ایک دفتر جمع ہو گیا اور یہ جو کچھ ''الانتقاد'' کی اشاعتِ خاص کے نام پر پیش کیا جا رہا ہے وہ شاید اس کا ایک چوتھائی حصہ بھی نہ ہو۔ اس بخل کی وجہ وسائل کی کمی اور مسائلِ گوناگوں کا انبار ہے۔

مپرس تاچہ نوشت ست کلک قاصرِ ما
خطِ غبارِ من ست ایں غبارِ خاطرِ ما !

''یہ سوال نہ اٹھاؤ کہ ہمارے خامۂ فرومایہ نے کیا کچھ تحریر کیا ہے، بلکہ یہ تو محض ہمارے کیفیاتِ دل کا غبار تھا جس نے ان شکستہ لفظوں کی شکل اختیار کر لی ہے۔''

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

مولانا شمس الحق مرحوم

انا للہ (☆)

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید

ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

پروردگار کے حکم کے آگے چارہ نہیں بڑے بڑے انبیاء، اولیاء، اصدقاء کے لیے بھی یہی راہ ہے جو ہم گناہگاروں کے لیے مگر نقصان خصوصاً ناقابل تلافی نقصان پر صدمہ ہونا ایک فطری امر ہے۔ مولانا شمس الحق مرحوم کو جو لوگ جانتے ہیں ان کے لیے تو مرحوم کا نام ہی کافی ہے مگر جو لوگ مغفور کو نہیں جانتے ان کے لیے اتنا بتلانا کفایت کرتا ہے کہ مولانا اس قحط الرجال کے زمانہ میں ایک بے نظیر عالم تھے۔ تصنیف و تالیف مع تدریس آپ کا شغل تھا۔ باوجود ایک اچھے خاصے رئیس ہونے کے دینی خدمات میں شب و روز مشغول تھے۔ فن حدیث کا کتب خانہ اتنا تھا کہ ندوۃ العلماء نے جو بنارس میں پرانی کتابوں کی نمائش کی تھی تو مولانا کے کتب خانہ سے بہت سی کتابیں آئی تھیں۔ مطبع دائرہ المعارف حیدرآباد دکن بھی مرحوم کا ممنون و مرہون احسان تھا۔ فن حدیث کے جملہ شعبوں سے آپ کو شوق ہی نہ تھا بلکہ شغف تھا، آپ نے بہت سی کتب حدیث کی شرحیں عربی میں لکھیں غرض اچھے خاصے جامع محدث کی حیثیت سے تھے۔ موضع ڈیانواں ضلع پٹنہ کے رئیس تھے، اہل حدیث کانفرنس کے امین اور نعم الامین تھے۔ اخلاق کی یہ کیفیت تھی کہ کبھی آپ کی پیشانی پر بل نہیں آیا بلکہ حدیث شریف "تبسمک فی وجہ اخیک صدقۃ" پر پورے عامل۔

میں نے اس حدیث کے عامل علماء کو کم دیکھا ہے مرحوم نے ۱۲ ربیع الاوّل (۱۴ مارچ) کو ایک خط لکھا۔ جو مرحوم کی یادگار کی نیت سے درج کرتا ہوں غالباً اس خط کے بعد مولانا مرحوم نے اپنے قلم سے کوئی خط نہ لکھا ہوگا۔ کیونکہ ۱۲ ربیع الاوّل کا یہ خط ہے ۱۳ کو آپ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ خط مذکور یہ ہے:

از عاجز فقیر محمد شمس الحق عفی عنہ۔

بخدمت شریف جامع الفضائل محبی مکرمی مولوی ثناء اللہ صاحب دامت محبتکم۔

بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محبت نامہ کارڈ ڈیانواں آکر وصول پایا اور یوم دوم رجسٹری بھی دہلی چاندنی چوک کوٹھی حاجی علی جان مرحوم مولوی حافظ عبدالغفار صاحب کے پاس روانہ کردیا، اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم عرصہ سے علیل ہیں اور ضعف غالب ہوا جاتا ہے اور غذا بہت کم، اس لیے بنظر تبدیل آب و ہوا کے ڈیانواں سے مع سامان سفر کے روانہ ہوئے اور پہلے جبل راجگیر پر اقامت چاہتے تھے، پھر بعد یک ماہ کے سفر دہلی وغیرہ کرتے، اسی خیال سے اپنے طالب العلم سب کو بھی رخصت کردیا اور سب کام کو بند کرکے روانہ ہوئے۔ حاجی زکریا خاں صاحب کا اصرار تھا کہ ملک متوسط کی طرف روانہ ہوں، اور انہوں نے کوئی دقیقہ اصرار کا اٹھا نہیں رکھا، مگر چونکہ

(☆) علامہ شہیر ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے اپنے مؤقر جریدے ہفت روزہ ''اہل حدیث'' امرتسر میں محدث عظیم آبادی رحمہ اللہ کی وفات پر تعزیتی شذرہ تحریر فرمایا تھا۔ علمی یادگار اور اہمیت کے پیش نظر اسے ''الانتقاد'' کے صفحات پر محفوظ کیا جا رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیال جبل راجگیر کا تھا اس لیے ملک متوسط کی طرف نہیں گئے اور راجگیر کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر عرصہ ایک سال سے اطراف پٹنہ و بہار میں سخت طاعون ہے اور بہت لوگ نقصان ہوئے۔ بعد روانگی میرے معلوم ہوا کہ ڈیانواں میں بھی طاعون آگیا اور بہت زور ہے، مجبوراً نہایت حیرانی و پریشانی کی حالت میں واپس آئے اور واللہ علامت "یوم یفرّ المرء من اخیہ" کی پایا۔ ایسا چھوٹا قریہ اور یہ حالت، اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور امن عطا کرے۔ میرے سارے خدام بیمار اور بعض بعض بخوف دوسری دوسری جگہوں میں چلے گئے، عجیب حالت نازک ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔ میرے مختار و منشی اور جو لوگ کام دفتر کا کرنے والے ہیں سب کے سب چپکے روانہ ہو گئے۔ یہ قریہ گویا اس وقت خالی ہے۔ ہم اس وقت یہ خط لکھتے ہیں اور طبیعت بالکل حاضر نہیں ہے۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ کوٹھی حاجی علی جان مرحوم کو امین کانفرنس قرار دیا، اس سے کانفرنس کو انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ معتد بہا پہنچے گا، کیونکہ دیانت اور راست بازی میں یہ کوٹھی ضرب المثل ہے۔ کتاب حساب و کتاب کانفرنس اور تحویل اس کی ایک صندوق میں محفوظ ہے اور منشی جی میری کنجی لے کر کہیں ٹل گئے ہیں، جب انتشار کم ہو اور منشی جی واپس آویں تب ہم باقی تحویل اور کتاب کانفرنس جو صندوق کے اندر ہے دہلی روانہ کر دیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت جس قدر تحویل باہر دوسری جگہ رکھی تھی یعنی نو سو روپے، اس کو ہم نے بذریعہ نوٹ کے دہلی روانہ کر دیا آدھا اس کا روانہ ہوا ہے اور آدھا اس کے بعد آنے رسید کے روانہ ہوگا، آپ اطمینان رکھیں، یہ سب کیفیت ہم نے مکری مولوی عبدالغفار صاحب کو بھی لکھ دیا ہے۔ اللہ اللہ ہر دن دو تین موت ہوتی ہے۔ سارے لوگ جھونپڑی میں بدحواس ہیں۔ اشخاص چند اندر مکان کے بستے ہیں۔

یہ قریہ صغیرہ حکم میں قریہ کبیرہ کے ہے، چونکہ ساری اشیاء ما یحتاج ایسا ہر وقت ملتی ہیں مگر آج کل چونکہ سارے لوگ بھاگے ہوئے ہیں ایک پیسہ کی چٹنی بھی نہیں ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔ زیادہ والسلام مع الشوق

۱۲ ربیع الاول بروز سہ شنبہ۔ محمد شمس الحق عفی عنہ از ڈیانواں ضلع پٹنہ

اس کے بعد آپ کے صاحبزادے مولوی محمد ادریس صاحب سلمہٗ کا خط آیا کہ والد کی طبیعت ناساز ہے آپ بذریعہ کارڈ احباب کو دعا کے لیے اطلاع دیں، باوجود شدت غم کے میں نے فوراً دو تین گھنٹوں میں کارڈ چھپوا لکھا کر ۳ بجے کلکتہ میل پر روانہ کر دیے کہ جس طرح ہو مولانا کے اخص احباب کو اطلاع ہو شاید خدا کسی کی دعا قبول کر لے تو مولانا کو صحت ہو جائے۔ مگر آہ اس کو وغم کو میں کیا بیان کروں واللہ اس وقت یہ مضمون لکھتا ہوں مگر آنکھوں سے آنسو جاری ہیں دل بے تاب ہے، دم لے لے کر لکھ رہا ہوں، زبان پر جاری ہے۔ اللّٰھم اجرنا فی مصیبتنا و اخلفنا خیراً منه ۔ ۲۴ مارچ کے اہلِ حدیث میں دعا کے لیے اعلان لکھا۔ ۲۳ تاریخ کو جبکہ اخبار کی آخری کاپی نصف چھپ چکی تھی۔ مولوی ادریس صاحب کا خط آیا کہ مولانا ۱۹ ربیع الاول (۲۱ مارچ) کو ۶ بجے صبح انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اسی وقت بذریعہ خطوط قلمی دہلی، وزیر آباد، سیالکوٹ وغیرہ مقامات پر اطلاع دی تا کہ جمعہ کے روز مرحوم کا جنازہ پڑھا جائے ۔ ایک تار ماتمی مرحوم کے پسماندگان کو دیا۔ مضمون ہذا لکھنے کو بیٹھا کہ مولانا شاہ عین الحق صاحب کا آرہ سے خط آیا جس نے دل کو ایسا بے تاب کیا کہ خدا ہی کو معلوم ہے شاہ صاحب نے لکھا:

''انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج ہندوستان کا آفتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شمس الحق والملۃ والدین غروب ہو گیا۔ آہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا اب کیا زندگی کا کوئی مزہ ہے؟"

میں جانتا ہوں میرا یہ بیان مولانا مرحوم کے احباب کو رُلائے گا مگر میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جس طرح میں نے رو رو کر لکھا ہے میرے رونے میں وہ بھی تو شریک ہوں۔ آہ

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

آہ شمس الحق تو نے ہم کو کیسا نقصان پہونچایا، اے کاش تو اپنے جیسا اپنی آنکھوں سے کسی کو دیکھ کر ہم سے جدا ہوتا۔ آہ لوگوں کو نہیں معلوم کہ آج اہلِ اسلام کا عموماً اور اہلِ حدیث کا خصوصاً کیسا ناقابلِ تلافی نقصان ہوا۔ مگر ہاں خدا کا شکر ہے کہ اس وقت اس بے قراری کی حالت میں میرے دل میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ یاد آیا: **من کان یعبد محمداً فان محمد قد مات. ﴿ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل أفان مات او قتل انقلبتم علىٰ اعقابكم﴾** اس خطبہ سے دل کو قدرے تسکین ہوئی مزید تسکین اس سے ہوئی کہ الحمد للہ مولانا بے خلیفہ نہیں تھے بلکہ آپ کی اولاد میں بڑے صاحبزادے جناب مولوی حکیم محمد ادریس صاحب ماشاء اللہ جامع علوم ہیں خدا سے دعا ہے کہ حکیم صاحب کو مولانا کے نقشِ قدم پر چلنے کی خدا توفیق دے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے مولوی محمد ادریس صاحب اپنے والد ماجد کے بڑے تابعدار فرمانبردار رہے ہیں، آپ پٹنہ میں مطب کرتے ہیں مگر معمولی طبیبوں کی طرح نہیں بلکہ اپنے اشغال کے ساتھ امید ہے اب تو دینی اشغال کو اور بھی ترقی دیں گے۔

گزشتہ جمعہ کے پرچہ میں معمولی خبر کی صورت میں جنازہ کی درخواست تھی مگر آج ذرا مفصل التماس ہے کہ ناظرین مرحوم کے لیے جنازہ غائب پڑھیں جن کی تحقیق میں جنازہ غائب مسنون نہیں وہ دعا مغفرت سے حق ادا کریں۔"

حدیث وسنت کی اہمیت

"صدر اوّل کے تمام مسلمانوں کا یہ متفق علیہ مسئلہ رہا ہے کہ حدیث نبوی علیٰ صاحبها الصلوٰۃ والسلام ہر شعبۂ حیات میں شریعتِ اسلامی کا دوسرا اور آخری مرجع ہے۔ چاہے یہ شعبہ ان دیکھی اعتقادی چیزوں سے متعلق ہو یا عملی، سیاسی اور تربیتی احکام سے اور کسی بھی چیز میں قیاس، اجتہاد یا رائے سے اس کی مخالفت جائز نہیں۔ جیسا کہ امام شافعیؒ نے "الرسالة" کے آخر میں فرمایا ہے کہ "حدیث کی موجودگی میں قیاس جائز نہیں" اسی جیسی بات متاخرین اصولیین کے یہاں مشہور ہے کہ "جب حدیث آجائے تو غور و فکر باطل" اور "جہاں نص ہو وہاں اجتہاد کا کوئی کام نہیں" اس سلسلہ میں ان کی سند قرآن کریم اور سنتِ مطہرہ ہے۔"

"انسان کو سنت کا جس قدر علم ہوگا تو اسی کے مطابق اسے قرآن کو سمجھنے اور اس سے احکام کو مستنبط کرنے میں آسانی ہوگی، اور جس کو اس کا علم نہ ہوگا وہ اس فہم سے محروم رہے گا، اس سب کچھ کے باوجود اگر کوئی پھر بھی سنت کو قابلِ توجہ ہی نہ سمجھے تو اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟"

(محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتاب "حجیتِ حدیث" سے دو اقتباسات)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی

مولانا شمس الحق صاحبؒ

کنیت ونام ونسب

آپ کی کنیت ابوالطیب، نام محمد، لقب شمس الحق ہے۔

آپ کے والد ماجد کا نام شیخ امیر علی بن شیخ مقصود علی بن شیخ غلام حیدر بن شیخ ہدایت اللہ بن شیخ محمد زاہد بن شیخ نور محمد بن شیخ علاء الدین ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ جس کا شجرہ آپ کے صاحبزادے حکیم محمد ادریس صاحب کے پاس موجود ہے۔

ولادت وتربیت

آپ ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ کو عظیم آباد (پٹنہ) محلہ رمنہ میں پیدا ہوئے آپ چار بھائی تھے اور بہنیں پانچ تھیں۔ آپ جب پانچ سال کے ہوئے تو اپنی والدہ کے ہمراہ موضع ڈیانواں (جو اسی ضلع میں اسٹیشن فتوحہ سے کچھ فاصلہ پر ہے) تشریف لے گئے۔ آپ کے والد شیخ امیر علی صاحب آپ کے بچپن ہی میں یعنی ۱۲۸۴ھ میں انتقال کر گئے تھے۔ اس لیے اپنے بڑے ماموں مولوی محمد احسن صاحب کی زیر نگرانی آپ نے تربیت پائی۔ جو آپ کو مثل فرزند حقیقی کے سمجھتے اور آپ کی تعلیم اور ساری خواہشوں کے کفیل تھے۔ ۱۲۷۹ھ میں آپ کی بسم اللہ ہوئی۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب نگرنہسوی عظیم آبادی المتوفی ۱۲۸۲ھ (جو مولانا اسحاق دہلوی کے تلامذہ سے تھے انہوں) نے آپ کو سورہ ﴿ اقرأ باسمک ﴾ پڑھایا۔ پھر آپ وہیں ڈیانواں میں حافظ اصغر علی صاحب رامپوری مرحوم سے پڑھا کیے۔ جب آپ سورہ والضحیٰ پڑھتے تھے۔ تو نگرنہسہ تشریف لے گئے۔ مولوی ابراہیم صاحب مرحوم نے فرمایا کہ قرآن مجید کی کوئی سورت سناؤ آپ نے سورہ والضحیٰ پڑھ کر سنایا۔ مولانا نے اس کا ترجمہ اور مطلب سنانا شروع کیا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ اسی وقت سے اتباع سنت کا شوق آپ میں پیدا ہوگیا۔ بعد ختم قرآن کے کتب فارسیہ وطریقہ مسودہ وغیرہ مولوی راحت حسین صاحب مرحوم بھوی سے اور بعض مختصرات مولوی عبدالحکیم صاحب شیخ پوری سے پڑھیں بعدہٗ علم عربی آپ نے مولوی لطف العلی بہاری (منجملہ تلامذہ مفتی صدرالدین دہلوی، حضرت میاں صاحب دہلوی ومولوی فضل حق خیرآبادی) سے شروع کیا۔ گو ابتدائی رسالے صرف ونحو آپ نے اپنے ماموں مولوی نوراحمد صاحب سے پڑھے تھے۔ لیکن شرح ملا جامی، قطبی ومیبذی ونورالانوار واصول شاشی وشرح وقایہ وکنزالدقائق وجامع ترمذی وغیرہ مولوی لطف العلی صاحب سے پڑھیں۔ غرض ۱۲۹۱ھ تک آپ نے اپنے وطن بلکہ مسکن ہی میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کو شوقِ سفر پیدا ہوا۔

سفر برائے تحصیل علوم

۱۲۹۲ھ میں آپ لکھنؤ پہونچے اور امام المعقولین مولوی فضل اللہ بن مولوی نعمت اللہ صاحب لکھنوی سے کامل ایک سال تک کتب معقول پڑھیں۔ پھر ۲۶ محرم ۱۲۹۳ھ میں مرادآباد پہنچے اور قاضی بشیرالدین بن مولانا کریم الدین القنوجی کی خدمت میں حاضر ہوکر بقیہ کتب درسیہ کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔

معاودت وطن ونکاح

لیکن بضرورت شروع ماہ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ میں ڈیانواں (مکان) واپس تشریف لائے اور ۱۵ ربیع الاول کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کا عقد نکاح مولوی عبداللطیف صاحب صدیقی چھپروی کی صاحبزادی سے ہوا۔

سفر

پھر آپ ۲۰ جمادی الاولی کو مرادآباد تشریف لے گئے اور قاضی صاحب ممدوح سے کتب معقول و بلاغت معانی اور کچھ کتب منقول پڑھیں۔ من جملہ کتب منقول کے ترجمہ قرآن مجید اور کچھ حصہ مشکوٰۃ کا بھی پڑھا اور بہت سی تحقیقات متعلق فن حدیث وعلم توحید وعقائد سلف کے کیں جس کا چسکا آپ کو مولوی علیم الدین حسین صاحب نگرنہسوی (شاگرد مفتی صدرالدین مرحوم دہلوی وحضرت میاں صاحب دہلوی) کے وعظ ونصائح سے بوقت سن بلاغ پڑچکا تھا اور مولوی تلطف حسین صاحب مرحوم نگرنہسوی سے اس میں امداد کامل ملی تھی۔ آخر آپ اوائل محرم ۱۲۹۵ھ میں دہلی پہنچے اور حضرت میاں صاحب (مولانا سیدنذیرحسین صاحب مرحوم دہلوی) سے کامل ایک سال تک علم حدیث وتفسیر پڑھی اور آخر محرم ۱۲۹۶ھ میں سند لے کر مکان واپس آئے۔ پھر دوبارہ ۱۳۰۲ھ میں آپ دہلی تشریف لے گئے اور ۱۳۰۳ھ میں دوبارہ میاں صاحب مرحوم سے تکمیل کر کے سند ثانی لے کر واپس مکان تشریف لائے۔ الحاصل قریب تین سال کے آپ دہلی میں رہے اور تفسیر جلالین وصحاح ستہ وموطا امام مالک ودارمی ودارقطنی وشرح نخبہ سے اکثر کتب بکمال و تمام وبعض کے اطراف اول وآخر مواضع متفرقہ بکمال ضبط وا تقان پڑھا اور بے انتہا فتاوے تحریر کئے۔ ۱۳۰۴ھ میں شیخ حسین عرب (محدث یمنی) کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اطراف صحاح ستہ وغیرہ پڑھ کر ان سے بھی اجازت عامہ حاصل کی اس کے سوا مختلف زمانوں میں دس بارہ مرتبہ شیخ صاحب ممدوح کی زیارت سے مشرف ہو کر فوائد نامتناہیہ حاصل کیے۔

درس تدریس

بعد فراغت مکان پر جاگزیں ہوئے اور درس وتدریس و وعظ وتذکیر وافتاء وتصنیف میں مشغول ہوئے۔ آپ کے درس میں عرب وفارس کے طلباء بھی دیکھے گئے۔ بہت لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ فتاوے آپ نے بے شمار لکھے۔ سارا وقت آپ کا اسی کارخیر میں بسر ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحب مال کیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کے کتب خانہ میں نادرونایاب کتب جمع ہوگئیں۔ قلمی کتابوں کو بصرف زر کثیر حاصل کیا۔ پرانے رسم خط عربی غیرمنقوط کو آپ بلاتکلف پڑھتے۔ اکثر کتب پر مفید حاشیہ لکھے۔ قاضی شوکانی سے نیل الاوطار میں حوالہ اسماء رجال میں جو جو سہو ہوا۔ اس کو آپ نے گرفت کر کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ جامع ترمذی مطبوعہ ہند میں جو دوسرے صفحہ پر حدثنا محمد بن حمید بن اسماعیل بجائے محمد بن اسماعیل البخاری طبع ہوگیا ہے۔ اس فاش غلطی پر سوائے آپ کے اور کسی کو تنبہ نہیں ہوا۔ آپ کے کتب خانہ میں مَیں نے حسب ذیل نادرونایاب کتابیں دیکھیں:

(۱) مختار مختصر تاریخ بغداد (۲) معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (۳) مصنف ابن ابی شیبہ کامل (۴) صحیح ابن حبان (۵) مسند بزار ناقص (۶) صحیح ابوعوانہ جس پر امام ذہبی کے دستخط ثبت ہیں۔ (۷) مسند عبد بن حمید (۸) مسند حمیدی (۹) ابن عبدالبر۔

افسوس اور کتابوں کے نام اس وقت یاد نہیں آتے۔

غرض صوبہ بہار میں خدابخش خان مرحوم کے کتب خانہ کے بعد جو بانکی پور میں ہے آپ کا کتب خانہ قابل ذکر تھا۔ لیکن ذخیرہ حدیث وتفسیر واسماء رجال کے لحاظ سے آپ کے کتب خانہ کا نمبر اول ہے۔ آپ کو حدیث وعلماء اہل حدیث سے بیحد محبت تھی۔ طلباء پر بہت شفقت فرماتے۔ اشاعت حدیث وذرائع علم حدیث کی سعی میں ہردم ہرآن رہتے۔ تہذیب التہذیب و لسان المیزان وغیرہ آپ ہی کی سعی سے حیدرآباد میں طبع ہوئی تھیں۔ سنن دارقطنی کا ظہور آپ ہی کی ذات سے ہند میں ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور وہ بھی حل اور شرح کے ساتھ۔ غرض علم سنن کو آپ نے بہت شائع کیا۔ اپنے وطن میں نکاح بیوگان کو آپ نے جاری فرمایا۔ آپ صفات، صدق، حیا، سخا، ثقاہت، دیانت، امانت، عدالت کے جامع اور ملازم جمعہ و جماعت اور شب زندہ دار تھے۔ آپ کی بہت سی اور ضخیم تصنیفات ہیں۔

تصنیف و تالیف

ان میں سے جو طبع ہو چکی ہیں۔ ان کو ہم پہلے ذکر کرتے ہیں:

عربی:

(۱) غاية المقصود شرح سنن ابی داود: یہ ۳۲ جلدوں میں ہے۔ جس سے صرف ایک جلد طبع ہوئی ہے۔ اور باقی بھی ناتمام رہ گئیں۔ یہ عجیب و غریب شرح ہے۔

(۲) عون المعبود شرح ابی داود: یہ چار ضخیم جلدوں میں دہلی میں طبع ہو گئی ہے۔

(۳) التعليق المغنی علی سنن الدارقطنی: یہ دو جلدوں میں ہے اور دہلی میں چھپ چکی ہے۔

(۴) اعلام اهل العصر باحكام ركعتي الفجر

(۵) رفع الالتباس عن بعض الناس

فارسی:

(۶) الاقوال الصحیحہ فی احکام النسیکہ

(۷) القول المحقق فی اخصاء البہائم

(۸) عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابۃ للنسوان

اردو:

(۹) الکلام المبین فی الجہر بالتامین

(۱۰) التحقیقات العلی باثبات فریضۃ الجمعہ فی القری

(۱۱) رسالہ رد تعزیہ

اور جو کتب طبع نہیں ہوئیں یا اتمام کو نہیں پہونچیں، وہ حسب ذیل ہیں:

عربی:

(۱۲) النجم الوهاج شرح مقدمة الصحيح لمسلم بن الحجاج

(۱۳) فضل الباری شرح للاثيات البخاری

(۱۴) هدية اللوذعی بنكات الترمذی

(۱۵) النور اللامع فی اخبار صلوة الجمعه علی النبی الشافع

(۱۶) تحفة المتهجدين الابرار فی اخبار صلوٰة الوتر و قيام رمضان عن النبی المختار

(۱۷) المكتوب اللطيف

فارسی:

(۱۸) تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء

(۱۹) تفریح المتذکرین فی ذکر کتب المتاخرین

اردو:

(۲۰) تنقیح المسائل یعنی مجموعہ فتاوی مولانا ممدوح رحمہ اللہ۔

ان کے علاوہ مختلف حواشی و بعض مکاتیب جو حکم میں ایک مستقل رسالے کے ہیں۔ وہ کہاں تک لکھی جائیں۔

سفر حج

۱۰ رجب ۱۳۱۱ھ کو آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور بعد زیارت حرمین شریفین و اداء فریضۂ حج و حصول ملاقات اکابر علماء و صلحاء کے سالماً و غانماً بتاریخ ۱۰ محرم کو واپس تشریف لائے پھر دوسرے سال مع جملہ اہل و عیال کے حج کو تشریف لے گئے اور مع الخیر کامیابی سے واپس آئے۔

اولاد و احفاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات اولاد عطا کیں۔ تین لڑکے اور چار لڑکیاں۔ لڑکوں سے محمد شعیب تو ۵ ماہ کی عمر میں انتقال کر گیا تھا۔ جس کا آپ کو بہت قلق ہوا تھا۔ خود فرماتے تھے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَیں نے یومِ وفات محمد شعیب کے " اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی ھذہ واخلف لی خیرا منھا " بکرّات مرات پڑھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نعم البدل عطا فرمایا۔ یعنی حکیم مولوی محمد ادریس صاحب (جن کا حال ہم آگے بیان کریں گے) اور مولوی محمد ایوب صاحب (جن کو حضرت میاں صاحب نے اپنی گود میں لے کر بہت دعا دی تھی اور آخر کو سند بھی مرحمت فرمائی)۔ یہ دونوں صاحب اب تک زندہ اور مولانا کی گدی کی زینت بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی ہو۔

انتقالِ پُرملال

بتاریخ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ یوم سہ شنبہ بوقت ۶ بجے صبح ۵۶ سال کی عمر میں آپ نے بعارضہ طاعون اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی تاریخ وفات اس مصرع سے نکلتی ہے

راح شمس الحق حقا فی الربیع الاول

۲۹ ھ ۱۳

آہ، افسوس

ان عشت تفجع بالاخبة کلھم
و بقاء نفسک لا ابا لک افجع

(ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر: ۱۹۱۹ء)

اللّٰه وحدهٗ لا شريك لهٗ اور خدا

''ہم ساری زندگی اپنی فانی ذات کے لیے بہتر اور افضل چیز کی تلاش میں گزارتے ہیں حتیٰ کہ مرنے کے بعد بھی افضل ترین جنت (فردوس) کی تمنا/دعا کرتے ہیں مگر اسی فانی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے افضل نام اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان ناموں سے پکاریں جن کو ہم نے باطل مان کر ہی حق تعالیٰ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ جسمانی اور مالی نعمتوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہیں کہ اس ذات بے مثل کو کمتر اور غیر افضل نام خدا اور گوڈ God کے نام سے بھی پکارنا جائز ہے۔ کیا ہم نے اس طرح اللہ تعالیٰ کا حق پہچانا؟

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾

''اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، کچھ شک نہیں کہ اللہ زبردست (اور) غالب ہے۔'' [الحج: ۲۲/۷۴]''

(رشید اللہ یعقوب کی کتاب ''اللہ وحدہٗ لاشریک لہ اور خدا'' سے ایک اقتباس)

www.KitaboSunnat.com

علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

حضرت مولانا ابو الطیب
محمد شمس الحق صاحب محدث عظیم آبادیؒ
۱۲۷۳ھ ـــــــــــــــ ۱۳۲۹ھ

نام ونسب

محمد شمس الحق نام، ابو الطیب کنیت و الد ماجد کا اسم گرامی شیخ امیر علی۔ سلسلہ نسب: شیخ امیر علی بن شیخ مقصود علی بن مولانا فاضل شیخ غلام حیدر بن شیخ ہدایت اللہ بن شیخ محمد زاہد بن شیخ نور محمد بن شیخ علاء الدین تا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

بنا بریں آپ صدیقی شیخ تھے۔

ولادت

بتاریخ ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ عظیم آباد (پٹنہ، ہند) کے محلہ رمنہ میں ولادت باسعادت ہوئی۔ بچپن میں یعنی ۱۲۸۴ھ میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا بڑے ماموں مولوی محمد احسن کی زیر نگرانی تربیت پائی۔ وہی ہر طرح کے کفیل تھے۔ پانچ سال کی عمر تھی کہ والدہ ماجدہ اپنے بچوں کے ہمراہ اپنے میکہ یعنی ڈیانواں (ضلع پٹنہ ہی کے ایک قصبہ) میں آئیں۔ چنانچہ آپ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

تعلیم

۱۲۷۸ھ میں (جبکہ عمر چھ سال کی تھی) مقامی مکتب میں آپ کی بسم اللہ ہوئی اور مولانا محمد ابراہیم (ف ۱۲۸۳ھ) نے پہلی دفعہ آیت مبارکہ اقراء بسم ربک الذی خلق پڑھائی۔ پھر قرآن مجید ڈیانواں ہی میں حافظ اصغر علی مرحوم رامپوری سے ختم کیا۔ پھر اس وقت کے مروجہ نصاب کی ابتدائی فارسی درسیات مولوی سید راحت حسنین سے پڑھیں۔ اسی اثنا میں بعض ابتدائی درسیات نحو اور معقول کے ایک ماہر عالم مولوی عبد الحکیم صاحب شیخ پوروی سے بھی پڑھنے کی نوبت آئی۔ ۱۲۸۸ھ میں عمدۃ المعقول والمنقول، حاوی فروع و اصول مولانا لطف العلی البہاری (ف ۱۲۹۶ھ) سے شرح جامی، قطبی، میبذی، شرح وقایہ، اصول الشاشی، نور الانوار اور کنز الدقائق وغیرہ متوسطات کتب کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے علاوہ حدیث شریف میں سنن ترمذی بھی پڑھی۔ مولانا لطف العلیؒ کو مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی، مولانا فضل حق خیر آبادیؒ اور مولانا سید محمد نذیر حسینؒ سے تلمذ حاصل تھا۔ اسی درمیان اپنے ماموں مولانا نور احمد صاحب (۱) سے بھی پڑھتے رہے۔ ۱۲۹۱ھ تک تو اپنے مسکن ڈیانواں میں تعلیم جاری رکھی لیکن ۱۲۹۲ھ میں تحصیل علم کے لیے لکھنؤ چلے گئے اور تقریباً ایک سال تک مولوی فضل اللہ بن مولوی نعمت اللہ لکھنوی سے معقول کی مزید کتابیں پڑھاکیں۔ پھر ۲۶ محرم ۱۲۹۴ھ میں امام العلماء مولانا قاضی محمد بشیر الدین بن مولانا کریم الدین القنوجیؒ (۱۲۳۴ھ-۱۲۹۶ھ (۲)) سے اکتساب کے لیے مراد آباد چلے گئے۔ قاضی صاحب کے ہاں بقیہ کتب درسیہ معقول ومعانی کی تحصیل وتکمیل میں مشغول ہو گئے۔ بلکہ ترجمہ قرآن پاک اور قدرے مشکوۃ المصابیح بھی قاضی صاحب موصوفؒ سے پڑھی، ۱۲۹۵ھ میں دہلی آگئے یہاں حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث (۳) کی خدمت بابرکت میں پورا سال حاضر رہ کر علم تفسیر وحدیث کی تحصیل اور ان کی سند تکمیل حاصل کر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محرم ۱۲۹۶ھ میں اپنے مکان موضع ڈیانواں (ضلع پٹنہ) میں واپس آگئے اور شغل تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ ۱۳۰۲ھ و ۱۳۰۳ھ میں دوسری دفعہ پورے دو سال پھر حضرت میاں صاحبؒ (مولانا سید محمد نذیر حسینؒ) کی خدمت اقدس میں رہے۔ ان تین برسوں میں آپ نے حضرت میاں صاحب سے خوب خوب اکتساب علوم کیا۔ ترجمہ قرآن مجید، تفسیر جلالین، صحاح ستہ، مؤطا امام مالک، سنن دارمی، سنن دارقطنی اور شرح نخبہ وغیرہ کتب کمال ضبط و اتقان اور تحقیق و تدقیق سے پڑھیں۔ اکثر تمام وکمال اور بعض کے اطراف اول وآخر مواضع متفرقہ۔ اس اثنا میں بہت سے فتاویٰ بھی لکھے (فتاویٰ نذیریہ میں آپ کے بعض فتاویٰ غالباً اسی دور کے ہوں گے)۔ ان ہی سالوں میں (یعنی ۱۳۰۱ھ) میں شیخ العلماء قاضی حسین بن محسن الانصاری یمانی (۴) محدث ثم بھوپالی سے صحاح ستہ کے اطراف پڑھ کر اجازہ حاصل کیا۔

خدمات

۱۳۰۴ھ میں مستقل طور پر ڈیانواں میں قیام پذیر ہوگئے اور درس وتدریس، وعظ وتذکیر، افتاء وتصنیف میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا عرب وایران کے طلبا تک نے آپ سے استفادہ کیا۔ فتاویٰ بے شمار لکھے۔ سارا وقت تذکیر، تدریس اور تالیف میں بسر ہوتا تھا، معاشی طور پر اچھے صاحب حیثیت بھی تھے۔ کتب حدیث و رجال کے جمع کرنے سے بہت شغف تھا شاید اسی وجہ سے آپ کے کتب خانے میں اس موضوع پر بڑی نادر کتابیں موجود ہوگئیں تھیں، پرانے عربی رسم الخط بلا تکلف پڑھتے تھے۔ حدیث و علماء حدیث سے بے حد محبت تھی۔ طلبہ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اشاعت علوم حدیث کی سعی میں لگے رہتے۔ ۱۳۱۱ھ میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔

وفات

۱۳۲۹ھ میں چھپن برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

تصنیفات

۱-۲- سنن أبي داود کی دو شرحیں ایک مبسوط یعنی غاية المقصود جو صرف ایک بار شائع ہوکر رہ گئی دوسری اس کی تلخیص عون المعبود۔

۳- مقدمہ غاية المقصود. یہ گو بطور مقدمہ ہے مگر بلحاظ اپنے مشتملات اور معلومات نادرہ کے مستقل تالیف کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو بڑے سائز اور باریک خط کے اٹھارہ صفحات تک پھیلا ہوا ہے، پارہ اول غاية المقصود کے اول میں مطبوع ہے۔

۴- التعليق المغني على سنن الدارقطني. دو جلدوں میں اس مبارک سنن کی غیر مسبوق شرح دہلی سے بڑے سائز پر اسے غالباً حضرت مصنف نے شائع کرایا تھا، چار سال ہوئے ہیں کہ مدینہ منورہ سے پھر عمدہ طریقے سے طبع ہوگئی ہے۔

۵- إعلام أهل العصر بأحكام ركعتي الفجر. تحقیقات عالیہ اور محدثانہ طرز تالیف کا شاہکار۔ دہلی سے ایک مجموعہ کے ساتھ مولاناؒ نے غالباً خود ہی شائع کرائی تھی، اب نایاب ہے ضرورت ہے کہ اس کو الگ سے عمدہ ٹائپ پر طبع کرایا جائے۔

۶- غنية الألمعي. اس کتابچے میں تین مسئلوں کی مدلل تحقیق ہے (الف) کسی حدیث کے بارے میں 'لا يثبت' کہا جاتا ہے اور کہیں 'لا يصح' کہا جاتا ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ (ب) حدیث وضع الأيدي على الصدر کے متعلق حافظ ابن القیمؒ کے اس قول کی تحقیق (اعلام الموقعین) (ج) میت کی طرف سے قربانی اور اس کو وصول ثواب کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بحث۔ یہ رسالہ معجم صغیر طبرانی سے ساتھ ملحق ہو کر دہلی سے طبع ہو چکا ہے۔

۷-المکتوب اللطیف الیٰ المحدث الشریف. یہ ایک طرح کا ثبت ہے جس میں مسئلہ اجازت عامہ پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ کتابچہ بھی ایک مجموعے میں طبع ہو چکا ہے۔

یہ سب کتابیں اور کتابچے عربی میں ہیں اور مطبوع ہیں۔ عربی میں غیر مطبوع کتابوں چند تالیفات کا پتہ چلا ہے لیکن کیفیت معلوم نہ ہو سکی۔

۸- نهاية الرسوخ فی معجم الشيوخ۔

۹- هدية اللوذعی بنكات سنن الترمذی۔ معلوم نہیں کتنی لکھی اور کہیں موجود بھی ہے یا نہیں۔

۱۰- النجم الوهاج فی شرح مقدمه الصحيح مسلم بن الحجاج۔

۱۱- تعليق اسعاف المبطا برجال المؤطا۔ حافظ سیوطیؒ کے رسالہ متعلقہ رجال موطا پر حاشیہ۔

۱۲- فضل البارى شرح ثلاثيات البخارى۔

۱۳- النور اللامع فی اخبار الصلوة يوم الجمعة علی النبی الشافع (غیر مطبوعہ)۔

۱۴- تحفة المتهجدين الاخيار فی معيار صلوة الوتر و قيام رمضان عن النبی المختار (غیر مطبوعہ)۔

۱۵- تذكرة النبلاء فی تراجم العلماء (فارسی غیر مطبوعہ)۔

۱۶- تفريح المتذكرين فی ذكر كتب المتاخرين (فارسی غیر مطبوعہ)۔

۱۷- الاقوال الصحيحه فی احكام النسيكه (فارسی)۔

۱۸- عقود الجمان فی جواز [تعليم] الكتابة للنسوان (فارسی) موضوع نام سے ظاہر ہے۔ فاضلانہ تحقیق، سبل السلام طبع دہلی کے آخر میں مطبوع ہے۔

۱۹- القول المحقق فی تحقيق اخصاء البهائم (فارسی) مجموعہ اعلام اهل العصر کے ساتھ طبع ہوا ہے۔

۲۰-الکلام المبین فی الجہر بالتامین (اردو مطبوع)۔

۲۱-التحقیقات العلیٰ باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القریٰ (اردو مطبوع)۔

۲۲-رسالہ ردّ تعزیہ۔

۲۳-المطالب الرفیعہ فی مسائل النفیسہ۔

حواشی

(۱) صاحب ترجمہ نے اپنے ان ماموں صاحب کا ذکر حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں کیا ہے (مقدمہ غایۃ المقصود: ۱۳)

(۲) مولانا محمد بشیر الدین قنوجی کا تذکرہ صاحب ترجمہ نے مقدمہ غایۃ المقصود کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

(۳) یعنی حضرت میاں صاحب محدث دہلوی ف ۱۳۰۲ھ جن کا والہانہ تفصیلی تذکرہ صاحب ترجمہ نے مقدمہ غایۃ المقصود میں تحریر فرمایا۔

(۴) وفات ۱۳۲۷ھ آپ کا تذکرہ بھی مولانا نے مقدمہ غایۃ المقصود میں خوب لکھا ہے۔ اس خاکسار نے بھی محدث یمانی کا ترجمہ مناسب تفصیل کے ساتھ مقدمہ التعلیقات السلفیہ میں ذکر کر دیا ہے۔ شائقین مراجعت فرما سکتے ہیں۔

(ہفت روزہ ''الاعصام'' لاہور: ۱۱ دسمبر ۱۹۷۰ء)

عمل اور حساب کی دنیا

آج آپ عمل کی دنیا میں ہیں اور حساب کا وقت نہیں آیا کل حساب کی دنیا میں ہوں گے اور عمل کا کوئی موقع نہ ہوگا۔

اس موقعے کو غنیمت جانیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد احسن اللہ ڈیانوی عظیم آبادی رحمہ اللہ

محدث ڈیانوی رحمہ اللہ (☆)

پیش لفظ

حضرت مولانا شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی عظیم آبادی کی شخصیت ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ یہ رسالہ محدث ڈیانوی جس میں مولانا موصوف کے مختصر کوائف شامل ہیں اپنے چھوٹے صاحبزادے عزیزی محمد تنزیل سلمہ........ جسے بچپن ہی سے دین کی لگن، محدثین سے الفت اور حضرت محدث سے قلبی لگاؤ ہے .... کی پیہم فرمائش پر ترتیب دے رہا ہوں تاکہ حضرت محدث کے اخلاف اپنے آباء واجداد کو یاد کر سکیں اور ان کے متعلق واقف ہو سکیں۔ مولانا شمس الحق محدث عظیم آبادی کی دینی خدمات سے واقف ہونے کے لیے خصوصاً خاندان کے ہر فرد کو تگ ودو کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت محدث ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دینی خدمات سر انجام دینے توفیق عطا فرمائے (آمین)

از طرف

محمد احسن اللہ ڈیانوی عظیم آبادی

نومبر ۱۹۹۲ء، کراچی

مولانا شمس الحق محدث

آپ کا سلسلہ نسب دادھیال اور نانیہال دونوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ضلع پٹنہ کی ایک معروف بستی ''ڈیانواں'' آپ کا وطن ہے۔ آپ بچپن ہی سے اپنے نانیہال ڈیانواں میں رہے۔ اسی نسبت سے آپ ''محدث ڈیانوی'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

خاندان

شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی آپ کے خاندان کو مجمع افتادگان کہا کرتے تھے۔

مولانا شمس الحق کے نانا شیخ گوہر علی ڈیانواں کے ایک خوشحال اور متمول زمیندار تھے۔ ڈیانواں کے علاوہ پٹنہ کے محلہ ''رمنہ'' میں آپ کی طویل وعریض رقبہ میں زمین اور مکانات تھے۔ خاندان کے اکثر افراد زیادہ تر رمنہ میں رہتے تھے۔ اس زمانے میں رمنہ شہر کا ایک بارونق محلہ تھا۔ شیخ گوہر علی نہ صرف صاحب جائیداد تھے بلکہ عربی فارسی کی اچھی صلاحیت رکھتے تھے اور اچھی دینی تعلیم بھی تھی۔ آپ کو قلمی کتابوں کو جمع کرنے کا بے حد شوق تھا، چنانچہ آپ کے پاس قلمی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ آپ ذی علم لوگوں کے بڑے قدردان تھے۔ اکثر علماء آپ کے ہاں مستقل قیام رکھتے تھے۔ آپ کی سخاوت اور فیاضی بہت مشہور تھی اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا آپ کی عادت تھی۔ شیخ گوہر علی کی ولادت ڈیانواں میں ۱۲۱۳ھ میں ہوئی۔ تحصیل علم کے لیے آپ کے والد نے آپ کو بیتھو شریف (ضلع گیا) بھیجا تھا۔ تحصیلِ علم کے بعد آپ اپنے والد شیخ مہر علی کے ساتھ زمینداری کی دیکھ بھال میں لگ گئے۔ ۱۲۴۳ھ میں آپ کا نکاح نگرنہسہ کے ایک

(☆) ''محدث ڈیانوی'' کے عنوان سے ایک مختصر کتابچہ محدث موصوف رحمہ اللہ کے حفید سعید جناب محمد احسن اللہ ڈیانوی رحمہ اللہ (۱۹۲۱ء-۱۹۹۵ء) نے تالیف فرمایا تھا۔ جس کی نہایت مختصر تعداد میں طباعت ۲۰۰۸ء میں مکتبہ دارالاحسن کراچی سے ہوئی۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر یہاں اسے مکمل شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رئیس شیخ روشن علی صاحب کی صاحبزادی سے ہوا۔ ان سے ایک لڑکی اور آٹھ لڑکے پیدا ہوئے۔ شیخ گوہر علی کا انتقال ۱۹ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ کو ڈیانواں میں ہوا اور آپ وہیں مدفون ہوئے۔

مولانا شمس الحق محدث کے والد شیخ امیر علی بن شیخ مقصود علی ضلع پٹنہ کی ایک بستی ہرداس بگہہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۲۴۳ھ میں ہوئی آپ کا خاندان بہار کے بڑے معزز خاندانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ شیخ امیر علی کے دادا شیخ غلام حیدر بڑے جاہ وجلال والے تھے پٹنہ کے محلہ گزری میں ان کے کئی عالی شان مکانات تھے۔ شیخ امیر علی عالم تو نہ تھے لیکن عربی فارسی پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے اساتذہ میں مولوی عبدالحکیم، مولوی مسیح اللہ اور مولوی ابوالحسن کے نام آتے ہیں۔ آپ نے انہی اساتذہ سے شرح وقایہ، شرح جامی وغیرہ پڑھیں۔ آپ دینی علوم کی اچھی واقفیت رکھتے تھے۔ بڑے منکسر المزاج اور نیک طینت تھے۔ سخی روفیاض اور علماء و مشائخ کے قدردان تھے۔ آپ کا نکاح شیخ گوہر علی رئیس ڈیانواں کی صاحبزادی مسماۃ بی بی طوفن سے ۱۲۶۳ھ میں ہوا۔ شادی کے بعد آپ کا زیادہ تر قیام رمنہ میں رہا۔ اللہ تعالی نے آپ کو پانچ لڑکیاں اور چار لڑکے عطا کیے۔ آپ کی وفات ۱۲۸۴ھ رمنہ میں ہوئی اور آپ اپنے آبائی وطن ہرداس بگہہ میں مدفون ہیں۔

مولانا شمس الحق ڈیانوی کی والدہ محترمہ مسماۃ بی بی طوفن بنت شیخ گوہر علی صفر ۱۲۴۹ھ میں رمنہ (ضلع عظیم آباد) میں پیدا ہوئیں۔ شیخ گوہر علی خود علم کے قدردان تھے اس لیے انہوں نے اپنی صاحبزادی کو اس زمانہ کے رواج کے مطابق اچھی گھریلو تعلیم دلوائی۔ قرآن مجید، دینی مسائل اور اردو خط و کتابت کی تعلیم منشی بشارت کریم سے حاصل کی۔ آپ بڑی خوبیوں والی خاتون تھیں۔ صوم صلاۃ کی سخت پابند اور نوافل کا بھی خاص اہتمام رکھتی تھیں، نفلی روزے بھی پابندی سے رکھتی تھیں۔ ہمدردی اور فیاضی آپ کو ترکہ میں ملا تھا۔ گاؤں کی بیواؤں اور غریبوں کی مدد کرتیں تھیں اپنے صاحبزادے مولانا شمس الحق کے وعظ اور پندونصائح کا آپ پر بڑا اثر تھا۔ اتباع سنت کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ آپ کا نکاح ربیع الاول ۱۲۶۳ھ میں ہرداس بگہہ کے رئیس شیخ امیر علی بن مقصود علی سے ہوا۔ آپ والدین کی اکلوتی اور چہیتی بیٹی تھیں اس لیے مستقلاً ڈیانواں اور رمنہ میں رہتی تھیں۔ ۱۳۱۱ھ میں اپنے صاحبزادوں اور پوتوں اور چند رشتہ داروں کے ساتھ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئیں۔ آپ نے کافی عمر پائی آپ کا انتقال ڈیانواں میں ہوا تھا۔

مولانا شمس الحق محدث رحمہ اللہ

پیدائش

مولانا شمس الحق محدث عظیم آباد کے ایک معزز، علم دوست اور فیاض گھرانے میں ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ بمطابق جولائی ۱۸۵۷ء میں بمقام رمنہ پیدا ہوئے۔

تعلیم

۶ سال کی عمر میں مولانا شمس الحق کی رسم بسم اللہ اور اقراء، مولانا ابراہیم صاحب نگرنہسوی سے ہوئی دیگر ابتدائی کتب بھی آپ نے انہی سے پڑھیں۔ پھر ڈیانواں میں حافظ اصغر علی رامپوری نے تعلیم دی۔ بعد میں مولانا لطف العلی بہاری سے عربی ادب، شرح جامی، قطبی، اصول الشاشی، نورالانوار، جامع ترمذی وغیرہ پڑھیں۔ اسی دوران اپنے ماموں مولانا نوراحمد صاحب جو خود بھی عالم تھے، سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ جب آپ کے والد شیخ امیر علی کا انتقال ۱۲۸۴ھ میں ہوا تو اس وقت آپ کی عمر ۱۱ سال تھی۔ آپ کے بڑے ماموں جناب محمد احسن صاحب جو آپ کو بے حد عزیز رکھتے تھے، کے زیر سایہ پرورش اور تعلیم و تربیت ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفر حصول علم

حصولِ علم کے لیے پہلی بار ۱۲۹۲ھ میں بعمر ۱۹ سال لکھنو تشریف لے گئے جہاں مولانا فضل اللہ لکھنوی سے ایک سال تک معقولات کا درس لیا۔ ۱۲۹۳ھ میں مولانا بشیر الدین صاحب قنوجی کی درسگاہ میں داخل ہوئے اور ربیع الاول ۱۲۹۴ھ میں وطن واپس ہوئے۔ دوبارہ ۲ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ میں مرادآباد واپس جا کر حضرت قنوجی کے درس میں شامل ہوئے اور معقولات، بلاغت اور معانی وغیرہ پڑھیں۔

سفر دہلی

آپ نے دہلی کا پہلا سفر اوائل محرم ۱۲۹۵ھ میں امام العصر مولانا نذیر حسین دہلوی سے استفادہ کے لیے کیا۔ جن کا شہرہ دنیائے اسلام کے ہر گوشہ میں تھا۔ جہاں مغرب سے مشرق تک طالبان حدیث وسنت حاضر ہوتے تھے۔ جن کے بارے میں مولانا عبدالقدوس ہاشمی اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں کہ

> ''دنیا کا کوئی ایسا ملک نہیں جہاں مسلمانوں کی متعد بہ آبادی ہو اور مولانا کا کوئی شاگرد وہاں نہ ہو۔ اتنی عمومیت کو شائد مبالغہ سمجھا جائے گا لیکن یہ تو واقعہ ہے کہ مجھے چین کے شہر شنگھائی میں بھی ایک چینی عالم شیخ محمد خضر ملے جنہوں نے دہلی میں میاں نذیر حسین سے علم حدیث حاصل کیا تھا اور مراکش کے ایک بزرگ شیخ ابوالنصوح سے بھی یہ سنا ہے کہ وہ میاں صاحب کے شاگرد ہیں۔''
>
> [ماہنامہ ''فاران'' کراچی: اپریل ۱۹۶۴ء]

حضرت عظیم آبادی، میاں صاحب کے درس میں شریک ہوئے اور آخر محرم ۱۲۹۶ھ میں سند حدیث وتفسیر لے کر وطن واپس ہوئے۔ چھ سال بعد دوبارہ ۱۳۰۲ھ میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دوسری سند ۱۳۰۳ھ میں لے کر ڈیانواں واپس ہوئے۔

بھوپال

بھوپال میں شیخ حسین بن محسن یمانی کی درسگاہ طالبان حدیث اور تشنگانِ علم کے لیے کھلا تھا جہاں بلادِ اسلامیہ کے طلباء اور علماء فیض حاصل کرتے تھے۔ بقول سید ابوالحسن علی ندوی:

> ''حدیث کا فن گویا ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا تھا اور اس کے دفتر ان کے سینہ میں سما گئے تھے۔''
>
> [حیات عبدالحئی: ۸۰]

آپ کی سندِ حدیث بہت عالی سمجھی جاتی تھی۔ آپ سے بہت سے صاحب تدریس وتصنیف علماء نے سند حدیث لی ہے۔ انہی علماء میں حضرت محدث عظیم آبادی بھی ہیں۔ آپ دوسرے سفرِ دہلی کے بعد حضرت یمانی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سند حدیث لی۔ بعد میں کئی بار علامہ یمانی سے ملاقات اور خط وکتابت ہوتی رہی۔

مولانا شمس الحق ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جنہیں عہد کے دو عظیم ترین محدثین حضرت میاں صاحب اور حضرت یمانی سے مستفید ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ انہیں بزرگوں کا فیض تھا کہ آپ کی پوری زندگی اتباع سنت، ترویج فن حدیث، درس وتدریس، تالیف وتصنیف اور ردِ بدعات میں صرف ہوئی۔ حصولِ علم کے بعد آپ نے ڈیانواں میں مستقل قیام کیا اور درس وتدریس، تالیف وتصنیف اور پند ونصیحت میں ہمہ وقت مصروف ہو گئے۔

کتب خانہ

کتب خانہ بھی صاحب کتب خانہ کے ذوق علمی کو اجاگر کرتا ہے۔ ڈیانواں میں آپ کا ذاتی کتب خانہ آپ کے اعلیٰ علمی ذوق کا زندہ ثبوت تھا۔ اس کتب خانہ میں تمام قدیم محدثین، مفسرین، محققین اور فقہاء کی کتابیں دستیاب تھیں۔ آپ کا کتب خانہ مطبوعہ اور قلمی نسخوں کا ایک بے بہا ذخیرہ تھا۔ ۱۴ اپریل ۱۹۰۲ء میں بنارس ٹاؤن ہال میں ''ندوۃ العلماء''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے نادر کتابوں کی نمائش کی تھی جس میں اکثر کتب آپ ہی کے کتب خانہ سے آئی تھیں۔اس نادر کتب خانہ سے مراکش، حجاز ویمن کے اہل علم فیض یاب ہوتے تھے۔جن کی میزبانی کا شرف مولانا کو حاصل ہوتا تھا۔

فضل وکمال

آپ کے فہم حدیث اور وسعت نظری کا ثبوت آپ کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے۔فنِ حدیث پر اتنا گہرا مطالعہ تھا کہ حدیث کے اقسام کے دوران نقد وتمیز کی گہرائیوں تک فوراً پہنچ جاتے تھے۔رجال اور جرح وتعدیل کا وسیع مطالعہ تھا۔کثرت مطالعہ نے آپ میں مجتہدانہ انداز پیدا کردیا تھا۔تحقیق کا یہ عالم تھا کہ معمولی سی غلطی بھی آپ کی نگاہ سے مخفی نہ رہتی تھی۔مثلاً علامہ شوکانی کی ''نیل الاوطار'' میں اس کے رجال میں غلطیاں تھیں، آپ نے اپنے ذاتی نسخہ میں اس کی تصحیح کر دی تھی۔فہم حدیث اور وسعت نظری کی آپ کے تمام ہم عصروں نے تعریف کی ہے۔آپ کے اساتذہ بھی آپ کی علمیت کی بناء پر آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔حضرت میاں صاحب نے اپنے بہت سے خطوط میں ''جامع الحسنات والکمالات ، الفاضل النحریر، صاحب التقریر والتحریر'' وغیرہ الفاظ سے نوازا ہے۔آپ کی دوسرے استاد حضرت شیخ حسین بن محسن یمانی نے بھی ''شیخ الاسلام والمسلمین، امام المحققین'' وغیرہ القاب سے یاد کیا ہے۔

اخلاق حمیدہ

مولانا طبعاً شریف، خلیق، اتباع رسول اکرم ﷺ کے باعمل، مخلص، فیاض اور حددرجہ متواضع تھے۔دوستوں اور ذی علم اشخاص کا احترام کرتے تھے۔آپ کے تعلقات اور مراسم ہر مسلک کے ذی علم حضرات سے یکساں تھے۔آپ کے ایک معاصر سید عبدالحئی حسنی ندوی ''نزہۃ الخواطر'' جلد ۸ میں لکھتے ہیں:

''وہ بڑے حلیم متواضع، شریف، پاک دامن نیک اور عمدہ طور طریقوں کے مالک اور اہل علم سے محبت کرنے والے تھے۔''

صاف گوئی

صاف گوئی بھی آپ کی ایک اہم صفت تھی۔یہ آپ کی صاف گوئی اور روشن ذہن ہی تھا کہ آپ دوسرے مسلک کے صاحب علم حضرات کے کمالات کا کھلے دل سے اعتراف کرتے تھے اور اکثر اپنے مسلک کے علماء کی کوتاہیوں پر سخت تنقید کرتے تھے۔''رفع الالتباس عن بعض الناس'' میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے علم وفضل کی بڑی تعریف کی ہے اور چند باتوں میں اپنے استاد محترم میاں صاحب سے بھی اختلاف کیا ہے۔

دینی حمیت

اللہ تعالیٰ جہاں آپ کو علوم دینیہ اور حمیت دین سے نوازا، وہاں اس نے دولت سے بھی سرفراز کیا۔آپ نے اللہ کی ان دونوں نعمتوں کو پورے اخلاص سے اشاعت حدیث وسنت، ترویج دین حق اور ردِ بدعات میں صرف کیا۔اس سلسلہ میں دینی خدمات کرنے والوں کی اعانت بھی کرتے رہے۔بہت سی کتابیں چھپوا کر لوگوں میں مفت تقسیم کیں۔

دینی تحاریک میں حصہ

دینی تحاریک میں بھی بھرپور حصہ لیتے تھے۔جب ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس قائم ہوئی تو تاحیات اس کے رکن رہے، اپنی وفات تک اس کے خازن تھے۔تحریک ندوۃ العلماء کے پُرزور حامیوں میں سے تھے اور اس کی مالی اعانت ہمیشہ کرتے رہے۔

اسیر بالاشور مولانا عبدالرحیم صادق پوریؒ نے پٹنہ میں ''مدرسہ اصلاح المسلمین'' کی ۱۳۱۷ھ میں تاسیس کی تو آپ اس کے عرصہ تک ناظم رہے۔مولانا ابراہیم صاحب آروی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مدرسہ احمدیہ آرہ کے اہم رکن تھے اور جناب محدث عظیم آبادی "دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد (دکن)" کے بھی رکن تھے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" پر جب بعض علماء اہل حدیث نے اعتراض کیا اور ان پر کفر کا فتویٰ تک دے ڈالا تو آرہ میں اس مسئلے کے حل کے لیے تین علماء اہل حدیث پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ جس کے رکن مولانا عبداللہ صاحب غازی پوری، مولانا شاہ عین الحق صاحب پھلواروی اور مولانا شمس الحق صاحب تھے۔

سرحد کے مجاہدین بھی اکثر ان کے پاس ڈیانواں آیا کرتے تھے ممکن ہے کہ مولانا اعانت کرتے ہوں۔

سفر حج

سفر حج کے لیے ۱۰ رجب ۱۳۱۱ھ کو ڈیانواں سے روانہ ہوئے۔ چھ ماہ وہاں کے قیام میں آپ نے حج بیت اللہ ادا کیا اور وہاں مشائخ و علماء سے استفادہ اور اکثر سے سند لی۔ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ کو وطن واپس تشریف لائے۔

درس و تدریس

حضرت میاں صاحب سے ۱۲۹۶ھ میں رخصت ہو کر مستقلاً ڈیانواں میں مقیم ہو گئے اور درس و تدریس تالیف و تصنیف میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ آپ کے حلقہ درس میں ہندوستانی طلباء کے علاوہ دیگر بلاد اسلامیہ کے طلباء بھی شریک ہوتے تھے۔ آپ نے ان طلباء کے قیام و طعام کا اچھا خاصا انتظام کر رکھا تھا اور آپ ان طلباء کی کفالت بھی کرتے تھے۔ آپ کا حلقہ درس بھی کافی وسیع تھا۔

نکاح

پہلی دفعہ جب آپ مراد آباد سے وطن واپس آئے تو ۱۰ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو چھپرہ (سارن) کے ایک رئیس جناب شیخ عبداللطیف صاحب صدیقی کی دوسری صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔ ایک عرصہ بعد جب آپ کی زوجہ محترمہ کا انتقال ہوا تو شیخ عبداللطیف صاحب ہی کی ایک اور صاحبزادی سے نکاح ثانی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۳ لڑکے اور ۶ لڑکیاں عطا کیں۔

وفات

۱۹۱۰-۱۱ء میں بہار میں وبائی انداز میں مرض طاعون پھیلا پٹنہ بہت زیادہ زد میں آیا، ڈیانواں میں آپ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ بمطابق ۱۵ مارچ ۱۹۱۱ء کو اس مرض میں مبتلا ہوئے اور ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ بمطابق ۱۲ مارچ ۱۹۱۱ء بروز شنبہ (منگل) بوقت ۶ بجے صبح مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ ڈیانواں کے موروثی قبرستان میں مدفون ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۶ سال تھی اس طرح ۱۸۵۷ء میں طلوع ہونے والا حق کا یہ آفتاب ۱۹۱۱ء میں غروب ہو گیا۔ آپ کی وفات پر دنیائے اسلام کے بہت سے لوگوں نے تعزیت کے خطوط لکھے۔ مولانا ابوالقاسم سیف بناری نے تاریخ وفات پر یہ اشعار موزوں کیے۔

ہر طرف چھا گئی نکبت کی سیاہی کیسی
گر پڑا کوہ الم ہائے یہ کیسے یک دم
روتے روتے ہوئیں بے نور ہماری آنکھیں
صدمہ سے چور ہے ہر شخص کوئی زیادہ کوئی کم
علم دنیا سے اوٹھا ڈوب گیا سورج حق
کیوں نہ کہرام مچے کیوں نہ ہو گھر گھر ماتم
سر اعداء کو اوڑا کر ہوئے وہ آج شہید
اعنی شارح اباداود مفتی عالم
۲۹ ۱۳ھ

اساتذہ

(۱) مولانا محمد ابراہیم نگرنہسوی عظیم آبادی (۲) حافظ اصغر علی رامپوری (۳) شیخ راحت حسنین بھوی گیاوی (۴) شیخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالحکیم شیخ پوری (۵) مولانا لطف العلی راجگیری بہاری (۶) مولانا نور احمد ڈیانوی (۷) مولانا فضل اللہ لکھنوی (۸) قاضی بشیر الدین محدث قنوجی (۹) سید نذیر حسین محدث مونگیری بہاری ثم الدہلوی (۱۰) شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری خزرجی (۱۱) علامہ خیر الدین ابوالبرکات نعمان بن محمود آلوسی حنفی بغدادی (۱۲) علامہ احمد بن احمد بن علی مغربی تونسی ثم المکیؔ (۱۳) شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ نجدی حنبلی (۱۴) قاضی عبدالعزیز بن صالح بن مرشد حنبلی (۱۵) شیخ محمد فالح بن محمد بن عبداللہ ظاہری مہناوی مالکی (۱۶) شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ شافعی (۱۷) علامہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج محدث حنفی طائفی (۱۸) شیخ ابراہیم بن احمد بن سلیمان مغربی ثم المکی۔

www.kitabosunnat.com

تلامذہ

(۱) علامہ شرف الحق محمد اشرف ڈیانوی (۲) مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی دہلوی (۳) مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی (۴) مولانا ابو القاسم سیف بنارسی (۵) مولانا عبدالحمید سوہدروی (۶) مولانا فضل اللہ مدراسی (۷) شیخ عبدالحفیظ بن محمد طاہر فہری (۸) علامہ شیخ اسماعیل خطیب بن ابراہیم قاہری ازہری (۹) مولانا حکیم محمد ادریس ڈیانوی (۱۰) مولانا حافظ محمد ایوب ڈیانوی (۱۱) مولانا عبدالجبار ڈیانوی (۱۲) مولانا محمد زبیر ڈیانوی (۱۳) مولانا عین الدین ٹیابرجی کلکتاوی (۱۴) مولانا محمد موسیٰ ڈیانوی۔

خاص اصحاب

(۱) مولانا تلطف حسین محی الدین پوری عظیم آبادی (۲) مولانا علیم الدین حسین نگرنہسوی (۳) مولانا حافظ ابومحمد ابراہیم آروی (۴) مولانا عبدالجبار غزنوی (۵) مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (۶) مولانا عبدالرحیم صادق پوری (۷) مولانا شاہ عین الحق پھلواروی (۸) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (۹) مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی (۱۰) مولانا ثناء اللہ امرتسری (۱۱) مولانا محمد سعید محدث بنارسی (۱۲) مولانا رفیع الدین شکرانوی (۱۳) مولانا ابویحییٰ محمد شاہ جہانپوری (۱۴) مولانا عبدالغفار نشر مہدانوی (۱۵) مولانا ابومحمد عبداللہ چھپراوی (۱۶) مولانا عبدالسلام مبارکپوری (۱۷) مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (۱۸) مولانا محمد یعقوب صادق پوری (۱۹) مولانا علی احمد ڈیانوی (۲۰) مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی (۲۱) مولانا لطیف حسین عظیم آبادی (۲۲) مولانا عبدالباری نگرنہسوی (۲۳) شیخ اسحاق بن عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب نجدی (۲۴) مولانا شاہ سلیمان پھلواروی (۲۵) مولانا شاہ علی نعمت پھلواروی۔

مطبوعہ تصانیف

(۱) الاقوال الصحیحۃ فی احکام النسیکۃ (فارسی) مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۷ھ

(۲) فتویٰ ردّ تعزیہ داری (اردو) مطبع سعید المطابع بنارس ۱۲۹۸ھ

(۳) فتح المعین فی الرد علی البلاغ المبین فی اخفاء التامین (اردو)

(۴) ھدایۃ النجدین الی حکم المعانقۃ و المصافحۃ بعد العیدین (اردو) مطبع احسن المطابع پٹنہ

(۵) الکلام المبین فی الجہر بالتامین و الرد علی القول المتین (اردو) مطبع انصاری دہلی ۱۳۰۳ھ

(۶) غایۃ المقصود فی حل سنن أبي داود- جلد اول (عربی) مطبع انصاری دہلی ۱۳۰۵ھ

(۷) اعلام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر (عربی) مطبع انصاری دہلی ۱۳۰۵ھ

(۸) القول المحقق (فارسی) مطبع انصاری دہلی ۱۳۰۵ھ

(۹) التحقیقات العلی باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القریٰ (اردو)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطبع احمدی پٹنہ ۱۳۰۹ھ

(۱۰) التعلیق المغنی علی سنن دار قطنی - ۲ جلدوں میں (عربی) مطبع فاروقی دہلی ۱۳۰۹ھ

(۱۱) رفع الالتباس عن بعض الناس (عربی) مطبع فاروقی دہلی ۱۳۱۱ھ

(۱۲) عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابۃ للنسوان (فارسی) مطبع فاروقی دہلی ۱۳۱۱ھ

(۱۳) غنیۃ الالمعی (عربی) مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۱ھ

(۱۴) المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف (عربی) مطبع

انصاری دہلی ۱۳۱۴ھ

(۱۵) عون المعبود علی سنن ابی داود - ۴ جلدوں میں (عربی) مطبع انصاری دہلی ۲۳-۱۳۱۸ھ

(۱۶) تعلیقات علی اسعاف المبطا برجال الموطاء (عربی) مطبع انصاری دہلی ۱۳۲۰ھ

(۱۷) الوجازۃ فی الاجازۃ (عربی) علمی اکیڈمی کراچی ۱۴۰۸ھ

(۱۸) تنقیح المسائل (فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی) (فارسی/اردو) علمی اکیڈمی کراچی ۱۴۱۰ھ

سنت اور بدعت

بہت سے افعال بظاہر عبادات اور باعثِ اجر معلوم ہوتے ہیں۔ اچھے اور نیکی کا باعث لگتے ہیں۔ مگر چونکہ ان کی ہیئتِ مخصوصہ شارع علیہ السلام سے ثابت نہیں، اس لیے ان کا کرنا جائز نہیں۔ علامہ فقیہ برہان الدین مرغینانی ''ہدایہ'' میں لکھتے ہیں:

"یکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر، لانه علیه السلام لم یزد علیها مع حرصه علی الصلوٰۃ۔" انتهی

[طلوعِ فجر کے بعد فجر کی رکعت سے زائد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ نبی علیہ السلام سے باوجود شوقِ نماز کہ اس سے زائد پڑھنا ثابت نہیں۔]

ونیز لکھتے ہیں:

"لا یتنفل فی المصلی قبل العید، لانه علیه السلام لم یفعل مع حرصه علی الصلوٰۃ۔" انتهی

[عید سے قبل عیدگاہ میں نفل نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبی علیہ السلام سے باوجود شوقِ نماز کہ یہ فعل ثابت نہیں۔]

اور ''فتاویٰ عالمگیری'' میں مرقوم ہے:

"قرأۃ "الکفرون" الی الآخر مع الجمع مکروهة، لانها بدعة لم ینقل ذلك عن الصحابة و لا عن التابعین رضی الله تعالیٰ عنهم کذا فی المحیط" انتهی

[سورۃ ﴿الکفرون﴾ سے لے کر آخر قرآن تک ایک ہی رکعت میں پڑھنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ یہ بدعت ہے صحابہ اور نہ ہی تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے۔]

(بدعاتِ مروّجہ از امام شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ مرتبہ محمد تنزیل الصدیقی الحسینی سے ایک اقتباس)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

محدث شہیر

امام شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی

رحمة الله عليه

تیرہویں و چودہویں صدی ہجری کے اسلامی ہند میں تین ایسے باکمال جلیل القدر محدثین کرام پیدا ہوئے کہ جن کی خدمات حدیث کی وسعت وہمہ گیری کی وجہ سے ان کا نام اور ان کا کام غیر فانی ہوگیا۔

۱۔السید الامام نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) جنہوں نے ۶۰ برس دہلی کے سب سے بڑے مسندِ علمی پر فروکش ہوکر علوم نبوت کے انوار وتجلیات کو عام کیا۔تدریس کی جو ہمہ گیری ان کا مقدر بنی دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ متاخرین میں سے کوئی اس باب میں ان کا ہمسر نہیں۔

۲۔السید نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) جن کے دولتِ علم اور وفور شوق نے طرح طرح سے علم حدیث کے نشر وشیوع کی خدمت انجام دی۔

سید نذیر حسین علیہ الرحمہ تدریس کی ہمہ گیری کی وجہ سے تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ متوجہ نہ ہوسکے اور نواب صدیق حسن خاں ریاستی امور کی انجام دہی کی وجہ سے تدریس کی ذمہ داریاں نہ نبھاسکے۔

۳۔اسلامی ہند کے جس فرزند جلیل اور عالم نبیل نے بیک وقت تدریس، تصنیف، نشر واشاعت اور نوجوان علماء کی عملی تربیت کی طرف عنان توجہ مبذول فرمائی وہ محدث فاضل ابوالطیب شمس الحق رحمہ اللہ کی ذات گرامی ہے۔اسلامی ہند کی تین ازدہ سالہ تاریخ کی یہ اولین مثال ہے کہ کسی محدث نے بیک ان چار ذرائع پر عمل پیرا ہوکر علم حدیث کی نشرو اشاعت کی یہ ذمہ داری نبھائی۔

مولانا ابوالحسنات عبدالشکور حنفی ندوی نے ''ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں'' میں لکھا ہے اور بجا طور پر کہ

''مولانا شمس الحق محدث وہ مایہ ناز ہستی ہے کہ جس پر ہندوستان جس قدر چاہے فخر کرسکتا ہے۔'' [ص:۴۷]

محدث ابوالطیب شمس الحق عظیم آباد پٹنہ کے محلہ رمنہ میں ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ / ۱۹ جولائی ۱۸۵۷ء کو پیدا ہوئے۔ وہ خانوادۂ صدیقی کے دُرِّ درخشاں تھے۔مختصر سلسلہ نسب درج ذیل ہے:

''ابوالطیب محمد شمس الحق بن امیر علی بن مقصود علی بن غلام حیدر بن ہدایت اللہ بن محمد زاہد بن نور محمد بن علاء الدین۔''

محدث عظیم آبادی رحمہ اللہ اپنی کتابوں میں عموماً اپنے والد، دادا اور پردادا کے اسمائے گرامی بایں طور لکھا کرتے تھے:

" العبد الضعيف ابو الطيب محمد المشتهر بشمس الحق بن امير بن علي بن حيدر الصديقي العظيم آبادی ." [ملاحظہ ہو : غاية المقصود : ۲/۱، التعليق المغني : ۲/۱، اعلام أهل العصر : ۲]

غالباً شیعیت کی اشتباہ سے گریز کے لیے مرکب کی بجائے مفرد نام لکھنا پسند کرتے ہونگے۔

محدث عظیم آبادی کے پردادا مولانا غلام حیدر بارہویں وتیرہویں صدی ہجری کے جید عالم وفقیہ تھے۔انہوں نے عظیم آباد و بنارس کے علماء سے کسبِ علم کیا۔عظیم آباد میں اپنے دور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نہایت صاحب ثروت و ذی علم افراد میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ہرداس بگہہ، گذری و رمنہ میں ان کے عالیشان مکانات تھے۔ موضع مخدوم پور کا بھی بہت بڑا حصہ ان کی ملکیت تھا۔

محدث ڈیانوی کے والد گرامی شیخ امیر علی کا شمار بھی ذی وجاہت و صاحب ثروت رؤسائے عظیم آباد میں ہوتا تھا۔ ۱۲۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ فارسی کے اسباق اپنے بزرگوں سے پڑھے۔ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ میں ان کا نکاح ڈیانواں کے رئیسِ اعظم مولانا گوہر علی کی اکلوتی صاحبزادی سے ہوا۔ شادی کے بعد انہوں نے رمنہ میں شیخ عبدالحکیم شیخ پوری، مولانا مسیح اللہ عظیم آبادی اور مولانا ابوالحسن منطقی عظیم آبادی سے شرح جامی، شرح وقایہ اور دیگر عربی کتب پڑھیں۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں دینی مسائل پر اچھی سوجھ بوجھ حاصل ہوگئی تھی۔ وہ طبعاً نہایت شریف اور منکسر المزاج تھے۔ ۱۲۸۴ھ میں رمنہ میں وفات پائی اور ہرداس بگہہ میں مدفون ہوئے۔

محدث ڈیانوی کی والدہ محترمہ ماہِ صفر ۱۲۴۹ھ میں بمقام رمنہ پیدا ہوئیں۔ سنِ شعور کو پہنچیں تو منشی بشارت کریم نے انہیں صوم وصلوٰۃ اور بعض دینی مسائل کی تعلیم دی، قرآنِ کریم کی مختلف سورتیں اور ادعیہ ماثورہ یاد کروائیں۔ نہایت نیک سیرت اور پاکیزہ اطوار خاتون تھیں۔ خشیت الٰہی ان پر از حد غالب رہتی تھی۔ فرائض کی ادائیگی پر قناعت نہ کرتیں بلکہ کثرت سے نفلی نمازیں پڑھتیں اور نفلی روزے رکھتی تھیں۔ اعتکاف وقیام رمضان کا بھی خصوصی اہتمام فرمایا کرتی تھیں۔ روزانہ تین پارے تلاوت کا معمول تھا، رمضان المبارک میں دس پارے روزانہ پڑھنے کا معمول تھا۔ اتباع سنت کی گویا حریص تھیں۔ توحید کی حقیقت اور شاہراہِ سنت سے واقف ہوجانے کے بعد ہر طرح کے غیر شرعی امور سے کنارہ کرلیا تھا۔ خاندان اور اطراف کی خواتین کی اصلاح کے لیے بھی کوشاں رہتیں۔ انہیں غلط عقائد سے متنبہ کرتیں اور شرعی ممنوعات سے باز رہنے کی تلقین فرماتیں۔ ۱۳۱۲ھ میں اپنے افرادِ خاندان کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ انہوں نے طویل عمر پائی اور للّٰہیت وتقویٰ شعاری کی بہترین مثال قائم کی۔

محدث عظیم آبادی کے نانا بزرگوار مولانا گوہر علی صدیقی سخاوت وفیاضی میں مشہور انام تھے حتیٰ کہ شیخ الکل سید نذیر حسین ممدوح کو ''تاج الاسخیاء'' اور خانوادۂ مرجع افادہ کو ''مجمع افادگان'' کہا کرتے تھے۔ مولانا گوہر علی ۱۲۱۳ھ میں ڈیانواں میں پیدا ہوئے۔ تحصیلِ علم کے لیے بیتھو (ضلع گیا) اور بعض دیگر مقامات کا سفر کیا۔ فارسی میں مکمل دستگاہ حاصل کرنے کے بعد عظیم آباد پٹنہ میں مولانا مظہر علی عظیم آبادی، مولانا ابوالحسن منطقی سندھی ثم عظیم آبادی، مولانا جان علی عظیم آبادی اور مولانا ابراہیم حسین عظیم آبادی سے کتب درسیہ کی تکمیل کی۔ مولانا گوہر علی نے غربت سے امارت کا سفر کیا تھا، فارغ البال ہونے کے بعد بھی ان کی طبیعت میں غرور اور کسی قسم کی نخوت پیدا نہیں ہوئی یہی وجہ تھی کہ وہ غریبوں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھتے تھے۔ ان کا درِ دولت سخاوت وفیاضی کے لیے پورے بہار میں مشہور تھا۔ نہایت عالی کردار اور حلم وکرم میں اپنی مثال آپ تھے۔ علم اور علماء کے از حد قدر داں تھے یہی وجہ تھی کہ علماء کی ایک بڑی تعداد نے ان کے پاس مستقل بود و باش اختیار کرلی تھی، ان علماء کے پاس طلابِ علم کی ایک مخصوص تعداد ہمیشہ کسب علم کرتی رہی، عام طور پر باہر سے آئے طلباء کی تعداد سو تک جا پہنچتی تھی۔ یہ طلباء نہ صرف ان علماء سے اخذِ علم کرتے بلکہ مولانا گوہر علی کے فیضِ علم سے بھی مستفید ہوتے۔ اس طرح گویا ڈیانواں میں ایک مدرسہ قائم ہوگیا تھا جس کے تمام تر اخراجات کے کفیل مولانا گوہر علی تھے۔ ان کو نایاب کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا یہی وجہ تھی کہ ان کے کتب خانے میں قلمی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا۔ ۱۹ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ کو رحلت فرمائی اور ڈیانواں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدفون ہوئے۔

محدث ابوالطیب شمس الحق پانچ برس کی عمر میں نانا کی وفات کے بعد اپنے والدین کے ساتھ مستقل طور پر ڈیانواں ہی میں سکونت پذیر ہوگئے تھے، یہیں ان کی مکتب خوانی کا آغاز ہوا۔ رسم بسم اللہ سید احمد شہید رائے بریلوی رحمہ اللہ علیہ کے شرف بیعت سے مفتخر اور شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے حلقہ تلامذہ کے ایک اہم رکن مولانا محمد ابراہیم نگرنہسوی نے کرائی۔ ابھی کسب علم کی یہ منزلیں جاری ہی تھیں کہ والد گرامی نے ۱۲۸۴ھ میں داغ مفارقت دیا، اس وقت عمر عزیز نے صرف گیارہ بہاریں دیکھی تھیں۔

ابتدائی درسیات پڑھ لینے کے بعد ڈیانواں ہی میں مولانا لطف العلی بہاری سے کتب متوسطات پڑھیں، مولانا لطف العلی بہاری اپنے زمانے کے جید عالم دین اور مسلک و عقیدہ کے اعتبار سے سلفی المشرف تھے، اسی اثناء میں اپنے ماموں مولانا نور احمد ڈیانوی سے بھی استفادہ کرتے رہے، مولانا نور احمد بھی تفقہ فی الدین میں وسیع النظر عالم دین تھے اور شیخ الکل سید نذیر حسین کے فیض یافتہ۔

محرم ۱۲۹۲ھ میں اکتساب علم کے لیے لکھنؤ تشریف لے گئے جہاں مولانا فضل اللہ لکھنوی سے کتب معقولات کا درس لیا۔ ۲۶ محرم ۱۲۹۳ھ کو علامہ کبیر قاضی بشیر الدین قنوجی کی خدمت میں حاضر ہوئے یہاں ایک برس سے کچھ زیادہ قیام کرنے کے بعد ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو ڈیانواں واپس آئے اور پھر دوبارہ ۲۰ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ کو ممدوح کی خدمت میں مراد آباد پہنچے۔ قاضی صاحب کی خدمت میں رہ کر کتب درسیہ کی تکمیل کی اور کتب احادیث پڑھ کر سند و اجازہ حاصل کیا۔

محرم ۱۲۹۵ھ کو دہلی میں السید الامام میاں نذیر حسینؒ کی بارگاہِ علم وفضل پر دستک دی اور ایک برس تک کتب احادیث بضبط و اتقان پڑھیں اور سند حدیث لے کر واپس ہوئے۔

ڈیانواں واپس آنے کے بعد درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں ہمہ تن مشغول ہوئے مگر ۱۳۰۲ھ میں حضرت میاں نذیر حسین کے پاس دوبارہ دہلی تشریف لے گئے تقریباً ڈیڑھ سال تک حضرت شیخ الکل کی صحبت بابرکت سے مستفید ہونے کے بعد سید نذیر حسینؒ سے دوبارہ سند لے کر ۱۳۰۳ھ میں رخصت ہوئے۔ دہلی کے اس دوسرے سفر سے واپسی میں یمن کے رفیع المنزلت عالم دین عالی قدر محدث اور وسیع النظر فقیہ شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری سے بھی مستفید ہوئے اور کتب حدیث کی عام اجازت حاصل کی۔

اس بار ڈیانواں آکر محدث شمس الحق ترویج اقامت دین، فروغ عمل بالحدیث، اشاعتِ کتاب وسنت اور دفاع مسلک سلف کے لیے مستعد ہوگئے۔ تصنیف و تالیف اور تدریس و تذکیر کے ذریعے اپنی مساعی جمیلہ کا آغاز فرمایا اور اپنی بے لوث ومخلص کوششوں سے جلد ہی اس مقام پر پہنچ گئے کہ آپ کی ذات جہود نصرۃ الحق اور اشاعت علوم دین کے ضمن میں بے انتہا مقبول اور عزیز تر خیال کی جانے لگی۔

۱۳۱۱ھ میں فریضۂ حج کی ادائیگی سے مشرف ہوئے۔ حجاز مقدس میں زیارت حرمین شریفین کے علاوہ متعدد نوابغ عصر سے مستفید ہونے کا موقع ملا اور ایک کثیر تعداد نے محدث ڈیانویؒ کے خرمن علم سے خود کو منسلک کیا۔ جن علماء و مشائخ سے آپ کو سند حدیث کی عام اجازت مرحمت ہوئی ان میں حسب ذیل علمائے ذی اکرام شامل ہیں:

☆ مشہور زمانہ تفسیر ''روح المعانی'' کے مصنف شہیر امام شہاب الدین محمود آلوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ کے صاحبزادۂ گرامی مفتی عراق شیخ خیر الدین ابوالبرکات نعمان آلوسی حنفی بغدادی (م ۱۳۱۷ھ)

☆ علامۂ نجد شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ شرقی نجدی حنبلی (م ۱۳۲۹ھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ شیخ عبداللہ سراج حنفی طائفی ثم مکی کے فرزندِ ارجمند علامہ عبدالرحمان السراج (م ۱۳۱۵ھ)
☆ شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ شافعی مکی الخطیب والمدرس بالمسجد الحرام (م ۱۳۳۵ھ)
☆ شیخ احمد بن احمد بن علی المغربی التونسی ثم المکی (م ۱۳۱۴ھ)
☆ قاضی عبدالعزیز بن صالح مرشد الحنبلی (م ۱۳۲۴ھ)
☆ شیخ محمد فالح بن محمد بن عبد اللہ الظاہری المہناوی المالکی المدنی (م ۱۳۲۸ھ) صاحب ''حسن الوفاء لاخوان الصفا''
☆ شیخ ابراہیم بن احمد بن سلیمان المغربی ثم المکی

محدث ڈیانوی ایک جلیل القدر محدث تھے، ان کی زندگی کا روشن پہلو یہ ہے کہ وہ سنت کے عامل اور اتباعِ سنت کے داعی تھے، انہوں نے اپنی پوری زندگی خدمت حدیث و سنت کی نذر کردی۔ اپنے اوقاتِ خیر کے کثیر لمحات، مال و دولت کا کثیر حصہ اور اپنی ہمتوں وحوصلوں کو اسی راہ میں وقف کردیا تھا حتیٰ کہ انہی جہود ومساعی کے ساتھ یوم لقا آ گیا اور آپ نے لبیک اللّٰھمّ لبیک کہہ کر جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ امام ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی نے بیک وقت چار ذرائع سے علم حدیث کی خدمت انجام دی یعنی:

☆ بذریعہ درس وتدریس کہ جس کے ذریعے طلاب علوم دین کی ایک کثیر تعداد نے آپ سے استفادۂ علمی کیا۔
☆ معاصر علماء کی عملی تربیت اور ان کی صلاحیتوں کے لیے اظہار کے مواقع پیدا کیے تاکہ مسلک سلف محدثین کے احیاء کا کام جاری رہے۔
☆ نادر ونایاب کتابوں کی جمع واشاعت تاکہ جن کتابوں کا حصول مرحلۂ سخت ودشوار تھا وہ بآسانی میسر آسکے۔
☆ بذریعہ تصنیف وتالیف جو اخلاف کے لیے عظیم علمی خزینہ ثابت ہوسکے۔

اب دیکھنا ہے یہ کہ محدث شمس الحق ڈیانوی کی خدمات حدیث کا دائرہ کار (جو کہ خاصا وسیع ہے) کس قدر متحریک و فعال اور کامیاب وکامران رہا۔

محدث ڈیانوی نے تکمیل علوم دین سے فراغت کے بعد ڈیانواں میں اپنے دولت کدہ پر ہی قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند کیں۔ آپ کی خدمت تدریس کم وبیش تیس برس پر محیط ہے اس عرصے میں آپ کے سلسلۂ تدریس کو زبردست شہرت ملی، علمائے حجاز تک دبستانِ علم وفضل کے خوشہ چیں ہوئے، محدث شمس الحق عظیم آبادی کے چند مشہور تلامذۂ ذی اکرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱- علامہ ابوعبدالرحمان محمد اشرف ڈیانوی (م ۱۳۲۶ھ) برادرِ صغیر
۲- شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ محدث پرتاپ گڑھی ثم دہلوی (م ۱۳۶۲ھ)
۳- علامہ ابو القاسم سیف بنارسی مصنف ''حل مشکلات بخاری'' (م ۱۳۶۹ھ)
۴- قاضی شیخ صالح بن عثمان نجدی (م ۱۳۵۰ھ) امام مسجد نبوی ﷺ
۵- شیخ عبدالحفیظ بن محمد طاہر الفاسی الراکشی (م ۱۳۸۳ھ)
۶- مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی (م ۱۳۸۱ھ)
۷- شیخ الحدیث مولانا فضل اللہ مدراسی (م ۱۳۶۱ھ)
۸- علامہ سید اسماعیل خطیب حسنی ازہری
۹- شیخ صالح بن ابراہیم بن رشید الحمید (م ۱۳۷۰ھ)
۱۰- مولانا عبدالحمید سوہدروی (م ۱۳۳۰ھ)
۱۱- مولانا حکیم ابوعبداللہ محمد ادریس ڈیانوی (م ۱۳۸۱ھ) صاحبزادے
۱۲- مولانا حافظ محمد ایوب ڈیانوی (م ۱۳۴۵ھ) صاحبزادے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ مولانا عبدالجبار ڈیانوی (م ۱۳۱۹ھ)

۱۴۔ مولانا عین الدین ٹیا برجی

۱۵۔ مولانا محمد زبیر ڈیانوی (م ۱۳۲۹ھ)

۱۶۔ مولانا عبدالعزیز متوطن احمد پور شرقیہ

۱۷۔ مولانا نذیر احسن تیسم ہلسوی (م ۱۳۲۷ھ)

۱۸۔ مولوی محمد موسیٰ ڈیانوی

علامہ عبدالسلام مبارکپوری محدث شمس الحق کی وفات پر اپنے دل محزون کے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''دنیا سے مرنا سب کو ہے لیکن ایک موت وہ ہوتی ہے جو ایک جہاں کی موت خیال کی جاتی ہے اللہ جل شانہٗ کی ذات غنی ہے اس کو کسی کی بھی پروانہیں، نہ کسی کے جینے سے اس کا کچھ بنتا ہے اور نہ مرنے سے کچھ بگڑتا ہے وہ اپنے ملک میں جو چاہے کرے لہ ما اعطی و لہ ما اخذ و کل شیء عندہٗ بمقدار وہ ایسے ایسے کتنے شمس الحق پیدا کردے وھو بکل شیء قدیر لیکن ہماری بین نظر میں اس موت سے سردست ایک بڑے فیض کے بند ہونے کی صورت نظر آرہی ہے۔ علامہ ابو الطیب کی ذات بابرکات سے علاوہ ہندوستان کے ملک عرب میں عسیر، بغداد، عمان، نجد اور ملک مغرب میں فارس وغیرہ میں بھی فیضیاب ہو رہے تھے، ان ممالک سے طلبہ آتے اور علوم حدیث کا استفادہ کرتے ان ممالک بعیدہ کے طلبہ کی آپ سب سے زیادہ خاطر کرتے اور علاوہ خوراک وسبق کے ان کے لیے جیب خرچ اور لباس وکتابوں کا بھی سامان کرتے، ان کے ناز اٹھاتے، عرب کے لوگ بگڑے دل ہوتے ہیں مولانا کی علالت یا کسی اور ضروری کام کے اشتغال کی وجہ سے کبھی سبق ناغہ ہوتا تو یہ لوگ بگڑ کھڑے ہوتے۔ مولانا مرحوم ان کی دلجوئی کرتے مناتے۔'' [ہفت روزہ ''اہل حدیث'' امرتسر: ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء]

مسلک سلف محدثین کی تجدید و احیاء کے لیے امام ابو الطیب شمس الحق نے متعدد علماء کو تیار کیا، ان کی علمی و عملی تربیت کی، مالی اعانت مستقل فرماتے رہے، ان کی بعض تصانیف کو اپنے ذاتی خرچ سے طبع کروا کر للہ تقسیم کیا۔ حضرت مولانا عبدالسلام مبارک پوریؒ لکھتے ہیں:

''علماء اہلحدیث یا فارغ التحصیل طلبہ سے ملاقات کرتے اور ان کو تصنیف وتالیف کا شوق دلاتے، تحقیقات علمیہ کا پتہ بتاتے، کتابوں کا پتہ دیتے، کتابیں مہیا کردیتے، مشاہرہ دیتے جو شخص دو چار روز بھی صحبت پاتا، تصنیف و تالیف کے شوق میں ڈوب جاتا۔'' [حوالۂ مذکور]

جن علماء کی شاہراہ عمل میں محدث شمس الحق عظیم آبادی نے راہنمائی اور معاونت کی ان میں سے بعض کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

☆ مولانا محمد سعید محدث بنارسی کو تائید مسلکِ محدثین کے لیے تیار کیا۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی "اوثق العریٰ" کے جواب میں "کسر العری بأقامة الجمعة فی القریٰ" لکھوائی اور اپنے خرچ پر طبع کروائی۔ اس کے علاوہ مولانا بنارسی کے قائم کردہ ''مدرسہ سعیدیہ'' کی بھی ہرممکن مدد کی۔

☆ مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی سے مولانا ظہیر احسن شوق نیموی کے رسائل کی تردید میں مختلف رسائل لکھوائے جن میں "المذھب المختار فی الرد علیٰ جامع الآثار" خاصی مشہور ہوئی۔

☆ علامہ عبدالرحمان محدث مبارکپوری نے محدث ڈیانویؒ کے ایماء پر سات برس ڈیانواں میں قیام کیا۔ علامہ ظہیر احسن شوق نیموی نے جب "آثار السنن" لکھی، جس میں مذہب حنفی کی رعایت کرتے ہوئے مختلف کتب سے ہر نوع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی احادیث جمع فرمادیں، تو محدث ڈیانوی کے حکم پر اولاً علامہ مبارکپوریؒ نے بصورت اشتہار "اعلام اهل الزمن" لکھی اور پھر "ابكار المنن" کے نام سے اس کا مستقل جواب بھی حضرت ڈیانویؒ ہی کے ایماء پر لکھنا شروع کیا۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمان مبارکپوریؒ "اعلام اهل الزمن" میں لکھتے ہیں:

''جب میں نے اس کتاب [آثار السنن] کو دیکھا اسی وقت اس کے مفصل اور مبسوط جواب لکھنے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا لیکن فرصت کا منتظر تھا۔ اس اثنا میں جناب مولانا ابوالطیب شمس الحق صاحب محدث عظیم آبادی کی خدمت میں مختلف دیار و امصار سے متعدد خطوط اس کتاب کے جواب کے بارے میں آئے اور جناب ممدوح نے اس خاکسار کو اس کے جواب لکھنے کی نسبت ارشاد فرمایا۔ اس لیے اس کا جواب شروع ہی کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ اگرچہ بوجہ دیگر مشاغل علمیہ کے فرصت بہت کم ہی رہتی ہے۔ پس بذریعہ اس اشتہار کے عام اطلاع دی جاتی ہے کہ آثار السنن کا جواب نہایت تحقیق وبسط کے ساتھ متوکلا علی اللہ شروع کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ جلد اختتام کو پہونچا کر شائع کرائے۔ آمین۔'' [اعلام اهل الزمن: ۱۳]

جب علامہ شوق نیموی نے دیہات میں جمعہ کے عدم جواز پر "جامع الآثار" لکھی تو حسب ارشاد حضرت محدث ڈیانویؒ مولانا مبارکپوریؒ نے اس کا جواب "نور الابصار" کے عنوان سے تحریر فرمایا۔ "نور الابصار" کے ساتھ مولانا مولا بخش بڑاکری بہاری کی "التجميع فى القرى بنقض ما فى اوثق العرى" اور مولانا محمد سعید بنارسی کی ایک تحریر درباب تقلید مولانا رشید احمد گنگوہی کے جواب میں بھی مطبوع ہے۔

اور "نور الابصار" پر مولانا نیمویؒ کے محاکمے کا جواب بھی علامہ مبارکپوریؒ نے حضرت محدث ڈیانویؒ ہی کے دولت کدے پر لکھا۔ ''فتاویٰ نذیریہ'' کی ترتیب وتدوین بھی محدث شمس الحق ڈیانوی کی خواہش پر انجام دی اور "عون المعبود" کی تصنیف میں بھی محدث ڈیانویؒ نے ان کی استعداد کے مطابق کام لیا۔

☆ علامہ عبدالسلام مبارکپوریؒ کا شمار محدث شمس الحق ڈیانویؒ کے اخص احباب میں ہوتا ہے۔ محدث ڈیانوی نے ان کی ہر طرح سے مالی، علمی، عملی اور اخلاقی اعانت کی۔ علامہ عبدالسلام مبارکپوری رقمطراز ہیں:

''اس کمترین نے سیرۃ البخاری انہی کے شوق دلانے سے لکھی۔ مولانا مرحوم نے سو نسخہ خریدنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ جس روز طبع ہو کر مکمل ہوئی۔ مولانا مرحوم طاعون میں مبتلا تھے۔'' [ہفت روزہ ''اہل حدیث'' (امرتسر) : ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء]

اور ''سیرۃ البخاری'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''ایک مدت سے میرے دماغ میں امام المحدثین کی سوانح عمری لکھنے کا خیال چکر لگا رہا تھا۔ لیکن بے بضاعتی اور مواد کی قلت کسی طرح اس طرف قدم بڑھانے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ ایک بار جناب مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب عظیم آبادی سے اس کا تذکرہ ہوا۔ علامہ موصوف نے ہمت دلا کر کتابوں کا پشتارہ لگا دیا اور مواد کے فراہم کرنے کے لیے دور دراز ملکوں میں خطوط بھیجے نسخ مطبوعہ اور قلمیہ برابر میرے پاس بھیجتے رہے۔'' [سیرۃ البخاری: ۳۴]

☆ مولانا فضل حسین مظفرپوری نے جب شیخ الکل سید میاں نذیر حسینؒ کی سوانح عمری لکھنے کا ارادہ کیا تو ان کے سب سے بڑے معاون محدث شمس الحق ہی تھے، جس کا ذکر خود مولانا مظفرپوری نے بایں الفاظ کیا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''میری کافی مدد اس خصوص میں مولانا مولوی ابو الطیب محمد شمس الحق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ رئیس موضع ڈیانواں ضلع پٹنہ مولف "غاية المقصود شرح سنن أبي داؤد" نے کی کہ اپنا اتالیس برس کا جمع کیا ہوا سرمایہ میرے پاس نہایت ہی خوشی سے بھیج دیا اور میری ہمت بڑھانے میں اس طرح کوشش بلیغ کی کہ ہندوستان کے مختلف حصص میں خط لکھا اور بہتیرے اخباروں میں اشتہار دیا کہ ''مولانا سید محمد نذیر حسین علیہ الرحمۃ محدث دہلوی کے سوانح لکھے جاتے ہیں جن حضرات کے پاس جو کچھ مواد اس کے متعلق کتابتاً یا روایتاً موجود ہو بذریعہ تحریر کے میرے پاس بھیج دیں۔'' نتیجہ اس کوشش کا یہ ہوا کہ مختلف حصص ملک سے دونوں قسم کے مواد (مکتوبہ ومرویہ) ان کے پاس لگاتار پہنچتے رہے اور وہ میرے پاس وقتاً فوقتاً بھیجتے اور حوصلہ بڑھاتے رہے۔ ممدوح کو اس سوانح عمری کے ساتھ ایک خاص دلچسپی ہے اور ان کی کوشش کی بدولت اس وقت میرے پاس میٹریل کا معتدبہ ذخیرہ موجود ہے۔'' [الحیاۃ بعد المماۃ: ۵-۶]

☆ مولانا عبد العزیز صمدن فرخ آبادی نے جب ''مکاتیب نذیریہ'' کی ترتیب وتدوین کا آغاز کیا تو اس کے سب سے پہلے معاون بھی حضرت ڈیانویؒ ہی تھے۔ چنانچہ مولانا فرخ آبادی رقمطراز ہیں:

''تدوین عالی صحائف اعلیٰ حضرت امیر المومنین فی الحدیث والتفسیر امام عصر مجدد مائۃ رابع عشر رضی اللہ عنہ (دہلوی) کا نہایت ہی محال تھا کیونکہ معلّی بالقابہ کے در دولت پر کوئی دفتر ان مناشیر فیض مظہر کا مرتب نہیں کیا جاتا تھا اور نہ کوئی خلاصہ کسی کتاب میں لکھنے کا دستور تھا لہٰذا اقطارِ عالم سے فراہمی مکاتیب کے لیے التجا کی گئی میرے مکرم مولانا سید احمد حسین صاحب مدیر شحنہ ہند میرٹھ نے میری درخواست نہایت شدومد سے بفرطِ اتحاد شائع وذائع فرمائی تو سب سے پہلے میرے مکرم دوست افضل المحدثین مجتہد مطلق مولانا محمد شمس الحق صاحب ڈیانوی (عظیم آبادی) نے میری ہمت کو بڑھا کے اپنے احباب وشناسا سے خطوط مانگے اور میرے پاس بھیجنے لگے۔''

[مکاتیب نذیریہ: ۳]

بلکہ مولانا ابو القاسم سیف بنارسی کی تحریر سے تو مترشح ہوتا ہے کہ ''مکاتیب نذیریہ'' کے جمع وترتیب کی طرف سب سے پہلی توجہ حضرت محدث ڈیانوی ہی کی مبذول ہوئی تھی۔ چنانچہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر میں ''مکاتیب نذیریہ'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''عرصہ ہوا کہ حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی کے روحانی فرزندوں کو خیال پیدا ہوا تھا کہ حضرت ممدوح کے مکتوبات بھی جمع کیے جائیں۔ جس کا ذمہ حضرت مولانا شمس الحق صاحب مرحوم عظیم آبادی نے اپنے سر لیا تھا اور میاں صاحب کے تمام شاگردوں سے ان کے خطوط منگائے تھے، بایں شرط کہ بعدِ تکمیل کتاب خطوط واپس کردیے جائیں گے۔ جس کو دس گیارہ سال کا عرصہ گزرا۔ محدث عظیم آبادی بھی اس عرصہ میں انتقال کرگئے۔ پھر معلوم نہ ہوا کہ ان خطوط کی ترتیب و تالیف کا کس صاحب نے ذمہ لیا۔ اگر یہ اہم کام تکمیل کو پہنچ گیا تو فبہا اس صورت میں سب کے خطوط واپس ملنے چاہئیں اور اگر ملتوی کردیا گیا ہے تو بھی شائقین میاں صاحب کے خطوط کو اپنی نظروں سے جدا کرنا نہیں چاہتے لہٰذا بہتر ہوگا کہ ان کے خطوط واپس کردیے جائیں۔ میں نے بھی حضرت میاں صاحب کے وہ خطوط جو بنام والد مرحوم تھے۔ ارسال کیے تھے۔ مجھے بھی وہ خطوط واپس کردیے جائیں امید ہے کہ مولوی ابوالحسن صاحب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دہلوی [میاں صاحبؒ کے پوتے] اس کا تشفی بخش جواب دیں گے۔'' [۱۳/اکتوبر ۱۹۱۹ء]

''مکاتیب نذیریہ'' کی طرح ''فتاویٰ نذیریہ'' کی تدوین واشاعت کے محرکِ اول بھی محدث ڈیانوی ہی تھے۔ اس کی طباعت بھی موصوف کی ہی رہینِ منت ہے۔ علامہ عبدالسلام مبارک پوری لکھتے ہیں:

''حضرت میاں صاحب مرحوم کا مجموعہ فتاویٰ انہیں کے اہتمام سے جناب مولانا عبدالرحمان صاحب مبارک پوری درست کررہے ہیں، جو ۱۰۰ جزو تک کلاں ورق پر پہنچ چکا ہے۔'' [''اہل حدیث'' امرتسر: ۲۸/اپریل ۱۹۱۱ء]

☆ اپنے تلمیذ خاص علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی کو مولوی عمر کریم پٹنوی کے خرافات کی تردید کا حکم دیا، اس ضمن میں شائع ہونے والی کتب کے مصارف بیشتر حصہ خود ادا کیا۔ بعض کتابوں پر بغرضِ حوصلہ افزائی تقاریظ بھی لکھیں۔ چنانچہ مولانا ابوالقاسم "الامر المبرم" میں لکھتے ہیں:

''مولانا ابوالطیب شمس الحق صاحب عظیم آبادی سے کون واقف نہیں؟ آپ خاکسار کے شیوخ حدیث سے تھے اور عاجز پر بہت مہربان رہتے۔ خصوصاً فدوی کے رسائل سے بے انتہا خوش ہوتے اور ان کو بالالتزام من اوله الیٰ آخره ملاحظہ فرما کر تقریظ لکھ دیتے اور ہر قسم کی مالی اعانت اس کے لیے فرماتے۔ یہ کتاب "الامـر المبـرم" بھی فقیر نے آپ ہی کے ایماء سے لکھنی شروع کی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ "الکلام المحکم" کا جواب لکھو تو میں تم کو دو عمدہ کتابیں بطور انعام کے دوں گا۔ (۱) ایک نہایہ ابن اثیر کامل ہر چہار جلد (۲) دوسری تہذیب التہذیب کامل بارہ جلدیں۔ چنانچہ نہایہ تو آپ نے پہلے ہی مرحمت فرمائی اور تہذیب التہذیب کے لیے بعد اتمام کتاب ہذا وعدہ تھا۔ صرف لکھنے کے لیے اپنا نسخہ مرحمت فرمایا تھا اور طبع کے لیے نقدی امداد کا وعدہ تھا افسوس کہ قبل اشاعت کتاب ہذا آپ بتاریخ ۱۹/ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ یوم سہ شنبہ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء بوقت ۶ بجے صبح بعارضہ طاعون انتقال فرما گئے اور جس وقت کہ دنیا کا آفتاب طلوع ہوا تھا اسی وقت دین کا آفتاب (شمس حق یعنی حق کا آفتاب) غروب ہوا۔ انا للہ و انا الیه راجعون۔ اللّٰھم اغفرله و ارحمه ع جی کے جی ہی میں رہے ارمان سارے چل بسے۔'' [الامـر المبـرم لابطال الکلام المحکم: ۲۴۳]

☆ مولوی حبیب الرحمان ساکن کوٹھ عظیم آباد اپنے برادر اکبر مولانا عبدالبر عظیم آبادی کے حالات میں لکھتے ہیں:

''مولانا شمس الحق محدث ڈیانواں (جو حریصِ خدمتِ علمِ دین میں غایت مستعد تھے) کی نظر آپ پر لگی ہوئی تھی۔ محدثؒ آپ کی وسعتِ نظر اور مبلغِ علم کا اندازہ آپ کی تصانیف سے کرنا چاہتے تھے تاکہ ترویجِ علومِ دین کی جانب کامل اطمینان وتقویت حاصل ہوسکے۔ مگر اس آرزو کے پورے ہوتے ہی بادِ سموم نے یکے بعد دیگرے نخلِ آرزو کا خاتمہ کردیا۔'' [ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' (امرتسر): ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء]

علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ محدث ڈیانوی رحمہ اللہ کی خدمات گوناگوں کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اس وقت کے متعدد نوجوان علماء کو علمی تربیت دی تاکہ تعلیق وحواشی کا یہ کام جاری رہ سکے۔ متعدد حدیثیں رسالے اور فنِ حدیث و رجال کی اہم کتابیں اور رسالے طبع کروا کر شائع کرائے اور اس طرح عملی کام کا یہ خلاء اللہ تعالیٰ نے مولانا شمس الحق کے ذریعہ پورا فرمایا۔'' [مولانا شمس الحق عظیم آبادی، حیات وخدمات: ۱۰-۱۱]

کتابوں کی جمع واشاعت کے ممدوح شائق ہی نہیں بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حریص تھے، ان کی بدولت ارضِ ڈیانواں کا بخت بیدار ہو گیا، علمِ حدیث ورجال کے وہ علمی خزینے جنہیں دیکھنے کے لیے اہلِ علم کی نگاہیں ترستی اور دل تڑپتے تھے، ڈیانواں میں جمع ہو گئے اور علمِ حدیث وعلمِ اسماء الرجال کے مخطوطات و مطبوعات کے لحاظ سے یہاں کا کتب خانہ ہندوستان بھر میں اوّل نمبر پر آگیا۔

علّامہ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

''باوجود ایک اچھے خاصے رئیس ہونے کے دینی خدمات میں شب وروز مشغول تھے۔ فنِ حدیث کا کتب خانہ اتنا تھا کہ ندوۃ العلماء نے جو بنارس میں پرانی کتابوں کی نمائش کی تھی تو مولانا کے کتب خانہ سے بہت سی کتابیں آئی تھیں۔ مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن بھی مرحوم کا ممنون ومرہونِ احسان تھا۔ فن حدیث کے جملہ شعبوں سے آپ کو شوق ہی نہ تھا بلکہ شغف تھا۔ آپ نے بہت سی کتب حدیث کی شرحیں عربی میں لکھیں۔ غرض اچھے خاصے جامع محدث کی حیثیت سے تھے۔'' [اہلِ حدیث امرتسر: ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء]

مولانا شبلی نعمانی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے علمی نمائش منعقدہ ۱۹۰۶ء بمقام بنارس میں کتب خانہ ڈیانواں کی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فن حدیث کی نہایت نایاب کتابیں مولوی شمس الحق صاحب ڈیانوی نے عنایت کی تھیں، جن میں سے متعدد کتابیں ایسی تھیں، جو امام بخاری سے پیشتر زمانہ کی تصنیف تھیں۔'' [ماہنامہ ''الندوہ'' (لکھنؤ): ۳/۲، مقالات شبلی: ۷/۱۰۴]

مولانا عبدالسلام مبارکپوری نے امام ابوالطیب شمس الحق کے کتب خانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''یوں تو ہندوستان میں بہت سے کتب خانے ہیں لیکن علاّمہ ابوالطیب کا کتب خانہ خاص بات رکھتا ہے کہ اس میں ہر فن کی کارآمد اور مفید کتابیں جمع ہیں۔ علامہ مرحوم کی ساری عمر کی محنتوں اور جاں فشانیوں کا نتیجہ ہے کہ آپ کے خداداد شوق کا ماحصل خداوندِ کریم اس کی حفاظت کرے کہ اس میں قلمی کتابوں کے بڑے بڑے جواہر نادر الوجود ہیں جن کے دیکھنے کے لیے یورپ کے شائقین کی آنکھیں ترستی ہیں۔ کتب قلمیہ کے علاوہ بیروت، مصر، جرمن، فرانس، انگلینڈ، لندن، ہندوستان وغیرہ کی مطبوعہ کتابیں پہلے طلب کرتے۔ اکثر نسخے مکرر ہو جاتے، ان کو فی الفور اہلِ حاجت کے حوالہ کر دیتے۔ ایک بار قسطلانی شرح صحیح بخاری کے کئی نسخے ہو گئے تو ایک کتب خانہ مدرسہ اصلاح المسلمین کے اور دوسرا مولوی محمد صاحب پٹنوی مالک مطبع احمدی کے حوالے کر دیا۔'' [اہلِ حدیث امرتسر: ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء]

ڈیانواں میں ان علمی خزینوں کے عظیم اجتماع کا مبارک نتیجہ یہ نکلا کہ اکابر علماء ڈیانواں کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف کرتے اور محدث ابو الطیب ان عالی قدر مہمانانِ گرامی کی میزبانی کے فرائض انجام دیتے۔ ایک بار استاذِ پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کو بھی ڈیانواں بلایا۔ حافظ صاحب موصوف کے نواسے مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی، محدث ڈیانوی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت حافظ صاحب وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے مرحوم کو خاص انس تھا ایک بار حافظ صاحب کو اپنے پاس ڈیانواں ضلع عظیم آباد پٹنہ میں بلایا اور بہت خاطر و مدارات سے پیش آئے اور اپنا عظیم الشان کتب خانہ (جو نایاب و نادر کتب کے لحاظ سے سارے علاقہ میں اول نمبر تھا) دکھایا۔ اور کئی ایک کتابیں جو آپ نے زرِ کثیر صَرف کر کے بیروت سے مہیا کی تھیں دکھائیں، سنائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تبادلۂ خیالات کر کے فوائدِ علمیہ لا متناہیہ سے محظوظ ہوئے۔ مرحوم کو حدیث اور علمائے اہلِ حدیث سے بے حد محبت تھی۔ علمی دنیا کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے بہت فائدہ ہوا۔'' [استادِ پنجاب:۹۶]

نادر دینی کتب کی طباعت و اشاعت کے ضمن میں محدث شمس الحق کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ علمِ حدیث و رجال کی متعدد کتابیں ان کی سعیِ مبارکہ سے منصۂ شہود پر آئیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں:

''مولانا شمس الحق مرحوم (صاحب عون المعبود) .... نے کتب حدیث کی جمع اور اشاعت کو اپنی دولت اور زندگی کا مقصد قرار دیا اور اس میں وہ کامیاب ہوئے۔'' [مقدمہ ''تراجم علمائے حدیث ہند'':۳۷]

امام شمس الحق ڈیانوی کے حفید سید محمد احسن اللہ ڈیانوی عظیم آبادی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو علومِ دینیہ اور حمیت دین سے نوازا وہاں اس نے دولت سے بھی سرفراز کیا۔ آپ نے اللہ کی ان دونوں نعمتوں کو پورے اخلاص سے اشاعتِ حدیث و سنت، ترویجِ دینِ حق اور ردِّ بدعات میں صَرف کیا۔ اس سلسلہ میں دینی خدمات کرنے والوں کی اعانت بھی کرتے رہے۔ بہت سی کتابیں چھپوا کر لوگوں میں مفت تقسیم کیں۔'' [محدث ڈیانوی]

علمِ حدیث کی مایۂ ناز کتاب ''سنن دارقطنی'' کو پہلی مرتبہ اپنی تعلیقات کے ساتھ مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۱۰ھ میں طبع کروایا۔ رجالِ موطاء سے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی کتاب "اسعاف المبطاء برجال الموطاء" بھی پہلی مرتبہ محدث ڈیانوی ہی کی مفید تعلیقات کے ساتھ ۱۳۲۰ھ میں منظرِ عام پر آئی۔ امام ابنِ حجر عسقلانی کی بلند پایہ علمی تصنیف "التلخيص الحبير" کی پہلی مرتبہ طباعت بھی محدث موصوف ہی کے حسنات میں سے ہے۔ امام المحدثین امام بخاری، شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ، امام حافظ ابنِ قیم، حافظ شمس الدین الذہبی، حافظ عبدالعظیم منذری رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی مختلف تصانیف اپنے خرچ پر طبع کروا کر مفت تقسیم کروائیں۔

امام ابن قیم کی ''تہذیب السنن'' اور حافظ منذری کی ''تلخیص السنن'' پہلی مرتبہ ''غایۃ المقصود'' کے حاشیہ پر طبع ہونا شروع ہوئی تھیں، مگر ''غایۃ المقصود'' کی بقیہ جلدیں بھی طبع نہ ہوسکیں اور یہ کام بھی ادھورا رہ گیا۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی لکھتے ہیں:

''اشاعتِ حدیث وزائع علمِ حدیث کی سعی میں ہر دم ہر آن رہتے۔ تہذیب التہذیب ولسان المیزان وغیرہ آپ ہی کی سعی سے حیدر آباد میں طبع ہوئی تھیں۔ سنن دارقطنی کا ظہور آپ ہی کی ذات سے ہند میں ہوا اور وہ بھی حل اور شرح کے ساتھ۔ غرض علمِ سنن کو آپ نے بہت شائع کیا۔'' [''اہلِ حدیث'' امرتسر: ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء]

اسماء الرجال کی بعض قدیم کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں محدث عظیم آبادی کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''مولانا شمس الحق صاحب مرحوم محدث عظیم آبادی اور مطبع انوار احمدی الہ آباد کی کوششیں مسلمانوں کے شکریہ کی مستحق ہیں کہ انہوں نے اسماء الرجال کی قدیم کتابوں کو چھاپ کر اہلِ علم کو ممنونِ احسان کیا (۱) تاریخ صغیر امام بخاری التوفی ۲۵۶ھ (۲) کتاب الضعفاء الصغیر امام بخاری التوفی ۲۵۶ھ (۳) کتاب الضعفاء و المتروکین امام نسائی التوفی ۳۰۳ھ (۴) کتاب الکنیٰ و الاسماء دولابی التوفی ۳۱۰ھ (۵) کتاب المؤتلف و المختلف فی اسماء نقلۃ الحدیث عبدالغنی ازدی التوفی ۴۰۹ھ (۶) کتاب مشتبہ النسبہ عبدالغنی ازدی التوفی ۴۰۹ھ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ قدیم سرمایہ چھپ کر شائع ہوا ہے۔" [ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ: اپریل ۱۹۳۱ء]

"لسان المیزان" سے متعلق مولانا عبدالسلام مبارکپوری لکھتے ہیں:

"یہ مبارک کتاب [لسان المیزان] اب تک قلمی کئی سو کو ملتی ہے اور اس پر بھی اہلِ علم اور شائقینِ فنِ حدیث کی آنکھیں اس کتاب کے مطالعہ کے لیے ترستی ہیں۔ ان سب حالتوں پر نظر کر کے مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب نے مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد کے اراکین سے اس کے طبع کی تحریک کی گو وہ خود وہاں کے ایک رکن ہیں لیکن اس کتاب کے طبع کی رائے پاس نہیں ہوتی تھی شکر ہے کہ خدا کے فضل سے یہ تحریک اس شرط پر منظور ہوئی کہ کم از کم سو خریداروں کی درخواست آجائے تو طبع ہونا شروع کر دیا جائے گا۔" ["اہلِ حدیث" امرتسر: ٦ جنوری ۱۹۱۱ء]

چنانچہ محدث عظیم آبادی کی تحریک سے مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن سے یہ نادر کتاب طبع ہوئی، تاہم یہ خواہش محدث عظیم آبادی کی حیات میں بر نہ آسکی۔

اس کے علاوہ الادب المفرد للبخاری، خلق افعال العباد للبخاری، تذکرۃ الحفاظ للذہبی، کتاب العرش والعلو للذہبی، قیام اللیل للمروزی، کتاب القراۃ خلف الامام للبیہقی ..... وغیرہا کی اشاعت میں بھی آپ کی سعیِ مبارکہ کا دخل تھا۔ بلکہ ان میں سے بعض کتابوں میں مشکل مقامات کے حل و توضیح کے لیے آپ کے رشحاتِ قلم سے بعض حواشی بھی پائے جاتے ہیں۔ شائقینِ کتب کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے امام ابو الطیب شمس الحق نے جس طرح کتابوں کی تقسیم و اشاعت کی وہ حد درجہ لائقِ قدر و ستائش ہے۔ طلابِ علم کے لیے صلائے عام تھی وہ کتابیں منگواتے اور آپ روانہ کر دیتے۔ علامہ عبدالسلام مبارکپوری لکھتے ہیں:

"طلبا کی مدد جس طرح کتابوں سے کرتے اس سے صرف ہندوستان کی واقف نہیں بلکہ ملک عرب و مغارب تک اس کا شہرہ ہے۔ طلبہ کے خطوط کتابوں کی طلب میں درجنوں آتے رہتے آپ ان کو نمبروار درج رجسٹر فرماتے اور نمبروار ترتیب سے ان کو کتابیں بھیجتے۔ بسا اوقات کثرت درخواست سے چھ چھ برس کے بعد کتابوں کے بھیجنے کی نوبت آتی جس قدر جماعت اہلِ حدیث کی، تمام ہندوستان میں ہے، کوئی جگہ شاید ایسی ہو جہاں حضرت میاں صاحب مرحوم کے بعد ان کا فیض نہ پہنچا ہو اور وہاں کے مدرسہ میں بشرطیکہ قابلِ ذکر ہو مولانا کے کتابوں کا عطیہ نہ پہونچا ہو۔ اس کے علاوہ دیوبند، سہارن پور، میرٹھ وغیرہ کے مدارس بھی آپ کے فیض کے ممنون ہیں۔ اگر مدرسہ احمدیہ کے رکن اور کانفرنس اہلِ حدیث کے امین، مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ کے سکرٹری تھے تو مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد کے رکنِ اعظم بھی تھے۔ یہ تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتب نادر الوجود آپ ہی کے مشورے سے طبع ہوئیں۔ مصر کے مطابع آپ سے طبع کتب کی رائے لیتے۔" ["اہلِ حدیث" امرتسر: ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء]

آخری ایام میں علامہ سمعانی کی "الانساب"، حافظ ابنِ حجر کی "لسان المیزان" اور امام ابنِ عبدالبر کی "التمہید" کی طباعت کا ارادہ فرمایا تھا، مگر شمعِ حیات نے وفا نہ کی اور اس حسرت کو لیے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

اپنے معاصر علماء میں مچھلی شہر کے قاضی محمد کی ۲۵ کتابوں کی اشاعت کے بڑے آرزومند تھے، اس سلسلے میں ان کے صاحبزادوں سے بغرضِ طباعت مسودوں کے حصول کی پیہم کوشش کی، امید بھی ہو چلی تھی کہ خود جامِ حیات ہی چھلک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑا۔ ورنہ آپ کی توجہ سے یہ علمی خزینہ دست بردِ زمانہ کی نذر ہونے سے بچ جاتا۔

اپنے معاصر علماء سے جو کتابیں لکھوا کر شائع کروائیں ان کا ذکر گزشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔

امام ابو الطیب شمس الحق کا ایک ناقابلِ فراموش کارنامہ ان کی شروحِ کتبِ حدیث ہیں۔ جس میں ان کے مجتہدانہ اندازِ فکر کے علمی تحقیقات اور اس پر مستزاد ان کے سلیس و فصیح طرزِ بیان نے ممالکِ عرب و مغارب کے اربابِ علم کو بھی متاثر کیا حتیٰ کہ علم حدیث کے ہر طالب علم کے لیے اس سے استفادہ ناگزیر ہو گیا۔

محدث جلیل ابو الطیب شمس الحق کی عظیم الشان تصنیف ''غایۃ المقصود فی حل سنن أبی داود'' ہے۔ جس کا تعارف دمشق کے نامور فاضل علامہ محمد منیر دمشقی نے بایں الفاظ کرایا ہے:

" و شرح ابو الطیب المسمی " غایة المقصود فی حل سنن أبی داود " و هو الشیخ الجلیل ابو الطیب محمّد الشهیر بشمس الحق العظیم آبادی، و هو شرح واسع جداً ینقل عمن تقلمه من اصحاب الشروح و الحواشی و غالبا یعزو ما نقله الی صاحبه، و هو یتعرض اولاً الی بیان تراجم الرواة و حال درجاتهم ثم یعقب ذلک بالکلام علی الکلمات اللغویة ثم علی فقه الحدیث و قلده فی ذلک الشیخ السبکی [محمود خطاب] رحمه اللّٰه، و المؤلف صاحب عقیدة صحیحة و مذهبه مذهب أهل الحدیث، و الشرح لا بأس به، کل من جاء بعده من شیوخ الهند و غیرهم استمدوا شرحه هذا." [نموذج من الاعمال الخیریة : ۱۲۷]

یہ شرحِ کبیر ۳۲ ضخیم جلدوں پر محیط تھی مگر افسوس کہ اس کی صرف پہلی جلد شارح علیہ الرحمۃ کی زندگی میں مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۰۵ھ میں طبع ہوئی۔ جو کتاب الطہارۃ کے ۷۵ ابواب کی شرح پر مشتمل تھی، بعدازاں ۱۴۱۴ھ میں شیخ عبدالحمید نشاطی کی مساعیِ جمیلہ سے یہ شرح تین جلدوں میں شائع ہوئی۔ جس میں کتاب الطہارۃ کی شرح مکمل ہو گئی ہے اور کتاب الصلاۃ کے بھی دو ابواب کی شرح موجود ہے۔

''غایۃ المقصود'' کے آغاز میں مصنف نے ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے جو بقول علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی: ''اپنے مشتملات اور معلومات نادرہ کے مستقل تالیف کی حیثیت رکھتا ہے۔''

مشہور حنفی عالم دین اور سنن أبی داود کے شارح مولانا خلیل احمد سہارن پوری صاحب ''بذل المجهود'' اس شرحِ عظیم سے متعلق رقمطراز ہیں:

''میں نے شیخ ابوالطیب شمس الحق کی شرح مسمی "غایة المقصود" کا ایک جزو دیکھا ہے۔ پس میں نے اسے چھپے ہوئے اسرار کو کھولنے والی، خزینوں سے معمور پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف پر اپنا فضل فرمائے انہوں نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔'' [بذل المجهود : ۱/۱]

ایک دوسرے حنفی عالم اور ہمارے معاصر صاحبِ قلم مولانا محمد عبدالمعبود لکھتے ہیں:

''غایۃ المقصود اگر مکمل ہو گئی ہوتی تو سنن ابو داود کے حل کے لیے یہی ایک کتاب کافی وافی ہوتی، مطبوعہ جزء اول کی ابتداء میں ایک طویل مقدمہ ہے، جس میں سنن ابو داود اور خود ابو داود رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق تمام ضروری باتیں بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں۔ مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس میں حدیث کے احوال و صفات، مسائلِ فقہیہ اور ائمہ مجتہدین کے مذاہب اور ان کے دلائل نیز امام ابو داود رحمۃ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علیہ کے اقوال کے مطالب کا بیان وغیرہ اُمور پر محققانہ بحث کی گئی ہے اور کتاب کی طوالت سے بے نیاز ہوکر شرح کو ہر لحاظ سے کامل و مکمل بنانے کی سعی مشکور کی گئی ہے۔" [تذکرہ مصنفین صحاح ستہ:۳۵۲]

"غایۃ المقصود" کی تلخیص محدث عظیم آبادی نے "عون المعبود" کے نام سے کی، اور یہی وہ مشہور عام شرح حدیث ہے جو آج ہر اسلامی کتب خانے کی عام زینت ہے۔ "عون المعبود" اپنے سلیس و سادہ طرزِ بیان اور ایجاز و بلاغت کی وجہ سے تمام بلادِ اسلامیہ کے ہر مکتبۂ فکر کے علماء میں معروف و متداول ہے۔

محدث عظیم آبادی کا ایک بہت بڑا کارنامہ حدیث کی مشہور کتاب "سنن دارقطنی" کی پہلی مرتبہ طباعت ہے، وہ بھی تصحیح نسخ اور حل مشکلات کے ساتھ۔ "التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی" کو بھی علماء نے بنظرِ استحسان ملاحظہ کیا اور اس کی قدر افزائی فرمائی۔ ۲۰۰۴ء میں ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کی توجۂ خاص اور شیخ شعیب الارناؤط و دیگر کی تحقیق و تخریج کے ساتھ "التعلیق المغنی" کی بہترین طباعت مؤسسۃ الرسالہ (بیروت) سے ہوئی ہے۔

امام ابوالطیب شمس الحق کی دیگر تصانیف میں:

(۴) اعلام اھل العصر باحکام رکعتی الفجر (عربی): جو بقول علامہ عطاء اللہ حنیف: "تحقیقاتِ عالیہ اور محدثانہ طرزِ تالیف کا شاہکار ہے۔" اسماعیل پاشا بغدادی نے "ایضاح المکنون" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ دہلی، فیصل آباد اور قاہرہ سے طباعت پذیر ہوچکی ہے۔ اس کے بعض ابواب کا اردو ترجمہ محمد یوسف نعیم نے کیا جو پندرہ روزہ "صحیفہ اہلِ حدیث" (کراچی) کی مختلف اشاعت میں طباعت پذیر ہوا(۱)۔

(۵) رفع الالتباس عن بعض النّاس (عربی): امام بخاری پر "بعض النّاس" کے اعتراضات کے جواب میں ہے۔ دہلی، ملتان، بنارس اور قاہرہ سے شائع ہوچکی ہے۔ اس کا اردو مولانا عبدالعظیم حسن زئی مدرس جامعہ ستاریہ کراچی نے کیا ہے جو عنقریب راقم کے تقدیم و تحشیہ کے ساتھ طبع ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز

(۶) المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف (عربی): اس کا تفصیلی ذکر شیخ عبدالحیٔ الفاسی الراکشی نے اپنی مشہور کتاب "فھرس الفھارس و الاثبات" [۲۸/۲-۲۹] میں کیا ہے۔

(۷) عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابۃ للنسوان (فارسی): اس کا عربی ترجمہ دمشق سے شیخ محمد بن عبدالعزیز المانع کی تعلیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

(۸) الاقوال الصحیحۃ فی احکام النسیکۃ (فارسی): عقیقے کے مسائل پر یہ کتاب محدث عظیم آبادی کی پہلی تصنیف ہے۔

(۹) غنیۃ الالمعی (عربی): "معجم الصغیر" للطبرانی کے ساتھ متعدد مرتبہ طباعت پذیر ہوچکی ہے۔

(۱۰) القول المحقق (فارسی): جانوروں کو خصی کرنے کے جواز میں محدثانہ و فقیہانہ طرزِ تالیف کا شاہکار ہے۔

(۱۱) تعلیقات علیٰ اسعاف المبطا برجال الموطاء (عربی): رجالِ موطاء پر امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی کتاب پر محدث ڈیانوی کی تعلیقات، جس میں سیوطی کے بعض تسامحات پر گرفت کی گئی ہے۔

(۱۲) ھدایۃ النجدین الیٰ حکم المعانقۃ و المصافحۃ بعد العیدین (اردو): اس کا ذکر ڈاکٹر مظفر اقبال نے اپنی کتاب "بہار میں اردو نثر کا ارتقاء ۱۸۵۷ء سے ۱۹۱۴ء تک" [۷۳-۷۴] میں کیا ہے۔

(۱۳) الکلام المبین فی الجھر بالتامین و الرد علی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

القول المتین (اردو): مسئلہ آمین بالجہر پر ایک حنفی مولف کی تردید میں ہے۔

(۱۴) التحقیقات العلیٰ باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القریٰ (اردو): اس میں جمعہ فی القریٰ کے مسئلے پر دادِ تحقیق دی ہے۔ عربی ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

(۱۵) فتح المعین فی الرد علی البلاغ المبین فی اخفاء التامین (اردو): مولوی محمد شاہ پنجابی کی تردید میں۔

(۱۶) فتویٰ ردِّ تعزیہ داری (اردو): عربی ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

(۱۷) الوجازۃ فی الاجازۃ (عربی): مولانا بدر الزماں محمد شفیع نیپالی کی تحقیق و تدوین سے شائع ہوا ہے۔

(۱۸) تنقیح المسائل (فتاویٰ الشیخ الامام المحدث شمس الحق رحمۃ اللہ علیہ عظیم آبادی)

مذکورہ بالا کتب مطبوع ہیں جبکہ غیر مطبوعہ کتابوں میں:

(۱) ھدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی (عربی): اس کا ناقص قلمی نسخہ موجود ہے۔ جس کی تخریج، تعلیق و تکمیل حافظ الیاس صاحب نے کر دی ہے۔

(۲) الرسالۃ فی الفقہ (عربی): اس کا قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں زیر رقم ۳۱۸۰/۵ موجود ہے۔

(۳) تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء (فارسی): اس کا قلمی نسخہ مولانا حکیم سیّد عبدالحیٔ حسنی لکھنوی کے کتب خانے (لکھنؤ) میں موجود ہے۔

(۴) تعلیقات علیٰ التتبع و الاستدراک (عربی): امام دارقطنی کی مشہور کتاب "التتبع و الاستدراک" پر تعلیقات۔

(۵) تعلیقات علیٰ اشعۃ اللمعات (اردو): شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی "اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ" پر مختصر حواشی۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں قلمی نسخہ موجود ہے۔

(۶) فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری (عربی)

(۷) النجم الوھاج شرح مقدمۃ الصحیح لمسلم بن الحجاج (عربی)

(۸) تعلیقات علیٰ سنن النسائی (عربی)

(۹) نخبۃ التواریخ (فارسی)

(۱۰) نھایۃ الرسوخ فی معجم الشیوخ (عربی)

(۱۱) تفریح المتذکرین بذکر کتب المتاخرین (عربی)

(۱۲) النور اللامع فی اخبار صلاۃ الجمعۃ عن النبی الشافع (عربی)

(۱۳) تحفۃ المتھجدین الابرار فی اخبار صلاۃ الوتر و قیام رمضان عن النبی المختار (عربی)

(۱۴) غایۃ البیان فی حکم استعمال العنبر و الزعفران (عربی)

(۱۵) سوانح عمری مولانا عبداللہ صاحب جھاؤ میاں الہ آبادی (اردو)

نیز محدث ڈیانوی کے ذخیرۂ تصنیف و تالیف کی دو کتابیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بالیقین نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ مرحلۂ طباعت سے گزری تھیں یا نہیں۔ وہ کتابیں حسب ذیل ہیں:

(۱) المطالب الرفیعۃ فی مسائل النفیسۃ (عربی): اس کا ذکر "عون المعبود" میں موجود ہے۔ نیز شیخ عبدالحیٔ الفاسی نے "فھرس الفھارس و الاثبات" میں اور علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے اپنے ایک مضمون میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(۲) فضائل شیخین رضی اللہ عنہما: اس کا ذکر مولانا تمنا عمادی مجیبی پھلواروی نے اپنی کتاب "امام طبری" میں کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام شمس الحق کی تصنیفی خدمات کا حلقۂ فیض و استفادہ بہت وسیع ہے۔ ''غایۃ المقصود'' اور ''عون المعبود'' ملت اسلامیہ کے برسہابرس کے علمی وفکری جمود کے توڑنے کی قوت اجتہاد سے معمور نہایت وقیع علمی کاوش تھی جسے تمام بلادِ اسلامیہ کے ارباب علم وفکر نے بنظر استحسان ملاحظہ کیا۔ ان کے اساتذہ سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی اور شیخ حسین بن محسن یمانی نے اپنی تحریروں میں ان کے حوالے دیے۔ معاصرین میں مولانا خلیل احمد سہارن پوری، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، علامہ عبدالرحمان مبارک پوری، مولانا عبدالتواب محدث ملتانی وغیرہم نے ان کی تصانیفِ علمیہ سے استفادہ کیا اور اس کے حوالے دیے۔ علمائے عرب میں سے شیخ احمد شاکر مصری، امام ناصر الدین البانی، شیخ ابن باز، شیخ محمد عثمان جمعہ اور ایک کثیر تعداد نے محدث عظیم آبادی کی تصنیفات سے استفادہ کیا۔ عہدِ حاضر میں بریلویوں اور دیوبندیوں کے ''شیخ الاسلاموں'' مفتی محمد تقی عثمانی اور ڈاکٹر طاہر القادری نے اختلافِ فکر ونظر کے باوجود محدث ڈیانوی کے حوالے اپنی کتابوں میں دیئے ہیں۔

ہمارے فاضل معاصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ، حضرت محدث ڈیانوی کی تصنیفی کاوشوں سے بالخصوص و دیگر علمائے تحقیق کی مساعی سے استفادہ کرنے کے بعد راہِ تحقیق سے آشنا ہوئے۔ چنانچہ راقم کے نام اپنے ایک مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں:

''حضرت محدث ڈیانوی رحمہ اللہ سے میرا تعلق اور عقیدت زمانہ طالب علمی سے ہے۔ غایۃ المقصود اور اعلام اہل العصر وغیرہ سے نیز تحفۃ الاحوذی اور ابکار المنن سے میرے جمود کا بت ٹوٹا۔ اعلام اہل العصر کو از سر نو تحقیق سے ادارہ العلوم الاثریہ سے طبع کرایا۔ التحقیقات العلی فی فرضیۃ الجمعۃ فی القریٰ کو نئی بار زیورِ طبع سے آراستہ کیا، حضرت موصوف رحمہ اللہ پر کئی اقساط پر مضمون لکھا۔''

علامہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک لکھا ہے:

''شاید مولانا شمس الحق کے اخلاص کا یہ ثمرہ تھا کہ عون المعبود کے بعد تحفۃ الاحوذی اور حواشی جدیدہ علی سنن النسائی اور عین الحاجۃ علی سنن ابن ماجہ، تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ وغیرہ شروح وحواشی معرضِ وجود میں آگئے اور موجودہ دور کی بہترین شرح مرعاۃ المفاتیح جس کو ایک حیثیت سے فقہ الحدیث کا دائرۃ المعارف کہا جاسکتا ہے، وہ بھی صاحب عون المعبود کے حسنات میں ایک ہے۔'' [مولانا شمس الحق عظیم آبادی-حیات وخدمات:۱۱]

محدث ابوالطیب شمس الحق کی یہ کتابیں محض بلدۂ ہند ہی سے طبع نہیں ہوئیں بلکہ ان کے بعد ان کی متعدد کتب مدینہ منورہ، بیروت، دمشق، قاہرہ وغیرہا سے شائع ہوئیں جو ان کی تصانیفِ علمیہ کی مقبولیت کی ایک واضح ومعقول دلیل ہے۔

امام شمس الحق مسلک وعقیدہ کے اعتبار سے سلف صالحین کی راہ پر گامزن تھے۔ کتاب وسنت کے چشمۂ صافی سے اپنے ذہن ودل ودماغ کو تازگی دیتے اور قرآن وحدیث سے ہٹ کر کسی مجتہد وامام کے قول کو ذرا خاطر میں نہ لاتے۔ جس کا قول کتاب وسنت کے مطابق پاتے بلا تردد اس کی تائید کرتے چنانچہ وضو میں مسح رأس کے مسئلے میں امام مالک، مسئلہ جوربین اور عورت کی شہادت فی النکاح کے مسئلے میں امام ابوحنیفہ، عورت ثیبہ کے لیے شرطِ اذن ولی کے مسئلے میں امام داود ظاہری، مسح عمامہ کے مسئلے میں امام احمد بن حنبل اور بعض دیگر مسائل میں امام شافعی کی تائید وتوثیق کی ہے۔ جہاں کہیں بھی اختلاف کیا دلیل کی بنیاد پر اور حدودِ ادب میں رہتے ہوئے کیا۔ اپنی تحریروں میں تمام ائمہ کرام کا ذکر نہایت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ادب واحترام کے ساتھ کیا کرتے تھے چنانچہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف "رفع الالتباس عن بعض النّاس" میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام شافعی نے بھی قیاس واصول سے بہت کام لیا ہے بلکہ جیسا احناف نے دعویٰ کیا ہے ممکن ہے مجموعی حیثیت سے ان کے قیاسات کی تعداد امام صاحب سے بڑھ کر بھی ہو مگر اصل اعتراض ان قیاسات پر ہے جو بمقابلہ اخبار ہوتے ہیں اور ان میں امام صاحب کا پلہ ہی بھاری ہوتا ہے ورنہ ہم بھی امام صاحب کے فضائل سے منکر نہیں ہیں اور نہ ہم امام شافعی کو امام ابوحنیفہ پر ترجیح دیتے ہیں اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ خود امام شافعی نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو فقہ میں امام صاحب کا عیال قرار دیا ہے اور ایک خلقِ کثیر نے امام صاحب کے فضائل وکمال اور محامد ومحاسن کا اعتراف کیا ہے حتیٰ کہ مادحین کی تعداد مذمت کرنے والوں سے، تحسین کرنے والوں کی تعداد تنقیص کرنے والوں سے، تزکیہ کرنے والوں کا شمار متہم کرنے والوں سے، تعدیل کرنے والوں کا عدد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے۔ پھر آپ کے فضائل کا شہرہ مشارق ومغارب میں ہو چکا ہے اور آپ کے فضل وکمال کے سورج تمام اطراف وجوانبِ ارض کو روشن کر چکے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کا بیان صحرا وبیابانوں کے مسافروں اور گھروں کی پردہ نشیں عورتوں کی زبان زد ہو چکا، تمام آفاق کے لوگوں نے ان کو نقل کیا اور اہلِ شام وعراق نے ان کا اقرار واعتراف کیا۔ غرض وہ امام جلیلِ نبیل، عالمِ فقیہ نبیہ، سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے خلقِ کثیر نے تفقہ حاصل کیا۔ متورع، عابد، ذکی، تقی، زاہد فی الدنیا، راغب الی الآخرۃ تھے۔ اپنے ورع وزہد کی وجہ سے عہدۂ قضا کو رد کیا اگرچہ اس کو رد کرنے کی وجہ سے بہت ایذائیں برداشت کیں، خلاصہ یہ ہے کہ ان کی طاعات معاصی پر غالب تھیں، اس لیے جو شخص بھی حسد وعداوت کی وجہ سے آپ کی مذمت کرتا ہے وہ خود آپ کی نہایت شان وعلو قدر کی دلیل ہے اور اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا کیونکہ چمگادڑ کی آنکھوں کی چکاچوند سے سورج کی روشنی ونور کو کوئی زوال ونقصان نہیں پہنچتا۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے امام صاحب کے لیے عصمت ثابت نہیں ہو سکتی لہٰذا ان سے بھی خطا ولغزش ہو سکتی ہے۔

ان فضائلِ کثیرہ کے ذکر واعتراف سے وہ الزامات رفع نہیں ہو سکتے جو امام بخاریؒ نے امام صاحبؒ پر مخالفتِ کتاب وسنت کے لگائے ہیں، لیکن ان کی بعض لغزشوں کی وجہ سے ان کی شان میں گستاخی وسوءِ ادب کا معاملہ بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مجتہد تھے اور مجتہد سے خطا وصواب، لغزش وثبات دونوں ہی ہوتی ہیں۔ خود امام بخاری کو دیکھیے کہ باوجود اس اختلاف کے انہوں نے امام صاحب کا ادب ملحوظ رکھا اور آپ کا اسم شریف بھی اس لیے نہیں لکھا اور بعض الناس سے توریہ کیا تاکہ جاننے والے جان لیں اور نہ جاننے والے نہ جانیں اور یہی طریقہ ان سب لوگوں کا ہونا چاہیے جو انصار السنہ ہونے کے مدعی ہیں کہ امام صاحب کے بارے میں کسی قسم کی بے ادبی نہ کریں اور امام بخاری کی وجہ سے وہ امام صاحب کو برا بھلا کہنے کا جواز بھی نہ نکالیں کیونکہ ان دونوں کی مثال ایسی ہے کہ دو شیر آپس میں لڑتے ہوں تو کیا لومڑیوں، بھیڑیوں کو ان کے درمیان پڑنے کا موقعہ ہے، یا جیسے دو قوی ہیکل پہلوان آپس میں نبرد آزما ہوں تو کیا عورتوں بچوں کے لیے ان کے درمیان مداخلت کرنے کی کوئی وجہ جواز ہو سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے کہ وہ اگر ایسی غلطی کریں گے تو خود ہی ہلاک ہوں گے۔''(۲)

اور یہ جو مولانا خلیل احمد سہارن پوری نے محدث کبیر شمس الحق پر الزام عائد کیا ہے کہ ''انہوں نے ائمہ کرام کی شان میں طعن وتشنیع کی حدود سے تجاوز کیا ہے۔'' تو ایسا صرف مسلکی عصبیت کی بنا پر کیا ہے، جہاں تک امام صاحب سے اختلاف کا تعلق ہے تو اس ''جرم'' میں محدث عظیم آبادی تنہا نہیں بلکہ ان کے ہمنوا خود امام صاحب کے جلیل القدر تلامذۂ ذی اکرام امام ابو یوسف، امام محمد، امام عبداللہ بن مبارک، امام زفر رحمہ اللہ علیہم بھی ہیں۔ کیا مولانا سہارن پوری کے معتقدین ان کے متعلق بھی یہی رائے دے سکتے ہیں۔ اور ایسا ہی الزام مولانا محمد یوسف بنوری نے بھی محدث عظیم آبادی پر عائد کیا ہے اور ایسا کرنے میں ان پر اپنے اساتذہ کی تائید کا جذبہ کارفرما تھا۔ جہاں تک مولانا سہارن پوری کی ''عون المعبود'' سے متعلق اس رائے کا تعلق ہے:

''هذا شرح قاصر عن ان يسمىٰ شرحا.'' [بذل المجهود: ۱/۱]

''یہ شرح، شرح کہلانے سے قاصر ہے۔''

یعنی ''عون المعبود'' شرح کہلانے کی حقدار نہیں۔ اس رائے کی حقیقت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود علامہ سہارن پوری ''بذل المجہود'' میں ''عون المعبود'' کے حوالے بکثرت دیتے ہیں۔ مولانا عبدالمالک آروی اپنے ایک مضمون ''بہار میں علمِ حدیث'' میں ''عون المعبود'' اور ''بذل المجہود'' کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت علامہ شمس الحق محدث ڈیانوی نے عون المعبود کے نام سے ابوداود کی شرح لکھی، اس کی دو ضخیم جلدیں میرے پیشِ نظر ہیں۔ اس میں آپ نے ایسے ایسے محدثانہ نکات پیش کیے ہیں کہ بے اختیار زبان سے صدائے آفریں نکلتی ہے۔ عون المعبود کی اشاعت کے بعد مولانا خلیل احمد سہارن پوری نے بذل المجہود کے نام سے ابوداود کی شرح لکھی، جو علمی دنیا میں متداول ہے، کسی خاص امام کے نظریات کی پابندیاں حریتِ فکر اور وسعتِ نظر پر جو برا اثر ڈالتی ہیں ان سے عون المعبود کے صفحات منزہ ہیں اور یہی بذل المجہود اور عون المعبود میں مابہ الامتیاز ہے۔'' [ماہنامہ ''جامعہ'' دہلی: اکتوبر ۱۹۳۴ء]

ہمارے فاضل معاصر اور غیر جانبدار صاحب علم ڈاکٹر محمود احمد غازی کی رائے بھی ملاحظہ کیجیے:

''مولانا خلیل احمد نے سنن ابوداود کی شرح بذل المجہود کے نام سے لکھی۔ بذل المجہود بھی پندرہ بیس جلدوں میں ہے۔ عرب دنیا میں کئی بار چھپی ہے۔ مصر، ہندوستان، پاکستان اور کئی دوسری جگہوں پر چھپی ہے۔ یہ سنن ابوداود کی بہترین شرحوں میں سے ایک ہے۔ غایۃ المقصود کا درجہ تو بلاشبہ بہت اونچا ہے۔ پھر عون المعبود اور پھر بذل المجہود کا درجہ ہے اور پھر باقی شرحوں کا درجہ ہے۔ یہ بڑی جامع شرح ہے۔ فقہی اعتبار سے اس میں مسائل پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ حدیثی اور روایتی مسائل پر عون المعبود میں زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اور اس طرح یہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔''

[محاضرات حدیث: ۴۳۲]

محدث عظیم آبادی کے مسلک وعقیدے کے ضمن میں یہ ذکر بھی خالی از دلچسپی نہیں کہ اسماعیل پاشا بغدادی نے اپنی معروف کتاب "ایضاح المکنون" [۱/۱۰۱] میں محدث عظیم آبادی کی کتاب "اعلام اهل العصر باحكام ركعتى الفجر" کا تعارف کراتے ہوئے محدث عظیم آبادی کو حنفی لکھا ہے جبکہ جس کتاب کا تعارف کرایا گیا ہے خود اس کے مندرجات محدث موصوف کی حنفیت کی تردید کے لیے کافی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب "معجم المؤلفین" عمر رضا کحالہ نے بھی صاحب "ایضاح المکنون" کے تتبع میں ایک مقام پر محدث عظیم آبادی کو حنفی لکھا ہے [۹/۶۸]۔

امام ابوالطیب شمس الحق کا علمی مقام بہت بلند تھا، وہ مرتبۂ اجتہاد و امامت پر فائز تھے۔ حدیث کی تمام اقسام پر ان کی گہری نظر تھی، تفسیر و علل کے ماہر تھے۔ جب علامہ ثناء اللہ امرتسری اور علمائے غزنویہ کے مابین علامہ امرتسری کی "تفسیر القرآن بکلام الرحمان" پر مناقشہ ہوا تو مئی ۱۹۰۵ء کو اس مسئلے کے حل کے لیے جلسہ مذاکرۂ علمیہ کے موقع پر تین حکم مقرر کیے گئے۔ جن میں ایک ممتاز رکن محدث ابوالطیب شمس الحق تھے۔ بقیہ دو میں سے ایک استاذ الاساتذہ حافظ عبداللہ محدث غازی پوری اور دوسرے مولانا شاہ عین الحق پھلواروی تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ممدوح کو غیر معمولی علم و فضل سے نوازا تھا۔ علامہ ابوالقاسم سیف بناری لکھتے ہیں:

"پرانے رسم الخط عربی غیر منقوط کو آپ بلا تکلف پڑھتے۔ اکثر کتب پر مفید حاشیے لکھے۔ قاضی شوکانی سے نیل الاوطار میں حوالہ اسماء رجال میں جو سہو ہوا، اس کو آپ نے گرفت کر کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ جامع ترمذی مطبوعہ ہند میں جو دوسرے صفحہ پر حدثنا محمد بن حمید بن اسماعیل بجائے محمد بن اسماعیل البخاری طبع ہو گیا ہے۔ اس فاش غلطی پر سوائے آپ کے اور کسی کو تنبہ نہیں ہوا۔" [اہل حدیث (امرتسر): ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء]

محدث کبیر امام شمس الحق کے علمی فضائل و کمالات کا اعتراف ان کے معاصرین نے کیا، ان کے اساتذہ ان پر فخر کرتے اور تلامذہ اپنی قسمت پر نازاں ہوتے۔ ان کے ایک استاذِ حدیث شیخ الکل سید میاں نذیر حسین دہلوی نے اپنے متعدد مکاتیب میں "جامع الحسنات والکمالات، الفاضل النحریر، صاحب التقریر و التحریر، الحبر الموفق" جیسے الفاظ سے مخاطب کیا۔ ایک دوسرے استاذِ حدیث شیخ حسین بن محسن یمانی انہیں "شیخ الاسلام و المسلمین، امام المحققین و الائمة المدققین، صاحب التالیف المجیدة و التصانیف المفیدة، اشتهر بالفضائل فی الآفاق، المحرز قصب الکمال فی مضمار السباق" جیسے القابات سے متصف فرماتے۔

محدث ڈیانوی کے ایک معاصر مولانا حکیم ابو یحییٰ محمد شاہجہانپوری اپنی مشہور کتاب "الارشاد الی سبیل الرشاد" میں ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

"یہ کتاب [قیام اللیل للمروزی] اپنے استاد بھائی جن کے ساتھ ہم کو اس نسبت کے حاصل ہونے پر فخر ہے، شارحِ حدیث جناب مولانا مولوی ابی الطیب محمد شمس الحق صاحب عظیم آبادی سلمہ اللہ ذوالایادی کے پاس دیکھی۔" [ص: ۲۷ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۹ھ]

اور ڈاکٹر محمود احمد غازی، محدث عظیم آبادی کے علم و فضل کا اعتراف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"میاں نذیر حسین کے دوسرے شاگرد تھے علامہ شمس الحق عظیم آبادی، یہ اتنے بڑے محدث ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے زمانے میں ان سے بڑا محدث کوئی نہیں تھا، یا اگر تھے تو ایک دو ہی تھے تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا۔" [محاضرات حدیث: ۴۲۹-۴۳۰]

ان علمائے ذی اکرام کے بعد دیگر علمائے معاصرین و متاخرین کے اقوال و آراء کو باعثِ طوالت سمجھتے ہوئے قلم زد کرتے ہیں۔

متعدد علماء وفضلاء نے محدث ڈیانوی کے بارگاہِ علم و فضل میں اپنی عقیدت کا اظہار عربی، فارسی اور اردو کے متعدد قصائد میں کیا ہے۔ جو کہ "هدایة الطالبین الی مکاتیب الکاملین" میں مذکور ہے، یہ کتاب ۱۳۱۱ھ سے بھی قبل شائع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی تھی۔

شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پرپوتے شیخ ابوعبدالرحمان اسحاق نجدی ایام جوانی میں بغرضِ تحصیلِ علم ہندوستان تشریف لائے تھے۔ یہاں انہوں نے شیخ الکل سید میاں نذیر حسین، شیخ حسین یمانی وغیرہم سے کسبِ علم کیا۔ اسی زمانے میں ڈیانواں بھی تشریف لائے۔ محدث عظیم آبادی کے کتب خانے سے مستفید بھی ہوئے اور محدث موصوف کے فضل وکمال سے انتہائی متاثر بھی۔ چنانچہ انہوں نے محدث ڈیانوی کی شان میں ایک عربی قصیدہ لکھا تھا جو کہ "التعلیق المغنی" (طبع اوّل) کے آخر میں مطبوع ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد قصائد در مدح حضرت ڈیانوی مختلف کتب میں مرقوم ملتے ہیں جن کا احاطہ مقصود نہیں۔

اپنے وقت کی متعدد علمی و دینی تحریکات میں محترم گرامی محدث عظیم آبادی نے نمایاں حصہ لیا۔ ''آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس'' (تاسیس دسمبر ۱۹۰۶ء) کے بانی رکن اور اوّلین امین (خازن) تھے، اور وفات تک امین رہے۔ تحریک ندوۃ العلماء کے مویدین میں شمار ہوتا تھا۔ ''مدرسہ اصلاح المسلمین'' پٹنہ کے سکرٹری تھے۔ ''مدرسہ احمدیہ'' آرہ کے اہم انتظامی رکن اور ''دائرۃ المعارف النظامیہ'' حیدرآباد دکن کے رکن رکین تھے۔

محدث ڈیانوی کی پوری زندگی علم حدیث کی نشر و اشاعت میں بسر ہوئی، آپ کا شمار تیرہویں و چودہویں کے اکابر محدثین میں ہوتا ہے آپ محض طبقہ محدثین کے علمبردار ہی نہیں بلکہ احادیث وسنن کے عامل بھی تھے، پیغمبر آخر الزماں ﷺ سے وہ قلبی نسبت تھی جس کی مہک سے آپ کے گوشہ ہائے دل کا کونہ کونہ معطر تھا، پوری زندگی میں اتباع سنن و آثار کی روح کارفرما تھی باوجود اس کے کہ ایک بہت بڑے خانوادہ کے رکن تھے اور ممدوح کا شمار صوبہ بہار کے اجل رؤسا میں ہوتا تھا مگر مزاج میں کبر ونخوت کا شائبہ تک نہ تھا۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور دین سے غیر معمولی شغف نے موصوف کی طبیعت میں عجز وفروتنی پیدا کردی تھی۔

مولانا عبدالسلام مبارکپوری روایت کرتے ہیں:

''۱۳۲۸ھ کا ایک واقعہ ہے کہ مولوی محمد صاحب نجدی جو فنونِ ادبیہ کے علاوہ حدیثیہ میں بھی بہت ہی دستگاہ رکھتے تھے۔ بھوپال سے بعد انتقال شیخ حسین عرب صاحب ڈیانواں تشریف لائے۔ ان دنوں علامہ ابوالطیب کو زمینداری کا ایک بہت بڑا مقدمہ ہائیکورٹ میں پیش تھا، مولانا مرحوم اس کے الجھاؤ میں تھے سبق میں کمی ہوئی تو وہ بگڑ کھڑے ہوئے، مولانا مرحوم نے معذرت کی اور نقد روپے اور بہت سی کتابیں پیش کیں اور کہا اس وقت مہلت کم ہے انشاء اللہ میں آپ کے حسب خواہ پڑھاؤں گا وہ بگڑے دل علی الصبح روپیوں کو آپ کے بچھاون کے نیچے اور کتابوں کو کمرے میں رکھ کر چل دیے، صبح کو بچھاون جھاڑنے کے وقت روپے ملے اور کتابیں ایک طرف رکھی ملیں۔ اتفاقاً مولوی محمد صاحب صادق پور پٹنہ پہنچے اور اس کمترین سے ملاقات ہوئی۔ دو روز صادق پور میں مہمان رہے کہ علامہ ابوالطیب بھی پٹنہ پہنچے اور جب مولوی محمد صاحب کی خبر پائی تو مجھے روپے دے کر فرمایا کہ یہ ڈیانواں سے روپے اور کتاب چھوڑ کر چلے آئے ہیں ان کو یہ روپے کسی طرح دیدو، میں چلنے کے وقت روپے مولوی محمد صاحب کو دینے لگا اور علامہ ابوالطیب کی جانب سے معذرت کی اور اصرار کیا تو بہت ناخوش ہوئے اور مجھ سے فرمایا: انت بطال آاخذ الادنیٰ؟ و لم یحصل لی الاعلیٰ۔'' [''اہلِ حدیث'' امرتسر: ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء]

علامہ ثناء اللہ امرتسری محدث ابوالطیب شمس الحق کے حسنِ اخلاق کا حسین مرقع پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اخلاق کی یہ کیفیت تھی کہ کبھی آپ کی پیشانی پر بل نہیں دیکھا بلکہ حدیث شریف تبسمک فی وجہ اخیک صدقۃ (ہنس کر بھائی سے ملنا بھی صدقہ کا ثواب ہے) پر پورے عامل تھے۔ میں نے اس حدیث کے عامل علماء کو کم دیکھا ہے۔'' [''اہل حدیث'' امرتسر: ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء]

مولانا حکیم سید عبدالحئی حسنی لکھنوی محدث عظیم آبادی کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں:

"کان حلیما متواضعاً کریماً عفیفاً، صاحب صلاح و طریقة ظاهرة، محباً لاهل العلم .... و کان یحبنی لله سبحانهٗ و کنت احبّه و کانت بینی و بینه من المراسلة ما لم تنقطع الیٰ یوم وفاته."

[نزهة الخواطر: ۸/۱۸۶]

امام عبدالجبار غزنوی اپنے مکتوب گرامی بنام امام ابو الطیب شمس الحق مرقومہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ میں لکھتے ہیں:

''معدن محاسن اخلاق وشیم مجمع مکارم اعمال کرم اخ مکرم حب محترم مکرمی مولوی محمد شمس الحق صاحب موفق خیرات وحسنات بودہ معزز دارین ومکرم کونین شد۔''

[یادگار گوہری: ۴۰-۴۱ مطبع احمدی پٹنہ ۱۸۹۵ء]

عوام الناس کی اصلاح و ہدایت ممدوح کا مطمح نظر تھا اس لیے وعظ و ارشاد میں بڑے ساعی تھے آپ کی نانی بزرگوار فرمایا کرتی:

''تم میرے عزیز کے عزیز ہو مگر جس وقت اللہ کی باتیں سناتے ہو اس وقت نہایت بزرگ معلوم ہوتے ہو۔''

[یادگار گوہری: ۳۹]

مولانا ابوعبدالرحمٰن محمد اشرف، محدث عظیم آبادی کے برادر صغیر تھے محدث ڈیانوی کو ان سے بے انتہا محبت تھی، کبھی سفر وحضر میں جدائی کا موقع نہیں آیا تھا۔ ۱۵ محرم ۱۳۲۶ھ کو مولانا محمد اشرف نے اس حال میں وفات پائی کہ ان کی اولادوں میں سے کوئی بھی حی القائم موجود نہ تھا۔ مولانا محمد اشرف کی وفات پر محدث ڈیانوی کو بے انتہا قلق ہوا، حتیٰ کہ تین سال دو ماہ ۳ دن بعد خود بھی لحد میں جا اترے۔ محدث ڈیانوی کی دو بڑی بہنیں تھیں بڑی بہن کا نکاح مولانا حکیم نجابت احمد نگرنہسوی کے ساتھ ہوا اور دوسری بہن کا علامہ حکیم عبدالباری نگرنہسوی کے ساتھ ہوا جو اپنے عصر کے ماہر طبیب اور علامہ دہر تھے۔ مولانا نجابت احمد اور حکیم عبد الباری دونوں سگے بھائی تھے۔

زمانہ طالب علمی کے دوران ہی محدث شمس الحق ڈیانوی کا نکاح ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو شیخ عبد اللطیف صدیقی چھپراوی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ جب آپ کی اہلیہ کا انتقال ہوا تو آپ کا دوسرا عقد بھی شیخ عبد اللطیف ہی کی دوسری صاحبزادی سے ہوا۔ دونوں بیویوں سے اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور چھ بیٹیاں عطا کیں۔ دو صاحبزادے مولانا حکیم محمد ادریس اور مولانا حافظ محمد ایوب سن شعور سے گزرے، دونوں ہی علوم دینیہ کے ماہر اور جید عالم وفاضل تھے۔ اوّل الذکر نے طویل عمر پا کر دسمبر ۱۹۶۰ء کو ڈھاکہ میں وفات پائی۔ جبکہ ثانی الذکر نے ۱۹۲۴ء میں صادق پور پٹنہ میں وفات پائی۔ محدث ڈیانوی کے احفاد میں مولانا عبداللہ ندوی بن حکیم محمد ادریس ندوہ کے فاضل جید عالم تھے لیکن عین عالم شباب میں ۱۹۳۹ء کو وفات پائی۔ جبکہ ایک دوسرے حفید محمد احسن اللہ تھے جو کئی ایک کتب کے مصنف مگر دینی علوم کے فارغ نہیں تھے۔ انہوں نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو کراچی میں وفات پائی۔ افسوس صد افسوس محدث ڈیانوی کے اخلاف میں کوئی صحیح معنوں میں ان کا جانشین نہیں بن سکا، سچ ہے

قیس سا پھر کوئی اٹھا نہ بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

محدث کبیر شمس الحق عظیم آبادی نے ۱۹ ربیع الاول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۲۹ھ / ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء کو بروز شنبہ (منگل) کو ۶ بجے صبح بعارضہ طاعون وفات پائی۔ محدث کبیر کی وفات سے برعظیم پاک و ہند کے دینی حلقوں پر حزن و ملال کی فضا چھا گئی۔ علامہ کبیر ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

''مولانا شمس الحق کے غروب پر جس قدر جماعت اہل حدیث کو صدمہ ہوا۔ اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا عموماً ہر جگہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ دعا مغفرت کی گئی جو مولانا شمس الحق مرحوم کی قبولیت کی علامت ہے....... مولانا مرحوم کی جدائی سے ان کے احباب کو جو صدمہ ہوا اس کے اظہار کے لیے مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کا ایک خط نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا موصوف فرماتے ہیں:

میں ڈیانواں گیا تھا شب کو مکان واپس آیا ہوں۔ انتقال پر ملال مولانا شمس الحق صاحب (غفرلہ اللہ و رحمہ و رضی عنہ ادخلہ جنۃ نعیم) سے دل پاش پاش ہے۔ اس وقت میرا حال اس شعر کا مصداق ہے۔

لگاؤں تو کیا دل لگاؤں کسی سے؟
رہا ہی نہیں دل لگانے کے قابل

اس مکان کی کیفیت و حالت بھولتی نہیں ہے۔ آہ کیا تھا کیا ہو گیا۔

ع ہمرہاں رفتند و خاکستر نشینم کردہ اند۔ اس وقت دل کا حال یہ ہے کہ جو یار و احباب زندہ ہیں غنیمت معلوم ہوتے ہیں۔ نہ معلوم کون کس وقت ساتھ چھوڑ دے گا جی چاہتا ہے کہ اپنے یاروں سے لپٹ کر خوب روئیں مگر افسوس یاران ہمدم بھی دور ہیں ان کا لقا بھی کب نصیب ہوتا ہے:

فعودوا بی الی آثار لیلٰی
وما یدری الغریب متی یعود

[''اہل حدیث'' امرتسر: ۲۱ اپریل ۱۹۱۱ء]

علامہ کبیر ثناء اللہ امرتسری نے اپنے ہفت روزہ اخبار ''اہل حدیث'' میں شیخ الاسلام امام شمس الحق عظیم آبادی کی وفات پر تعزیتی شذرہ رقم کیا۔ جسے یہاں بطور یادگار من و عن نقل کرتا ہوں:

''مولانا شمس الحق مرحوم''

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

پروردگار کے حکم کے آگے چارہ نہیں بڑے بڑے انبیاء، اولیاء، اصدقاء کے لیے بھی یہی راہ ہے جو ہم گنہگاروں کے لیے مگر نقصان خصوصاً ناقبل تلافی نقصان پر صدمہ ہونا ایک فطری امر ہے۔ مولانا شمس الحق مرحوم کو جو لوگ جانتے ہیں ان کے لیے تو مرحوم کا نام ہی کافی ہے مگر جو لوگ مغفور کو نہیں جانتے ان کے لیے اتنا بتلانا کفایت کرتا ہے کہ مولانا اس قحط الرجال کے زمانہ میں ایک بے نظیر عالم تھے۔ تصنیف و تالیف مع تدریس آپ کا شغل تھا۔ باوجود ایک اچھے خاصے رئیس ہونے کے دینی خدمات میں شب و روز مشغول تھے۔ فن حدیث کا کتب خانہ اتنا تھا کہ ندوۃ العلماء نے جو بنارس میں پرانی کتابوں کی نمائش کی تھی تو مولانا کے کتب خانہ سے بہت سی کتابیں آئیں تھیں۔ مطبع دائرہ المعارف حیدرآباد دکن بھی مرحوم کا ممنون و مرہون احسان تھا۔ فن حدیث کے جملہ شعبوں سے آپ کو شوق ہی نہ تھا بلکہ شغف تھا، آپ نے بہت سی کتب حدیث کی شرحیں عربی میں لکھیں غرض اچھے خاصے جامع محدث کی حیثیت سے تھے۔ موضع ڈیانواں ضلع پٹنہ کے رئیس تھے، اہل حدیث کانفرنس کے امین اور نعم الامین تھے۔ اخلاق کی یہ کیفیت تھی کہ کبھی آپ کی پیشانی پر بل نہیں آیا بلکہ حدیث شریف ''تبسمک فی وجہ اخیک صدقۃ''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر پورے عامل ۔ میں نے اس حدیث کے عامل علماء کو کم دیکھا ہے مرحوم نے ۱۲ ربیع الاوّل (۱۴ مارچ) کو ایک خط لکھا ۔ جو مرحوم کی یادگار کی نیت سے درج کرتا ہوں غالباً اس خط کے بعد مولانا مرحوم نے اپنے قلم سے کوئی خط نہ لکھا ہوگا ۔ کیونکہ ۱۲ ربیع الاوّل کا یہ خط ہے ۱۳ کو آپ کی طبیعت ناساز ہوئی ۔ خط مذکور یہ ہے:

از عاجز فقیر محمد شمس الحق عفی عنہ ۔ بخدمت شریف جامع الفضائل محبی مکرمی مولوی ثناء اللہ صاحب دامت مجدکم ۔ بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ محبت نامہ کارڈ ڈیانواں آکر وصول پایا اور یوم دوم رجسٹری بھی دہلی چاندنی چوک کوٹھی حاجی علی جان مرحوم مولوی حافظ عبدالغفار صاحب کے پاس روانہ کردیا ، اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم عرصہ سے علیل ہیں اور ضعف غالب ہوا جاتا ہے اور غذا بہت کم ، اس لیے بنظر تبدیل آب وہوا کے ڈیانواں سے مع سامان سفر کے روانہ ہوئے اور پہلے جبل راجگیر پر اقامت چاہتے تھے ، پھر بعد یک ماہ کے سفر دہلی وغیرہ کرتے ، اسی خیال سے اپنے طالب العلم سب کو بھی رخصت کردیا اور سب کام کو بند کرکے روانہ ہوئے ۔ حاجی زکریا خاں صاحب کا اصرار تھا کہ ملک متوسط کی طرف روانہ ہوں ، اور انہوں نے کوئی دقیقہ اصرار کا اٹھا نہیں رکھا ، مگر چونکہ خیال جبل راجگیر کا تھا اس لیے ملک متوسط کی طرف نہیں گئے اور راجگیر کی طرف روانہ ہوئے ۔ مگر عرصہ ایک سال سے اطراف پٹنہ و بہار میں سخت طاعون ہے اور بہت لوگ نقصان ہوئے ۔ بعد روانگی میرے معلوم ہوا کہ ڈیانواں میں بھی طاعون آگیا اور بہت زور ہے ، مجبوراً نہایت حیرانی و پریشانی کی حالت میں واپس آئے اور اللہ علامت "یوم یفرّ المرء من اخیہ" کی پایا ۔ ایسا چھوٹا قریہ اور یہ حالت ، اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور امن عطا کرے ۔ میرے سارے خدام بیمار اور بعض بعض بخوف دوسری دوسری جگہوں میں چلے گئے ، عجیب حالت نازک ہے ، اللہ تعالیٰ رحم فرماوے ۔ میرے مختار و منشی اور جو لوگ کام دفتر کا کرنے والے ہیں سب کے سب چپکے روانہ ہوگئے ۔ یہ قریہ گویا اس وقت خالی ہے ۔ ہم اس وقت یہ خط لکھتے ہیں اور طبیعت بالکل حاضر نہیں ہے ۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ کوٹھی حاجی علی جان مرحوم کو امین کانفرنس قرار دیا ، اس سے کانفرنس کو انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ معتد بہا پہنچے گا ، کیونکہ دیانت اور راست بازی میں یہ کوٹھی ضرب المثل ہے ۔ کتاب حساب و کتاب کانفرنس اور تحویل اس کی ایک صندوق میں محفوظ ہے اور منشی جی میری کنجی لے کر کہیں ٹل گئے ہیں ، جب انتشار کم ہوا اور منشی جی واپس آویں تب ہم باقی تحویل اور کتاب کانفرنس جو صندوق کے اندر ہے دہلی روانہ کردیں گے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت جس قدر تحویل باہر دوسری جگہ رکھی تھی یعنی نوسو روپے ، اس کو ہم نے بذریعہ نوٹ کے دہلی روانہ کردیا آدھا اس کا روانہ ہوا ہے اور آدھا اس کے بعد آنے رسید کے روانہ ہوگا ، آپ اطمینان رکھیں ، یہ سب کیفیت ہم نے مکرمی مولوی عبدالغفار صاحب کو بھی لکھ دیا ہے ۔ اللہ اللہ ہر دن دو تین موت ہوتی ہے ۔ سارے لوگ جھونپڑی میں بدحواس ہیں ۔ اشخاص چند اندر مکان کے بستے ہیں ۔

یہ قریہ صغیرہ حکم میں قریہ کبیرہ کے ہے ، چونکہ ساری اشیاء مایحتاج الیہا ہر وقت ملتی ہیں مگر آج کل چونکہ سارے لوگ بھاگے ہوئے ہیں ایک پیسہ کی چینی بھی نہیں ملتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے ۔ زیادہ والسلام مع الشوق ۱۲ ربیع الاول بروز سہ شنبہ ۔ محمد شمس الحق عفی عنہ از

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈیانواں ضلع پٹنہ

اس کے بعد آپ کے صاحبزادے مولوی محمد ادریس صاحب سلمۂ کا خط آیا کہ والد کی طبیعت ناساز ہے آپ بذریعہ کارڈ احباب کو دعا کے لیے اطلاع دیں، باوجود شدت غم کے میں نے فوراً دو تین گھنٹوں میں کارڈ چھپوا لکھا کر ۳ بجے کلکتہ میل پر روانہ کردیے کہ جس طرح ہو مولانا کے اخص احباب کو اطلاع ہو شاید خدا کسی کی دعا قبول کرلے تو مولانا کو صحت ہوجائے۔ مگر آہ اس کوہِ غم کو میں کیا بیان کروں واللہ اس وقت یہ مضمون لکھتا ہوں مگر آنکھوں سے آنسو جاری ہیں دل بے تاب ہے، دم لے لے کر لکھ رہا ہوں، زبان پر جاری ہے۔ اللّٰهم اجرنا فی مصیبتنا و اخلفنا خیراً منه ۔ ۲۴ مارچ کے اہلِ حدیث میں دعا کے لیے اعلان لکھا۔ ۲۴ تاریخ کو جبکہ اخبار کی آخری کاپی نصف چھپ چکی تھی ۔ مولوی ادریس صاحب کا خط آیا کہ مولانا ۱۹ ربیع الاول (۲۱ مارچ) کو ۶ بجے صبح انتقال کر گئے ۔ انا لله و انا الیه راجعون ۔ اسی وقت بذریعہ خطوط قلمی دہلی، وزیرآباد، سیالکوٹ وغیرہ مقامات پر اطلاع دی تاکہ جمعہ کے روز مرحوم کا جنازہ پڑھا جائے ۔ ایک تار ماتمی مرحوم کے پسماندگان کو دیا۔ مضمون ہذا لکھنے کو بیٹھا کہ مولانا شاہ عین الحق صاحب کا آرہ سے خط آیا جس نے دل کو ایسا بے تاب کیا کہ خدا ہی کو معلوم ہے شاہ صاحب نے لکھا:

''اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آج ہندوستان کا آفتاب شمس الحق والملۃ والدین غروب ہوگیا۔ آہ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا اب کیا زندگی کا کوئی مزہ ہے؟''

میں جانتا ہوں میرا یہ بیان مولانا مرحوم کے احباب کو رُلائے گا مگر میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جس طرح میں نے رو رو کر لکھا ہے میرے رونے میں وہ بھی تو شریک ہوں۔ آہ

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

آہ شمس الحق تو نے ہم کو کیسا نقصان پہونچایا، اے کاش تو اپنے جیسا اپنی آنکھوں سے کسی کو دیکھ کر ہم سے جدا ہوتا۔ آہ لوگوں کو نہیں معلوم کہ آج اہلِ اسلام کا عموماً اور اہلِ حدیث کا خصوصاً کیسا ناقابلِ تلافی نقصان ہوا۔ مگر ہاں خدا کا شکر ہے کہ اس وقت اس بے قراری کی حالت میں میرے دل میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ یاد آیا: من كان يعبد محمداً فان محمد قد مات . ﴿ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علىٰ اعقابكم﴾ اس خطبہ سے دل کو قدرے تسکین ہوئی مزید تسکین اس سے ہوئی کہ الحمدللہ مولانا بے خلیفہ نہیں تھے بلکہ آپ کی اولاد میں بڑے صاحبزادے جناب مولوی حکیم محمد ادریس صاحب ماشاء اللہ جامع علوم ہیں خدا سے دعا ہے کہ حکیم صاحب کو مولانا کے نقشِ قدم پر چلنے کی خدا توفیق دے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے مولوی محمد ادریس صاحب اپنے والد ماجد کے بڑے تابعدار فرمانبردار رہے ہیں، آپ پٹنہ میں مطب کرتے ہیں مگر معمولی طبیبوں کی طرح نہیں بلکہ اپنے اشغال کے ساتھ امید ہے اب تو دینی اشغال کو اور بھی ترقی دیں گے۔

گزشتہ جمعہ کے پرچہ میں معمولی خبر کی صورت میں جنازہ کی درخواست تھی مگر آج ذرا مفصل التماس ہے کہ ناظرین مرحوم کے لیے جنازہ غائب پڑھیں جن کی تحقیق میں جنازہ غائب مسنون نہیں وہ دعا مغفرت سے حق ادا کریں۔'' [''اہل حدیث'' امرتسر: ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء]

محدث کبیر ابوالطیب کی وفات پر علماء و فضلاء ہند نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

عربی، فارسی واردو میں متعدد قطعات تواریخ وفات موزوں کیے۔ مگر مجھے مولانا ابواللیث محمد اسحاق فخر غازی پوری کے ذہن رسا کا موزوں کردہ قطعہ تاریخ وفات بزبان اردو بطور خاص پسند ہے چنانچہ اسے یہاں بطور یادگار نقل کر رہا ہوں:

آہ مولانائے شمس الحق محیط علم و فضل
لے گئے تشریف دنیا سے سوئے ملک عدم
آپ کی ذات آج تیرہ سواد ہند میں
علم تفسیر و حدیث و فقہ میں تھی مغتنم
اب کوئی ایسا نظر آتا نہیں اس ہند میں
جس کو ارباب عرب لکھیں کہ یا فخر العجم
اے فلک کس سے چھڑایا تونے ہم کو ہائے ہائے
ہم غریبوں پر نہ کرنا تھا تجھے ایسا ستم
طالبان علم کس سے پوچھیں معنی حدیث
اٹھ گیا ہے شارح قول رسول محتشم
فخر نے کیا خوب لکھی ہے یہ تاریخ وفات
گرچہ ہے بیچارہ پابند غم و درد و الم
حیف صد حیف اب تو یہ سب بے سروپا ہوگئے
فضل و تقویٰ و خرد دین و ادب لطف و کرم
۲۹ ۱۳

[''اہل حدیث'' امرتسر: ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء]

حواشی

(۱) محمد یوسف نعیم کا مترجمہ مضمون ''فجر کی ۲ رکعت سنت کے بعد لیٹنا'' کے عنوان سے پندرہ روزہ ''صحیفہ اہل حدیث'' (کراچی) کی پانچ مختلف اشاعتوں میں طباعت پذیر ہوا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے: ۱۵ مارچ ۲۰۰۶ء، ۱۵ اپریل ۲۰۰۶ء، ۱۵ مئی ۲۰۰۶ء، یکم جون ۲۰۰۶ء اور یکم ستمبر ۲۰۰۶ء۔

(۲) ''رفع الالتباس'' کی اس عربی عبارت کا ترجمہ ایک حنفی عالم مولانا احمد رضا بجنوری کے قلم سے ہے۔ ملاحظہ ہو: انوار الباری ۲/ ۲۲۹۔۲۳۰۔

مادیت بمقابلہ روحانیت

''آج انسان نے زندگی کے خفیہ ترانوں کو پڑھنا شروع کر دیا ہے، پہاڑوں کو اپنا تابع اور زمین کو اپنی ملک بنا لیا ہے، سمندر کے سینے کو چیر کر اور صحرا کو صورت گلستان میں تبدیل کر کے اس نے اپنے تئیں بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ مرگ وزیست کے رازہائے سربستہ سے واقف ہو کر اس نے اپنے ابنائے جنس کی نسلی کشود شروع کر دی ہے۔ مگر اس کے دل کی حالت تو بے آب گیاہ صحرا کی مانند ہے، جہاں ہریالی کا تصور ہی مفقود ہو۔ کاش کہ پہاڑوں کو اپنا تابع، زمین کو اپنی ملک، سمندر کے سینے کو چیرنے، صحرا کو گلستان میں تبدیل کرنے اور اپنے ابنائے جنس کی نسلی کشود کرنے والا یہ انسان، عظمت وکردار کی رفعتوں کو جان سکتا۔ کاش یہ انسان کوئی ایسی مشین بھی بنا سکتا جو نظر کو پاکیزہ، شعور کو اعلیٰ اور دل کو مقدس بنانے کی قدرت رکھتی۔ انسان اپنے گھر کی غلاظت کو تو کوڑے دان میں پھینک کر مطمئن ہو جاتا ہے لیکن اپنی فطرت کی گندگی سے کس طرح خلاصی پائے۔ آہ، اس انسان کا حال تو یہ ہے کہ خیال خیال آوارہ' نظر نظر میں مستی' ذہن ذہن شاطر' نفس نفس میں شہوت۔''

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی کی کتاب
''اسلام اور عصر جدید'' سے ایک اقتباس

www.KitaboSunnat.com

مولانا ضیاالدین اصلاحی (اعظم گڑھ)

عون المعبود کا مصنف کون ھے؟

غایۃ المقصود اور عون المعبود دونوں ابوداؤد شریف کی نہایت اہم اور مشہور شرحیں ہیں اول الذکر کو مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی نے ۳۲ جلدوں میں مرتب کیا تھا مگر اس کی اب تک صرف ایک ہی جلد دہلی کے مطبع انصاری سے شائع ہوئی ہے۔ مولانا کے صاحبزادے مولانا محمد ادریس صاحب جن کی امانت میں مسودہ تھا اس وقت مشرقی پاکستان میں مقیم ہیں اور اب علم وفن سے ان کا اشتغال باقی نہیں رہا۔ اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ بقیہ جلدوں کا مسودہ محفوظ رہا یا نہیں۔ تاہم اس کی ایک جلد جو شائع ہوئی ہے اس سے اس کی اہمیت پوری طرح واضح ہوتی ہے، اس کے شروع میں ایک طویل مقدمہ ہے، جس میں امام ابوداؤد کے حالات اور سنن کے متعلق نہایت مفید معلومات درج ہیں۔ شرح کی اہمیت کے لیے مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری کا یہ بیان نقل کردینا کافی ہوگا:

"حتیٰ رأیت جزءاً واحداً من الشرح الذی الفه الشیخ ابو الطیب شمس الحق المسمی بغایة المقصود فوجدت لکشف کنوزاته کافلا و بجمیع مخزوناته حافلا و لله دره قد بذل فیه وسعه و سعی سعیه."

(ترجمہ) میں نے شیخ ابوالطیب شمس الحق کی شرح غایۃ المقصود کا ایک حصہ دیکھا تو وہ ابوداؤد کے اسرار و غوامض کے کشف واظہار کے لیے کافی وشافی ہے، بخدا یہ خوب ہے، مصنف نے اس میں پوری کاوش کی ہے اور تلاش وجستجو کا حق ادا کردیا ہے۔

عون المعبود: یہ شرح چار جلدوں میں سنن ابوداود کے متن کے ساتھ مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوئی ہے اور دراصل غایۃ المقصود کا خلاصہ اور مختصر ہے، زیادہ تفصیل و وضاحت کا اس میں اس لیے اہتمام نہیں کیا گیا ہے کہ ان مقاصد کے لیے مصنف کے پیش نظر غایۃ المقصود تھی، تاہم شرح کی اہمیت اور عظمت مسلم ہے۔ مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی جیسے باکمال محدث نے اس کی چند جلدیں دیکھ کر اپنی تحسین ومسرت کا اظہار جن الفاظ میں فرمایا تھا اسے عون المعبود کے ناشر مولانا تلطف حسین کی زبانی سنیے:

"ہمارے استاذ مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کی زندگی میں عون المعبود کی تین جلدیں شائع ہوگئی تھیں، وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے اور جب بھی انہیں ملاحظہ فرماتے تو طابع، ناشر، مصحح اور شارح ہر ایک کے لیے دعائے خیر فرماتے اور کہتے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کے نسخۂ سنن کے ضائع ہوجانے کا مجھے جتنا غم تھا وہ سب اسے دیکھنے کے بعد ختم ہوگیا۔"

ایک اشتباہ کا ازالہ: عام طور سے مشہور ومعلوم یہ ہے کہ عون المعبود کے مولف اور شارح مولانا شمس الحق صاحب ڈیانوی ہیں، مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہروی نے علمائے حدیث کے سوانح، خدمات اور کارناموں کے متعلق جو کتاب لکھی ہے اگرچہ اس کی صرف ایک ہی جلد شائع ہوئی ہے اور اس میں علمائے بہار کا کوئی تذکرہ نہیں ہے لیکن جو علماء اپنے القاب سے مشہور ہیں ان کا کتاب کے شروع میں ذکر کرتے ہوئے مولانا شمس الحق صاحب کو صاحب عون المعبود کے لقب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مشہور بتایا ہے۔ موصوف نے علماء اہلحدیث کی خدمات کے عنوان سے ایک مقالہ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی فرمائش پر آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی پچاس سالہ جوبلی کے اجلاس منعقدہ ۲۹ مارچ ۱۹۳۷ء کو علی گڑھ میں پڑھا تھا جو کتابی شکل میں بھی شائع ہوگیا ہے۔ اس میں اور معارف جلد ۵۹ میں ہندوستان میں علم حدیث کے عنوان سے انہوں نے تین قسطوں میں جو مضمون لکھا گیا اس میں بھی مولانا شمس الحق صاحب کو عون المعبود کا شارح بتایا ہے۔ لیکن راقم کو امام ابوداؤد پر مضمون لکھنے کے سلسلے میں جب یہ شرح ذرا توجہ سے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اس کے خطبے ہی سے معلوم ہوا کہ وہ ان کے بجائے ان کے برادر خورد مولانا اشرف الحق صاحب کی شرح ہے، مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور صاحب معجم المطبوعات کے بیان سے بھی یہی پتا چلا۔

یہ معاملہ میرے لیے باعث حیرت تھا اس لیے میں نے مخدومی و محترمی جناب مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے بھی تعجب کا اظہار فرماتے ہوئے مجھے اس کے متعلق چھان بین کر کے مستقل مضمون تحریر کرنے کا حکم دیا۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ اس معاملے کو خود اصل کتاب ہی کے ذریعے حل کیا جائے اس کے دیباچے کی تصریح پہلے ذکر کی جا چکی ہے اس کے بعد جلد اول کے خاتمے پر یہ عبارت اس کا مزید ثبوت تھی:

اللّٰهم تقبله منی و اغفرلی ولوالدی الاخی أبی الطیب الذی اعانتی علی اتمام هذا الکتاب .

(ترجمہ) خداوندا اس شرح کو میری جانب سے قبول کر اور مجھے، میرے والدین اور میرے بھائی ابوالطیب کو جنھوں نے اس کتاب کی تکمیل میں میری مدد کی، بخشش (مغفرت) عطا فرما۔

دوسری جلد کے خاتمے میں پھر اسی مفہوم کی عبارت ہے

قال العبد الفقیر محمد اشرف ....اللّٰهم اغفرلی ولوالدی و لاخی ابی الطیب الذی اعانتی علی اتمام هذا الجز .

(ترجمہ) بندہ محمد اشرف عرض کرتا ہے.........

بخش دے اللہ مجھ کو میرے والدین اور میرے محترم بھائی ابوالطیب کو جنہوں نے اس حصے کی تکمیل میں میری مدد کی اپنی مغفرت سے سرفراز کر۔

ان تحریروں سے پورا یقین ہوگیا کہ عون المعبود کے شارح مولانا اشرف الحق صاحب ہیں اور مولانا شمس الحق صاحب کی غیر معمولی شہرت و مقبولیت کی بنا پر یہ ان کی جانب منسوب ہوگئی لیکن پھر بہت جلد یہ یقین شک و تذبذب میں تبدیل ہوگیا جب تیسری جلد کے خاتمے پر یہ دیکھا کہ

قال العبد الضعیف ابوالطیب محمد بن امیر الشهیر بشمس الحق العظیم آبادی

(ترجمہ) بندہ ناچیز ابوالطیب محمد بن امیر شمس الحق عرض کرتا ہے۔

اور چوتھی جلد کے شروع ہی میں ملا کہ

و بعد فیقول العبد الضعیف ابوالطیب محمد بن امیر الشهیر بشمس الحق .....

(ترجمہ) بندہ محتاج ابو الطیب محمد شمس الحق کی گزارش ہے۔

اور اس جلد کے خاتمے پر نظر آیا

قال العبد الضعیف ابوالطیب محمد بن امیر الشهیر بشمس الخق العظیم آبادی

اسی طرح چوتھی جلد کی شرح اور تنبیہات کے بعد خاتمے میں یہ فقرہ ہے

قال العبد الضعیف ابوالطیب محمد بن امیر الشهیر بشمس الحق العظیم آبادی عفا اللّٰه عنه .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هذا آخر الجزء الرابع من عون المعبود شرح سنن أبی داود تقبل اللّٰہ منی و جعله ذخیرہ لیوم المعاد فقنی لاتمام الشرح الکبیر المسمی بغایة المقصود.

(ترجمہ) بندہ ضعیف ابوالطیب محمد بن امیر شمس الحق عظیم آبادی عفا اللہ عنہ کہتا ہے ...... یہ عون المعبود شرح ابی داؤد کا آخری اور چوتھا حصہ ہے بارالہا اسے میری جانب سے قبول کرا اور اسے میرے لیے ذخیرہ آخرت بنا اور مجھے اس طویل شرح کی تکمیل کی توفیق عطا کر جس کا نام غایۃ المقصود ہے۔

ان تحریروں سے ظاہر ہوتا کہ یہ شرح مولانا شمس الحق صاحب کی ہے یا کم ازکم آخری دونوں جلدیں تو بالیقین ان ہی کی لکھی ہوئی ہیں ، لیکن آگے چل کر مولانا تلطف حسین صاحب کے بیان سے جن کے اہتمام میں یہ سب جلدیں شائع ہوئی ہیں اور جو مولانا شمس الحق صاحب کے ہمعصر، ہم سبق اور بے تکلف دوست تھے ، اس خیال کی بھی تردید ہوگئی اور معلوم ہوا کہ اصل شارح تو صاحبِ غایۃ المقصود ہیں لیکن کئی اور علماء اس کی تکمیل میں ان کے معاون اور شریکِ کار رہے ہیں۔ ذیل میں مولانا تلطف حسین صاحب کے بیان کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے:

مولانا شمس الحق صاحب کو شرح ابوداود لکھنے کا مبارک خیال مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی کی تلقین و ترغیب سے ہوا۔ انہوں نے سنن کے گیارہ نسخے جمع کیے اور ہر ایک کا تقابل کر کے ایک صحیح نسخہ تیار کیا اور اسی کو اصل بنیاد قرار دیا۔ مذی کی تحفۃ الاشراف، منذری کی تلخیص، امام خطابی کی معالم السنن اور ابنِ اثیر کی جامع الاصول وغیرہ کو بھی پیشِ نظر رکھا اور اس کے بعد غایۃ المقصود لکھنا شروع کیا مگر بعض وجوہ سے اسی درمیان میں ایک اور مختصر شرح لکھنے کا خیال ہوا تو عون المعبود کی تالیف شروع کی اور چند ممتاز علماء کو اپنا معاون بنایا جنہوں نے متن اور معارضہ کی تصحیح اور شرح کی تالیف میں ہاتھ بٹایا اور مولانا نے ہر ایک سے حسبِ استعداد جو مناسب خدمت چاہی لی، ان علماء و اعیان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ مولانا ابوعبدالرحمان شرف الحق محمد اشرف ڈیانوی جو شارح کے چھوٹے بھائی ہیں۔

۲۔ مولانا عبد الرحمان مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی جن کے متعلق مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہروی نے لکھا ہے: ''سنن ابی داؤد کی مشہور عربی شرح عون المعبود فی شرح ابی داؤد مولانا شمس الحق ڈیانوی کے ادارے میں آپ بھی مصنف کے شریک تھے اس جماعت میں قاضی یوسف حسین خان پوری ہزاروی اور مولوی محمد شاہجہانپوری بھی تھے مگر مولانا شمس الحق صاحب کو سب سے زیادہ اعتماد آپ پر تھا۔ موخر الذکر ہر دو اصحاب سے اگر سہو ہو جاتا تو اس کی اصلاح شارح علیہ الرحمہ آپ سے کراتے۔''

اس بیان سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں مثلاً عون المعبود کے حقیقی شارح مولانا شمس الحق صاحب ہیں معاونین اور شرکاء میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مصنف کے خاص دست راست تھے۔

۳۔ مولانا ابوعبداللہ محمد ادریس ڈیانوی جو مولانا کے صاحبزادے ہیں۔

۴۔ مولانا عبدالجبار بن نور احمد ڈیانوی جو مصنف کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔

مولانا تلطف حسین صاحب نے ان چار اشخاص کا ذکر کرنے کے بعد لکھا وغیرہم من اہل الفضل یعنی ان کے علاوہ بعض دوسرے اہل کمال بھی شرح کی تکمیل و تالیف میں مصنف کے معاون رہے ہیں جیسا کہ مولوی ابویحییٰ امام خان نوشہروی نے اور دو ناموں کا ذکر کیا ہے:

۵۔ مولانا یوسف حسین صاحب خانپوری جو مولانا محمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسین صاحب کے فرزند ہیں اور عون المعبود پر ان کی تقریظ بھی ہے۔

۶۔ مولانا محمد شاہ جہاں پوری

اس سے معلوم ہوتا ہے یہ تمام حضرات بھی عون المعبود کی شرح و تالیف میں کسی نہ کسی حیثیت سے مصنف کے ساتھ شریک اور ان کے ایماء و اشارہ کے مطابق اس کام کو انجام دیتے رہے ہیں مولانا تلطف حسین صاحب لکھتے ہیں:

فانهم امتثلو بما امر به ابو الطيب الشارح و قاموا لخدمة ما كلف به اناء الليل و النهار.

(ترجمہ) یہ تمام لوگ شارح عون المعبود مولانا شمس الحق صاحب کے حکم کی تعمیل کرتے اور شب و روز اس خدمت کو انجام دیتے جو مولانا ان کے سپرد کرتے تھے۔

اس کے بعد چند تقریظیں آخر میں درج ہیں جن میں سے بعض میں تفصیل مذکور ہے اور بعض میں نہیں ہے لیکن سب سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عون المعبود مولانا شمس الحق صاحب کی شرح ہے۔

مقدمہ تحفۃ الاحوذی میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے جو مختصر سوانح تحریر کیے گئے ہیں اس میں بھی اس کا ذکر ہے کہ انھوں نے چار سال تک مولانا شمس الحق صاحب کی خدمت میں رہ کر عون المعبود کی ترتیب و تالیف میں مدد دی ہے اور شارح کو ان پر بڑا اعتماد و اعتبار تھا۔

مزید تحقیق و تفتیش کی غرض سے اس مسئلے کو موجودہ جماعت اہلحدیث کے ایک ممتاز ترین اور مشہور عالم مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری سے دریافت کیا گیا، انھوں نے بھی یہی فرمایا کی اصلی شارح مولانا شمس الحق صاحب ہیں اور دوسرے حضرات ان کے معاون تھے اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری اپنی خاص استعداد و صلاحیت کی بنا پر مصنف کے زیادہ معتمد تھے، اور خود مصنف معاونین سے جو کچھ لکھاتے انھیں بغور دیکھ کر مناسب اصلاح و ترمیم کرتے تھے۔

اس کے علاوہ تلاش و تحقیق کے جو ممکن طریقے ہو سکتے تھے اختیار کیے گئے مولانا محمد ادریس صاحب کا پتا معلوم کرنے کی پوری کوشش کی گئی لیکن نہیں معلوم ہو سکا اس لیے اس معاملے میں ان سے استصواب نہیں کیا جا سکا۔

ان تنقیحات اور تحقیقات سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ مولانا شمس الحق صاحب عون المعبود کے اصل شارح ہیں جیسا کہ مشہور بھی ہے۔

۲۔ کتاب کے بعض حصوں پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولین دو جلدیں مولانا کے چھوٹے بھائی اشرف صاحب نے اور آخری دونوں جلدیں انھوں نے خود تحریر فرمائی ہیں۔

۳۔ اس کتاب کی ترتیب و تالیف میں کئی علماء جن کے اسماء پہلے گزر چکے ہیں، مولانا شمس الحق صاحب کے معاون اور شریک کار تھے اور شارح و معاونین کی تحریر میں حسب ضرورت مناسب صلاح بتاتے تھے۔

۴۔ ایک اور احتمال یہ ہے کہ عون المعبود مکمل مولانا اشرف صاحب کی شرح ہے، مولانا خلیل احمد صاحب اور صاحب معجم المطبوعات نے یہی سمجھا ہے، لیکن خود شرح کی تصریحات اور مرحوم و موجود کئی علماء کے اقوال سے جو اوپر گزرے ہیں اس پوری تردید ہوتی ہے، اس لیے یہ احتمال سرے سے پیدا ہوتا ہی نہیں۔

دوسرا احتمال بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے مگر جو لوگ کتاب کی ترتیب و تالیف اور اشاعت میں شریک اور دخیل رہے ہیں وہ اس کی مطلق تصریح نہیں کرتے اور یہ پورے دعوے اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مولانا تلطف حسین صاحب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ اس معاملے میں کسی کو واقفیت نہیں ہو سکتی وہ مصنف کے نہ صرف گہرے دوست اور ہم سبق ہیں، بلکہ کتاب کے ناشر اور اس کی تکمیل پر مصنف کو برابر اکساتے اور آمادہ کرتے رہے ہیں، اور مولانا عبید اللہ صاحب کا بیان اصل میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری سے جو شریک تصنیف تھے سے سنا ہوا ہے اس لیے وہ بھی بہت اہم ہے۔ ان قطعی بیانوں کی موجودگی میں دوسرے احتمال کی کسی طرح کی گنجائش ہی باقی نہیں رہ جاتی، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کتاب کے کچھ حصے مولانا اشرف صاحب کے تحریر کردہ ہیں اور مولانا شمس الحق صاحب نے ان کی دلدہی اور برادرانہ شفقت کی وجہ سے ان کی جانب کچھ حصے منسوب ہو جانے کو ناپسند نہیں کیا۔

البتہ پہلا احتمال جو مشہور بھی ہے بالکل صحیح ہے اور تیسرا احتمال بھی اپنی جگہ درست ہے کہ بعض اہل علم نے کتاب کی ترتیب و تبویب اور شرح و تالیف میں تعاون کیا ہے اس تعاون کی وجہ سے ان کی جانب کتاب منسوب نہیں کی جا سکتی اور دنیائے تصنیف و تالیف کا یہ ایک عام طریقہ ہے کہ اساتذہ اور شیوخ اپنے شاگردوں سے مواد، معلومات اور آخذ جمع کراتے اور کتاب کی تالیف میں متعدد امور ان کے سپرد کر دیتے ہیں، اور کچھ ابواب بھی ان سے لکھاتے ہیں اور حسب ضرورت اس میں معمولی یا غیر معمولی ترمیم بھی کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اصل کتاب اساتذہ کی جانب منسوب ہوتی ہے اور اسے معیوب نہیں سمجھا جاتا۔

(ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ: اپریل ۱۹۶۱ء)

عبادت کیا ہے؟

''عبادت'' ایک جامع لفظ ہے، جس میں وہ تمام باطنی و ظاہری اقوال و اعمال داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند اور اس کی خوشنودی کا باعث ہیں۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، راست گوئی، امانتداری، والدین کی اطاعت شعاری، صلہ رحمی، ایفائے عہد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، کفار و منافقین سے جہاد، پڑوسی، یتیم، مسکین، مسافر اور مملوک...... خواہ وہ مملوک انسان ہوں یا جانور...... کے ساتھ حسنِ سلوک، دعا، ذکرِ الٰہی، تلاوت قرآنِ کریم اور اس قسم کے تمام اعمالِ صالحہ اجزائے عبادت میں سے ہیں۔ اسی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، اللہ تعالیٰ کی خشیت اور انابت، اس کے دین کے لیے جذبۂ اخلاص، اس کے حکم پر صبر، اس کی نعمتوں کی شکرگزاری، اس کی ذات پر توکل، اس کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب کا خوف۔ اس قسم کی تمام صفات بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شامل ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی وہ انتہائی غایت اور مقصد ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ کارخانۂ عالم تخلیق کیا۔ جیسا کہ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات:٥٦] ''اور ہم نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ ہماری عبادت کریں۔'' اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لیے تمام رسولوں کو بھیجا گیا۔''

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب "العبودیۃ" سے ایک اقتباس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا عزیز احمد مدنی
جامعہ اسلامیہ سنابل، دہلی

سنن أبی داود کی تین شروح

غاية المقصود، عون المعبود اور بذل المجهود

مختصر تقابلی جائزہ

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام علیٰ سيد المرسلين و على اله و صحبه أجمعين و على جميع من تبعهم باحسان الیٰ یوم الدین . أما بعد!

مذہب اسلام دنیا کے تمام مذاہب میں آخری، کامل اور مکمل مذہب ہے جو زماں و مکاں کی قید سے آزاد، آفاقی و عالمگیر دین ہے۔ جس نے سارے ادیان و مذاہب کو منسوخ کردیا ہے۔ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں پر لازم ہے کہ مذہب اسلام ہی سے رہنمائی حاصل کریں۔

مذہب اسلام کے بنیادی مصادر قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ ہیں۔ قرآن مجید ایک اصولی کتاب ہے اور حدیثِ نبوی ﷺ اس کی شرح و تفسیر ہے۔ قرآن و حدیث دونوں مستقل حجت ہیں۔ ان میں کوئی مقدم و مؤخر نہیں اور جس طرح قرآن کا انکار موجب کفر ہے اسی طرح کسی حدیثِ صحیح کا انکار بھی موجب کفر ہے۔

علماء و محدثین نے ہر زمانہ میں مختلف پہلوؤں سے احادیث کی تدوین و تالیف کی ہے فنِ اسماء الرجال اور فن جرح و تعدیل وغیرہ کے ذریعہ علم حدیث کو اس طرح منظم و مرتب کردیا ہے جس پر دنیا کے لوگ حد درجہ حیران ہیں۔ یقیناً یہ بھی اسلام کا ایک عظیم معجزہ ہے۔

احادیث کے مضامین و مشتملات کے اعتبار سے جو کتب حدیث مرتب ہوئی ہیں ان کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ اول: الجامع، دوم: السنن۔

۱-الجامع: حدیث کی وہ کتاب ہے جو سارے مضامینِ احادیث کو جامع ہو، باعتبار مضامین احادیث کی آٹھ قسمیں ہیں: احادیثِ عقائد، احادیث احکام، احادیثِ زہد و رقاق، احادیثِ آداب، احادیثِ تفسیر، احادیثِ سیر و تاریخ، احادیثِ ملاحم و فتن اور احادیثِ مناقب۔

کتبِ ستہ میں دو کتابیں جامع ہیں صحیح بخاری اور سنن ترمذی۔ صحیح مسلم کو علماء نے جامع نہیں کہا ہے اس لیے کہ اس میں احادیثِ تفسیر بہت کم ہیں۔

۲-السنن: السنن احادیث کی وہ کتاب ہے جو حدیث کی مذکورہ آٹھوں اقسام کو جامع نہ ہو جیسے سنن أبی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ یا ان اقسام ثمانیہ کو جامع تو ہو مگر اس کی ترتیب فقہی طرز پر ہو جیسے جامع ترمذی کہ اس کو سنن بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس کے مباحث کی ترتیب فقہی انداز کی ہے(۱)۔

احادیث کی کتابوں میں حسب ذیل کتابوں کو کتب ستہ کہا جاتا ہے: صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن الترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ۔ ان چھ کتابوں میں صحیح بخاری، سنن ابی داود اور سنن ترمذی کی شرح و توضیح پر علمائے امت نے زیادہ توجہ دی ہے۔ جتنی شرحیں ان کتابوں کی لکھی گئی ہیں اتنی کسی اور کتاب کی نہیں لکھی گئیں (۲)۔

سنن کی کتابوں میں امام ابوداود سجستانی کی کتاب السنن سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس لیے کہ اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے وہ تمام احادیث وروایات ذکر کردی ہیں جن سے ائمہ وفقہا استدلال کرتے ہیں، چونکہ امام ابوداود نے تمام روایات کی سندیں بھی ذکر کردی ہیں اور بیشتر مقامات پر احادیث کے ضعف کی بھی صراحت کردی ہے۔ اس لیے احادیث وروایات سے کس کا استدلال صحیح ہے اور کس کا صحیح نہیں اس کا فیصلہ اہلِ علم بڑی آسانی سے کرسکتے ہیں۔

سنن ابی داود کی جو شرحیں لکھی گئی ہیں ان کی اجمالی فہرست آگے آرہی ہے ان تمام شرحوں میں برصغیر پاک وہند میں تین شروح یعنی غایۃ المقصود، عون المعبود اور بذل المجہود زیادہ مشہور ہیں۔ اسی لیے میرے مقالہ کا موضوع ہے ''سنن ابی داود کی تین شروح ''غایۃ المقصود''، ''عون المعبود'' اور ''بذل المجہود'' ایک مختصر جائزہ'' میرے اس مقالہ کے مباحث کچھ اس طرح ہیں:

۱- امام ابوداود صاحب ''السنن''
۲- سنن ابی داود کی تینوں شرحوں کے مولفین
۳- تینوں شروح کی تالیف کا پسِ منظر
۴- تینوں شرحوں کی خصوصیات
۵- شرحوں کا اسلوب
۶- اعتقادی منہج
۷- فقہی مسلک
۸- قالِ ابوداود پر بحث
۹- قبولِ عام

امام ابوداود السجستانی صاحب السنن

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی سلیمان بن اشعث بن اسحٰق بن بشیر ہے اور کنیت ابوداود اور سجستانی نسبت ہے۔ سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے:

سلیمان بن اشعث بن اسحٰق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی (۳)۔ آپ کے جداعلیٰ عمران کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے کہ انہوں نے جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کا ساتھ دیا تھا اور اسی جنگ میں قتل کیے گئے تھے (۴)۔

ولادت وخاندان

آپ کی ولادت ۲۰۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا نسبی تعلق مشہور قبیلہ ''ازد'' سے ہے۔ اس لیے آپ کو ازدی بھی کہا جاتا ہے اور سیستان (جو سندھ اور ہرات کے درمیان قندھار کے قریب ایک مشہور ملک ہے) کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''سجستانی'' اور ''سجزی'' بھی کہا جاتا ہے (۵)۔

تحصیلِ علم

سوانح نگار آپ کے بچپن کے حالات سے بالکل خاموش ہیں آپ کی پرورش وپرداخت کس طرح ہوئی اور تعلیم کب اور کہاں شروع ہوئی؟ اس کا تذکرہ کسی کے یہاں نہیں ملتا ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ جب آپ نے آنکھیں کھولیں تو اس وقت علم حدیث کا حلقہ کافی وسیع ہوچکا تھا۔ آپ نے حدیثِ رسول ﷺ کے جمع وحصول کے لیے متعدد مقامات کا سفر کیا۔ تذکرہ نگاروں نے بلادِ اسلامیہ میں سے مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وبصرہ کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ اس سلسلے میں کئی بار بغداد تشریف لے گئے۔ نیسا پور، مرو، اصبہان وغیرہ کے محدثین سے خوب استفادہ کیا اور پھر بصرہ میں سکونت اختیار کی (۶)۔

شیوخ

آپ کے اساتذہ کا استقصاء اور شمار دشوار ہے۔ حافظ ابن حجر نے سنن اور دیگر کتابوں کے پیشِ نظر ان کی تعداد تین سو سے زائد بتائی ہے۔ امام بخاری، امام مسلم، امام احمد بن حنبل، قعنبی، اسحٰق بن راہویہ اور ابوثور جیسے بلند پایہ فقہائے محدثین اور ابوبکر بن ابوشیبہ، ابوالولید طیالسی، یحییٰ بن معین، مسدد بن مسرہد، ہشام بن عبدالملک جیسے نامور ناقدین فن اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ائمہ محدثین آپ کے اہم اساتذہ میں سے ہیں(۷)۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کا حلقہ بھی کافی وسیع ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ان کے لیے سب سے زیادہ قابلِ فخر بات یہ ہے کہ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے امام ترمذی اور امام نسائی کو بھی آپ سے تلمذ حاصل ہے(۸)۔ امام احمد بن حنبل جو آپ کے استاذ ہیں انہوں نے آپ سے حدیث عتیرہ کی روایت کی ہے۔ جس پر ابوداود کو فخر و ناز تھا۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں رواۃ سنن ابوعمر واحمد بن علی بن حسن بصری، ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو لولوی، ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد اعرابی، ابوبکر محمد بن عبدالرزاق بن داسہ کے سوا ابوبکر محمد بن خلال، ابوعوانہ، یعقوب بن اسحاق اسفرائنی اور آپ کے بیٹے ابوبکر بن ابی داود کافی معروف و مشہور ہیں(۹)۔

وفات

آپ کی وفات بصرہ میں ۱۶ شوال ۲۷۵ھ کو ہوئی اور عباس بن عبدالواحد ہاشمی نے جنازہ کی نماز پڑھائی(۱۰)۔

مذہب و مسلک

مذہب و مسلک کے تعلق سے بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کو حنبلی المسلک اور بعض نے شافعی المسلک لکھا ہے۔ لیکن یہ محض درسی نسبت ہے اور غالباً امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے اکثر و بیشتر مسائل میں موافقت کے سبب تذکرہ نگاروں کو ایسی غلط فہمی ہوگئی ہے۔ علامہ طاہر الجزائری نے آپ کے کسی بھی امام کی تقلید کی نفی کی ہے۔ فرماتے ہیں:

" اما البخاري و ابوداود فاماما ن في الفقه و كان من اهل الاجتهاد ."

اسی مؤقف کی ترجمانی علامہ ذہبی نے اپنی کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں ان الفاظ میں کی ہے:

" و كان على مذهب السلف في اتباع السنة و التسليم لها ترك الخوض في مضائق الكلام ."(۱۱)

امام کا زہد و ورع

دوسرے ائمہ حدیث و فقہ کی طرح ورع و زہد، تقویٰ اور جملہ معاملات و مسائل زندگی میں تمسک بالسنۃ کے مقام بلند پر فائز تھے۔ ابنِ حبان فرماتے ہیں:

''ابوداود فقہ، علم، حفظ، عبادت، ورع اور ضبط و اتقان ہر اعتبار سے دنیا کے اماموں میں سے ایک امام تھے۔''(۱۲)

ابنِ کثیر فرماتے ہیں:

"كان ابو داود في اعلىٰ درجة النسك و العفاف و الصلاح و الورع ."

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

''وہ حدیث و فقہ کے سرخیل تھے۔ عظمت و اعزاز اور صلاح و تقویٰ کے حامل انسان تھے۔ اپنے استاذ احمد بن حنبل سے بڑی مشابہت رکھتے تھے۔''(۱۳)

قناعت پسندی آپ کا شیوہ تھا۔ آپ ہی کا یہ قول بتایا جاتا ہے کہ ''جس نے موٹے جھوٹے لباس اور روکھے سوکھے کھانے پر قناعت کیا۔ وہ بہت سی جسمانی تکالیف اور اذیتوں سے آرام پا گیا۔''

امام ابوداود کی فقہی بصیرت

امام ابوداود جس طرح فنِ حدیث کے مقتدیٰ اور پیشوا مانے گئے ہیں۔ اسی طرح آپ کو فقہ و اجتہاد میں بھی امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ فقہی بصیرت اور عمیق نظر رکھنے کے سبب بعض علماء نے آپ کو فقہ و اجتہاد میں امام بخاری کے بعد دوسرا درجہ دیا ہے۔ جملہ اصحاب تراجم نے آپ کے اس وصف کا تذکرہ کیا ہے۔ صاحب ''شذرات الذهب'' نے آپ کو "راساً في الحديث و راساً في الفقه" کہا ہے۔ امام ابوحاتم آپ کو امام فقہ قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

" ابو داود احد ائمة الدنيا فقها و علما و حفظا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و نسکا و ورعا و اتقانا." (۱۴)

امام ابوداود اہل علم کی نگاہ میں

ابراہیم حربی فرماتے ہیں:

''فنِ حدیث ان کے لیے اسی طرح نرم کردیا گیا تھا جس طرح داود علیہ السلام کے لیے لوہا۔''

موسیٰ بن ہارون کہتے ہیں:

''ابوداود دنیا میں حدیث کے لیے اور آخرت میں جنت کے لیے پیدا ہوئے۔ ابوداود سے بہتر ہم نے کسی کو نہیں دیکھا۔''

امام حاکم فرماتے ہیں:

''ابوداود بالاتفاق اپنے زمانہ کے امام الحدیث تھے۔''

امام نووی فرماتے ہیں:

''ابوداود کے فضل وکمال پر تمام علماء متفق ہیں۔ تمام لوگوں نے انہیں حفظِ کامل، علم وافر، اتقان، حفظ اور ورع فی الدین سے متصف گردانا ہے وہ حدیث وغیرہ کے فنون میں ذہن رسا رکھتے تھے۔'' (۱۵)

حافظ ابوعبداللہ ابن مندہ کہتے ہیں:

''جن لوگوں نے احادیث کی تخریج کی اور ثابت و معلول اور غلط وصحیح کی تمیز کی وہ چار اشخاص ہیں۔ امام بخاری، امام مسلم اور ان کے بعد ابوداود السجستانی اور نسائی۔'' (۱۶)

تالیفات

آپ کی سب سے اہم اور مشہور تصنیف کتاب السنن ہے۔ اس کے علاوہ بھی درج ذیل تصنیفات مشہور ومعروف ہیں:

کتاب الزھد، کتاب المراسیل، کتاب الرد علی اہل القدر، الناسخ والمنسوخ، مسائل امام احمد، فضائل الانصار، مسند مالک، البعث والنشور، دلائل النبوۃ، التفرد فی السنن، سوالات آجری عن ابی داود، کتاب المصابیح والمصاحف وغیرہ۔

کتبِ حدیث میں سنن ابی داود کا مرتبہ ومقام

کتبِ احادیث میں آپ کی کتاب ''السنن'' کو کافی بلند رتبہ ومقام حاصل ہے۔ متقدمین ومتاخرین تمام علماء نے اسے سراہا ہے اور اس کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ خطابی اپنی کتاب ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

''امام ابوداود کی سنن بلاشبہ ایک ایسی عمدہ کتاب ہے کہ علم دین میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ یہ کتاب علماء کے تمام فرقوں اور فقہاء کے سب طبقوں میں باوجود اختلاف مذاہب کے حَکَم مانی جاتی ہے۔''

امام ابوداود سے قبل محدثین کی تصانیف جملہ اقسام حدیث کو جامع ہوتی تھیں لیکن صرف سنن واحکام پر حدیثیں کسی نے جمع نہیں کیں اور نہ طویل احادیث سے اس کی تلخیص و اختصار کا کام کسی نے کیا اسی لیے یہ کتاب علماء ومحدثین کی نگاہ میں اعجاب کا باعث بنی رہی (۱۷)۔ امام ابوداود خود فرماتے ہیں کہ: ''اس کتاب میں میں نے صرف احکام کی حدیثیں شامل کی ہیں۔'' (۱۸) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام موصوف کے پیشِ نظر احکام کی ایسی حدیثیں اور ان کے دلائل کا استیعاب رہا ہے جن سے ائمہ نے اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ یہ کتاب فقہاء کے مستدلات کی ایک جامع کتاب ہے۔ اسی کے پیشِ نظر امام غزالی نے یہ صراحت کی ہے کہ

''علمِ حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کے لیے کافی ہے۔'' (۱۹)

ابوجعفر بن زبیر کہتے ہیں کہ

''احکام کی حدیثوں کے حصر و استیعاب میں ابو داود کو خاص امتیاز حاصل ہے جو دوسروں کے حصہ میں نہیں۔'' (۲۰)

سنن ابی داود چار ہزار آٹھ سو احادیث کا مجموعہ ہے جسے امام موصوف نے پانچ لاکھ احادیث سے منتخب فرمایا ہے (۲۱)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس کو تمام لوگوں نے متفقہ طور پر ترک کر دیا ہو۔ اس کتاب کی عظمت کے لیے ابن الاعرابی کا یہ قول کافی ہے کہتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس مصحف ہو اور ابوداؤد کی یہ کتاب تو دونوں کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی قطعاً ضرورت نہیں (۲۲)۔ زکریا ساجی نے کتاب سنن کو اسلام کا عمود وستون قرار دیا ہے۔

علامہ ابن القیمؒ رقمطراز ہیں:

''ابوداؤد کی ''السنن'' کو اسلام میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ تمام اختلافی مسائل میں وہ اہل اسلام کے مابین حکم کی حیثیت رکھتی ہے۔ احکام کی بیشتر روایات بہترین انتخاب کے ساتھ نظم و ترتیب سے اس کتاب میں جمع کر دی گئی ہیں اور مجروحین وضعفاء کی روایتوں سے اسے پاک رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔'' (۲۳)

کتاب السنن میں امام ابوداود کا منہج

امام ابوداؤد نے اپنے مکتوب بنام اہل مکہ میں کتاب السنن کے منہج پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ذیل میں ان کی کچھ باتیں نقل کی جاتی ہیں:

۱۔ میں نے ہر باب میں صرف ایک یا دو حدیثیں نقل کی ہیں۔ اس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ اگر ان سب کو میں ذکر کرتا تو ان کی تعداد کافی بڑھ جاتی۔ اس سلسلہ میں میرے پیش نظر صرف قرب منفعت رہا ہے۔

۲۔ اگر کسی روایت کے دو یا تین طرق سے آنے کی وجہ سے میں نے کسی باب میں اسے مکرر ذکر کیا تو اس کی وجہ صرف بعض کلمات کا اضافہ ہے۔ بسا اوقات بعض سندوں میں کوئی لفظ زائد ہوتا ہے جو دوسری سند میں نہیں ہوتا اسی اضافہ کو بیان کرنے کے لیے میں نے ایسا کیا۔

۳۔ بعض طویل حدیثیں ایسی ہیں جن کو میں نے مختصر کر دیا ہے۔ کیونکہ اگر میں انہیں پوری طرح ذکر کرتا تو لوگوں کی نگاہ سے بعض مقاصد اوجھل رہتے اور اصل نکتہ وہ نہ سمجھ پاتے۔ بایں وجہ زوائد کو حذف کر کے صرف اس ٹکڑے کے ذکر پر میں نے اکتفاء کیا ہے جو اصل مقصد سے مناسبت و مطابقت رکھتا ہے۔

۴۔ کتاب السنن میں میں نے کسی متروک الحدیث شخص سے کوئی روایت نہیں نقل کی ہے اور اگر صحیح روایت نہ ہونے کی وجہ سے کسی باب میں کوئی روایت آئی بھی ہے تو اس کی نکارت واضح کر دی گئی ہے۔

۵۔ میری اس کتاب میں اگر کوئی روایت ایسی ہے جس میں شدید ضعف پایا جاتا ہے تو اس کا یہ ضعف بھی میں نے واشگاف کر دیا ہے اور اگر کسی روایت کی سند صحیح نہیں اور میں نے اس سکوت اختیار کیا ہے تو وہ میرے نزدیک صالح اور لائق احتجاج ہے نسبتاً ان میں سے بعض بعض سے اصح ہیں۔

۶۔ اس کتاب میں بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جو غیر متصل مرسل اور مدلس ہیں۔ صحیح روایت موجود نہ ہونے کی صورت میں بیشتر محدثین ایسی روایتوں کو مستند و معتبر مانتے ہیں اور ان پر متصل ہی کا حکم لگاتے ہیں۔

۷۔ میں نے کتاب السنن میں صرف احکام کی حدیثوں کو شامل کیا ہے۔ اس میں زہد اور فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق حدیثیں درج نہیں۔ یہ کتاب کل چار ہزار آٹھ سو حدیثوں پر مشتمل ہے۔ جو سب کے سب احکام کے سلسلہ کی ہیں۔ ان احادیث کے علاوہ زہد و فضائل وغیرہ امور میں بھی بکثرت احادیث مروی ہیں جن کی تخریج میں نے اپنی اس کتاب میں نہیں کی ہے (۲۴)۔

کتاب السنن کی شروح اور متعلقات

۱۔ معالم السنن، ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی البستی المتوفی ۳۸۸ھ مطبوع

۲۔ مختصر السنن، زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری

www.kitabosunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

التوفی ۶۵۶ھ

۳۔ العد المودود فی حواشی سنن ابی داؤد، زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری التوفی ۶۵۶ھ

۴۔ تہذیب السنن، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد الزرعی الدمشقی ابن قیم الجوزیہ التوفی ۷۵۱ھ

۵۔ شرح السنن، عمر بن رسلان بن نصر البلقینی التوفی ۸۰۵ھ

۶۔ شرح السنن، ابو ذرعہ ولی الدین احمد بن عبدالرحیم العراقی التوفی ۸۲۶ھ

۷۔ شرح السنن، شہاب الدین احمد بن حسین بن ارسلان الرعی التوفی ۸۴۴ھ

۸۔ مرقات الصعود الی سنن ابی داؤد، امام سیوطی التوفی ۹۱۱ھ

۹۔ فتح الودود علی سنن ابی داؤد، ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندی التوفی ۱۱۳۸ھ

۱۰۔ غایۃ المقصود فی حل ابی داؤد، ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی التوفی ۱۹۱۱ء

۱۱۔ عون المعبود شرح ابی داؤد، ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی التوفی ۱۹۱۱ء

۱۲۔ المنہل العذب المورود شرح سنن الامام ابی داؤد محمود محمد خطاب السبکی التوفی ۱۳۵۲ھ

۱۳۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد، خلیل احمد سہارنپوری التوفی ۱۳۴۶ھ

۱۴۔ تسمیہ شیوخ ابی داؤد، ابوعلی حسین محمد الجیانوی التوفی ۴۸۹ھ

۱۵۔ درجات مرقاۃ الصعود، علامہ دمنتی

۱۶۔ المجتبیٰ، زکی الدین ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ المنذری البصری التوفی ۶۵۶ھ

۱۷۔ انتخاء السنن واقتفاء السنن، شہاب الدین ابومحمود احمد بن محمد ابن ابراہیم المقدسی التوفی ۷۶۹ھ

۱۸۔ شرح سنن ابی داؤد، سراج الدین عمر بن علی بن الملقن الشافعی التوفی ۸۰۴ھ یہ شرح کامل نہیں ہے۔

۱۹۔ شرح سنن ابی داؤد، علاء الدین مغلطائی، التوفی ۷۶۲ھ۔ یہ دونوں شرحیں کامل نہیں ہیں۔

۲۰۔ شرح سنن ابی داؤد، قطب الدین ابوبکر بن احمد الیمنی الشافعی التوفی ۶۵۶ھ

۲۱۔ شرح سنن ابی داؤد، بدرالدین محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ

۲۲۔ شرح سنن ابی داؤد، شیخ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی التوفی ۶۷۷ھ، یہ ناتمام ہے۔

۲۳۔ الہدی المحمود ترجمہ سنن ابی داؤد، وحیدالزماں بن مسیح الزماں لکھنوی

۲۴۔ فلاح و بہبود شرح اردو قال ابوداؤد، محمد حنیف گنگوہیؒ

۲۵۔ رحمت الودود علی رجال سنن ابی داؤد، تالیف مولانا رفیع الدین شکرانوی التوفی ۱۳۳۷ھ

۲۶۔ عون الودود فی شرح سنن ابی داؤد، مولانا محمد بن نور الدین ہزاروی

۲۷۔ سنن ابی داؤد پر عربی زبان میں حاشیہ، شیخ حسین بن محسن یمانی التوفی ۱۳۲۷ھ

۲۸۔ فیض الودود تعلیق سنن ابی داؤد، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی التوفی ۱۹۸۷ء

سنن ابی داود کی تینوں شرحوں کے مؤلفین
شیخ شمس الحق محدث ڈیانوی عظیم آبادی

نام ونسب

آپ کا نام محمد شمس الحق کنیت ابوالطیب اور نسبت عظیم آبادی اور ڈیانوی۔ سلسلہ نسب حسب ذیل ہے: ابوالطیب محمد شمس الحق بن شیخ امیر علی بن شیخ مقصود علی بن غلام حیدر بن ہدایت اللہ بن محمد زاہد بن نور محمد بن شیخ علاؤ الدین۔

آپ کا سلسلہ نسب دادیہال اور نانیہال دونوں طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ مسکن و مولد کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو عظیم آبادی (۲۵) اور ڈیانواں (۲۶) کی طرف نسبت کرتے ہوئے ڈیانوی بھی کہا جاتا ہے۔

ولادت وطفولیت

جولائی ۱۸۵۷ء مطابق ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ میں مقام رمنہ (۲۷) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا شیخ گوہر علی صاحب اس محلہ میں رہتے تھے۔ پانچ سال کی عمر میں اپنی والدہ کے ہمراہ ڈیانواں چلے آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہ آپ کا ننھیال تھا۔ گیارہ سال کی عمر میں والد کا سایہ اٹھ گیا۔ آپ کی پرورش ننھیال میں بڑے لاڈ پیار سے ہوئی اور باپ کے سایہ شفقت سے محرومی کا احساس تک بھی آپ کو نہ ہوا۔

تعلیم وتربیت

۱۲۸۲ھ میں مولوی محمد ابراہیم نگرنہسوی نے بسم اللہ کرائی، ابتدائی تعلیم ڈیانواں میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ فارسی کی کتابوں کی تکمیل کے بعد عربی شروع کی اور مختلف علوم وفنون کی متداول کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۹۲ھ میں حصول علم کے لیے ڈیانواں سے باہر نکلے۔ لکھنؤ اور مراد آباد پہنچے ۱۲۹۴ھ میں دوبارہ مراد آباد گئے۔ ۱۲۹۵ھ میں دہلی میں شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک سال تک حضرت مولانا سے استفادہ کر کے سند اجازت حدیث حاصل کی اور وطن واپس آ گئے۔ چھ سال بعد ۱۳۰۲ھ میں حضرت میاں صاحب سے کتب ستہ کے علاوہ مؤطا، سنن درامی، سنن دارقطنی وغیرہ سبقاً سبقاً پڑھیں۔ حضرت شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری متوفی ۱۳۲۷ھ سے دہلی میں شرف ملاقات حاصل کی اور علمی استفادہ کیا۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد میاں صاحب کی تلقین پر علم طب کی طرف راغب ہوئے لیکن اپنی علمی مصروفیت کے سبب طب پڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

عقیدہ وفکر

آپ اتباع سنت کے بڑے شائق تھے۔ عقائد واعمال میں صحابہ وتابعین اور سلف صالحین کا مسلک اختیار کرنے کی کوشش کرتے۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید روا نہ سمجھتے تھے اور ان ائمہ اربعہ کی کسی قسم کی تنقیص قطعاً پسند نہ کرتے تھے۔

اخلاق واعادات

آپ نہایت شریف، متواضع، ملنسار اور فیاض طبع شخص تھے (۲۸)۔ انکساری وفروتنی کے پیکر تھے۔ تکلیف دہ باتوں سے آپ کو ناگواری نہیں ہوتی تھی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ حدیث "تبسمک فی وجہ اخیک صدقۃ" پر پورے طور عامل تھے۔ میں نے اس حدیث کے عامل علماء کو بہت کم دیکھا ہے۔ ہر طبقہ ومسلک کے علماء سے اچھے تعلقات ومراسم تھے۔ حق گوئی وحق پسندی آپ کی طبیعت میں تھی۔ دیگر مسالک کے لوگوں کے کمالات کے اعتراف اور اپنے علماء کی غلط آراء کی تردید میں جماعتی عصبیت مانع نہ ہوتی تھی، امام ابوحنیفہؒ کے فضل کا اعتراف بڑی فراغ دلی سے کرتے تھے۔

اساتذہ وتلامذہ

آپ کے اساتذہ کی فہرست طویل ہے۔ آپ نے بذات خود اپنے مشائخ کے تراجم پر "نہایۃ الرسوخ فی معجم الشیوخ" نامی کتاب تالیف کی ہے۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں سے حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلویؒ، شیخ حسین بن محسن انصاری، شیخ لطف العلی بہاری، شیخ فضل اللہ لکھنوی، شیخ محمد ابراہیم نگرنہسوی وغیرہ ہیں۔

فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے بلاد حجاز کا سفر کیا وہاں چھ ماہ کے قیام کے دوران وہاں کے مشہور علماء ابوالبرکات نعمان آلوسی، شیخ احمد المغربی، شیخ عبدالعزیز بن صالح الحنبلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ ہم جیسے دسیوں علماء سے سند اجازت حاصل کی (۲۹)۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ مولانا احمد اللہ پرتاپ گڑھی، ابوسعید شرف الدین دہلوی، ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا عبدالحمید سوہدروی، مولانا فضل اللہ مدراسی، حکیم ادریس ڈیانوی، محمد زبیر ڈیانوی اور شرف الحق ڈیانوی وغیرہ مشہور تلامذہ میں سے ہیں (۳۰)۔

تعلیمی، تدریسی، ملی اور جماعتی خدمات

۱۲۹۷ھ میں دہلی سے وطن واپسی کے بعد دیگر علمی مشاغل کے ساتھ درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ ۱۳۰۳ھ میں دوسری بار واپس آئے تو باقاعدہ مسند درس پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کا حلقہ درس کافی وسیع تھا۔ عرب وایران کے طلبہ نے بھی آپ سے درس لیا۔ طلبہ کے ساتھ بڑی شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے۔ آپ کے حلقہ درس کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔

افتاء

طالب علمی کے زمانے سے فتوی نویسی میں آپ کو مہارت تھی حضرت میاں صاحب کی صحبت میں رہ کر دہلی میں کافی فتوے تحریر کیے۔ فتاوی نذیریہ میں کچھ فتاوے پر آپ کے تائیدی دستخط ثبت ہیں، عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں آپ نے فتوے تحریر کیے۔ ''تنقیح المسائل'' کے نام سے آپ کے فتووں کا مجموعہ مخطوط کی شکل میں موجود ہے۔

وعظ وارشاد

درس وتدریس کے علاوہ وعظ وارشاد آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ آپ کی تقریر پر مغز اور بڑی پرکشش ہوتی تھی۔ بیشتر لوگوں نے مبتدعانہ خیالات، غلط عقائد اور جاہلانہ رسم ورواج اور فسق وفجور کی عادتیں چھوڑیں آپ کی مجالس وعظ میں عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں۔

دینی حمیت وغیرت

آپ عقیدۂ سلف اور سنت کے حامی اور مؤید تھے۔ اس کی معمولی مخالفت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ آپ کو بدعات وخرافات سے سخت نفرت تھی۔ توحید واتباع سنت کے پرجوش داعی تھے۔ حدیث وائمہ حدیث کے خلاف جب بھی لوگوں کی زبانِ طعن دراز ہوئی تو آپ نے اپنے احباب وشاگردوں سے ان کے رد وجواب میں کتابیں تالیف کرائیں اور علمی ومالی معاونت بھی کی۔ مولانا شبلی نعمانی کی کتاب ''سیرۃ النعمان'' کے جواب میں ''سیرۃ البخاری'' تالیف مولانا عبدالسلام مبارکپوری اور مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی کتاب ''حسن البیان'' اس سلسلے کی اہم شاہکار ہیں۔ مولانا ظہیر احسن شوق نیموی کے فقہی رسائل کے جواب میں خصوصی طور پر مولانا محمد سعید بنارسی، مولانا ابوالمکارم مئوی کو تیار کیا اور ریاست بھوپال سے ان کے لیے ماہانہ وظیفہ متعین کرایا۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کی تالیفات اپنے خرچ پر شائع کیں۔ "رفع الالتباس عن بعض الناس" اور "الکلام المبین فی الجھر بالتامین" نامی جیسے تردیدی رسائل محققانہ انداز میں بذات خود تحریر کیے۔

ملی وجماعتی خدمات

آپ جماعت اہل حدیث کے رکن رکین تھے۔ آپ کا ذوق گرچہ خالص علمی تھا تاہم اکثر جماعتی سرگرمیوں میں پیش پیش ہوتے تھے۔ دسمبر ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی بنیاد پڑی تو اس کے ہر پروگرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور تاحیات اس کی ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ اس کے جلسوں میں شرکت فرماتے اور اس کے انتظام وانصرام سے وابستہ رہے۔ ان سرگرمیوں کے سوا مسلمانوں کی بعض علمی واصلاحی تحریکوں میں بھی شریک رہے۔ تحریک ندوۃ العلماء کے حامی رہے۔ اس کی مالی وعلمی امداد کرتے رہے۔ آپ اصلاح المسلمین پٹنہ کے سکریٹری اور مدرسہ احمدیہ آرہ کے اہم رکن رہے اور اس کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد کے رکن تھے۔ فن رجال کی کتابیں آپ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشوروں سے شائع ہوئیں۔ مصر کے بعض مطابع بھی کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں آپ سے رائے ومشورہ لیا کرتے تھے۔

فضل وکمال

آپ کی دینی علوم، معقولات اور ادب وغیرہ پر وسیع نظر تھی۔ طالب علمی کے زمانے سے بحث ونظر اور مطالعہ وتحقیق کے عادی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی ذہانت وفطانت ودیعت کر رکھی تھی۔ فقہی مذاہب اور ائمہ کے اختلافات اور دلائل پر مکمل عبور حاصل تھا، فن حدیث میں غیر معمولی اشتغال کی وجہ سے حدیث پر مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگئی تھی۔ صحیح و ضعیف، راجح ومرجوح اور حدیث کی تمام انواع واقسام کے درمیان نقد وتمیز کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔ آپ کے معاصرین میں کم ہی لوگ کتب رجال، ائمہ جرح وتعدیل اور رواۃ کے طبقات وغیرہ سے واقفیت میں آپ کے ہم پایہ رہے ہوں گے۔ آپ کے فضل کا اعتراف آپ کے معاصرین اور تلامذہ نے کیا ہے۔ مولوی محمد زبیر ڈیانوی ''یادگارِ گوہری'' میں تحریر کرتے ہیں:

''علماء نے آپ کی شان میں عربی وفارسی کے متعدد قصیدے لکھے ہیں جو هداية الطالبين الیٰ مكاتيب الكاملين میں مذکور ہیں۔'' (۳۱)

علمائے اہلِ حدیث کے علاوہ دوسرے طبقہ ومسلک کے علماء نے بھی آپ کی تحسین وتعریف کی ہے (۳۲)۔

وفات

طاعون کی بیماری میں آپ ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء کو سہ شنبہ کی صبح چھ بجے ۵۶ سال کی عمر میں دارِ فانی سے کوچ کر گئے اور مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

تصانیف

آپ کو تصنیف وتالیف کا بڑا عمدہ ذوق تھا۔ کتب حدیث کی شرح وتعلیق کے علاوہ فقہ وافتاء اور تذکرہ وسیر میں آپ نے مفید اور بلند پایہ کتابیں یادگار چھوڑیں ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد پچیس سے زائد بتائی جاتی ہیں۔ ان تصانیف سے آپ کے علمی تبحر، جامعیت اور وسعتِ فکر ونظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

۱۔ غاية المقصود فی حل سنن ابی داود — عربی
۲۔ عون المعبود علیٰ سنن ابی داود — عربی
۳۔ التعليق المغنی علی سنن الدارقطنی — عربی
۴۔ اعلام اھل العصر باحکام رکعتی الفجر — عربی
۵۔ رفع الالتباس عن بعض الناس (۳۳) — عربی
۶۔ المكتوب اللطيف الی المحدث الشريف — عربی
۷۔ غنية الالمعی — عربی
۸۔ تعلیقات علیٰ اسعاف المبطا برجال الموطا — عربی
۹۔ النجم الوهاج فی شرح مقدمة الصحیح لمسلم بن الحجاج — عربی
۱۰۔ تعلیقات علیٰ سنن النسائی — عربی
۱۱۔ الوجازة فی الاجازة (۳۴) — عربی
۱۲۔ القول المحقق فی تحقیق اخصاء البهائم — فارسی
۱۳۔ عقود الجمان فی جواز تعلیم الكتابة للنسوان — فارسی
۱۴۔ الاقوال الصحيحة فی احکام النسيكة — فارسی
۱۵۔ نخبة التواريخ — فارسی
۱۶۔ تذكرة النبلاء فی تراجم العلماء — فارسی
۱۷۔ تفريح المتذكرين بذكر كتب المتاخرين — فارسی
۱۸۔ الكلام المبين فی الجهر بالتامين والرد علی القول المتين — اردو
۱۹۔ التحقيقات العلیٰ باثبات فرضية الجمعة فی القریٰ — اردو
۲۰۔ هداية اللوذعی بنكات الترمذی ... / هداية النجدين الیٰ حكم المعانقة والمصافحة بعد العيدين — اردو
۲۱۔ فتویٰ ردِّ تعزیہ داری — اردو

ان کے علاوہ چند غیر مطبوع، ناقص و نامکمل اور مفقود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کے تذکرے بھی ملتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ تنقیح المسائل

۲۔ الرسالۃ فی الفقہ

۳۔ ھدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی

۴۔ فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری

۵۔ نھایۃ الرسوخ فی معجم الشیوخ

۶۔ النور اللامع فی اخبار صلاۃ الجمعہ عن النبی الشافع

۷۔ تحفۃ المتھجدین الابرار فی اخبار صلاۃ الوتر و قیام رمضان عن النبی المختار

۸۔ غایۃ البیان فی حکم استعمال العنبر والزعفران

۹۔ سوانح عمری مولانا عبداللہ صاحب جھاؤں میاں الہ آبادی (۳۵)

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ بہت سی کتابوں پر مولانا کے حواشی اور تعلیقات ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فاضل محقق محمد عزیر شمس کی کتاب "حیات المحدث شمس الحق واعمالہ"۔

مجمع علمی، کراچی پاکستان کے ڈائریکٹر جناب عبدالرقیب بن عبدالباسط صاحب نے افادہ عام کے لیے مولانا کی جملہ تصانیف کی طباعت واشاعت کا عزم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے عزائم کی تکمیل فرمائے اور ان کے لیے ہر طرح کے وسائل مہیا فرمائے آمین۔

شیخ خلیل احمد محدث سہارنپوری انبیٹھوی

نام ونسب

آپ کا نام خلیل احمد، کنیت ابوابراہیم، نسبت انبیٹھوی، سہارنپوری ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے: شیخ ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی بن احمد علی بن قطب علی بن غلام محمد الانصاری الحنفی الانبیٹھوی۔ انبیٹھ صوبہ یوپی کے مشہور شہر سہارنپور سے مغرب میں سولہ میل کے فاصلہ پر ایک قدیم بستی ہے یہی آپ کا وطن تھا اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو انبیٹھوی کہا جاتا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا ہے اسی طرح آپ کا سلسلہ نسب دسویں پشت میں آپ کے مرشد شیخ رشید احمد گنگوہی کے ننھیالی نسب سے مل جاتا ہے۔

ولادت

آپ کی ولادت ۱۲۶۹ھ مطابق اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء میں آپ کے ننھیال قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں ہوئی۔ آپ کی رضاعت اور ابتدائی تربیت زیادہ تر آپ کے ماموں اور نانا کے پاس ہوئی۔ تاہم آپ کی والدہ آپ کو لے کر انبیٹھ چلی آئیں اور یہیں آپ کی پرورش وپرداخت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد شاہ مجید علی ریاست کے ملازم تھے۔

تعلیم وتربیت

پانچ سال کی عمر میں آپ کو مکتب میں بٹھانے کی تجویز آئی۔ آپ کے نانا مملوک العلی نے بسم اللہ پڑھائی اور قاعدہ شروع کیا۔ ناظرہ قرآن شریف جلد مکمل کیا۔ پھر اردو فارسی کی تعلیم انبیٹھ اور نانوتہ میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی عربی کی ابتدائی تعلیم گوالیار میں اپنے چچا جناب مولانا انصار علی صاحب سے حاصل کی۔ ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کی خبر پاکر دیوبند تشریف لے گئے اور اپنے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب کی صحبت میں چھ ماہ رہے۔ رجب ۱۲۸۳ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا قیام عمل آیا۔ آپ کی طبیعت دیوبند میں نہ لگی۔ مظاہر علوم تشریف لائے اور اپنے قریبی رشتہ کے ماموں مولانا محمد مظہر صاحب کی زیر سرپرستی اس مدرسہ کے خوشہ چیں ہوئے۔ کتب حدیث، فقہ واصول اور تفسیر مولانا محمد مظہر صاحب سے پڑھیں اور منطق وفلسفہ وریاضی وغیرہ دیگر اساتذہ سے۔ اس طرح انیس سال کی عمر میں آپ نے درس نظامیہ مکمل کرلیا اور پانچ سال میں سند فراغت حاصل کی اور پھر عربی ادب کی تحصیل کے لیے لاہور پہنچے۔ جہاں مولانا فیض الحسن صاحب سے علوم ادبیہ کی خاطر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواہ تکمیل فرمائی۔ دوران تعلیم قرآن پاک حفظ کیا اور جلسہ تقسیم اسناد میں شرکت کر کے سند لی۔

عقیدہ و فکر

آپ حنفی المسلک اور حضرت شیخ ابو مسعود رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ حنفی، چشتی، قادری نقشبندی سہروردی سے بیعت تھے۔ حضرت شیخ کے خاص لوگوں میں سے تھے۔ بلکہ آپ ان کے خلیفہ اور ان کی دعوت و طریقت کے علمبردار تھے۔ جب حج کے لیے مکہ مکرمہ گئے تو حاجی امداد اللہ صاحب نے انہیں سند طریقت مرحمت کی اور تحریری خلافت دی۔ اسی اجازت نامہ پر حضرت گنگوہی نے بھی اپنے دستخط ثبت کیے۔

اساتذہ و تلامذہ

آپ نے جن اساتذہ اور مشائخ سے استفادہ کیا ان میں سے آپ کے ماموں شیخ یعقوب علی بن مملوک العلی نانوتوی، شیخ محمد مظہر نانوتوی، شیخ فیض الحسن سہارنپوری کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر کبار مشائخ شیخ عبدالقیوم بڈھانوی، شیخ احمد دحلان، شیخ عبدالغنی بن ابی سعید المجددی المہاجری، شیخ اسماعیل روحی، سید احمد برزنجی اور شیخ بدرالدین محدث دمشقی سے سند اجازت حاصل کی۔

آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، جماعت تبلیغ کے موسس مولانا محمد الیاس بن محمد اسماعیل کاندھلوی، مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی اور مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، شیخ عبداللہ گنگوہی، حاجی فخر الدین نزیل غازی آباد، حافظ فیض الحسن گنگوہی، محمد حسین حبشی آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔ جن کی تربیت آپ کے ہاتھوں ہوئی اور آگے چل کر اہل سکینت و یقین کے قائد و امام ہوئے۔

تدریس

تحصیل علم سے فراغت پانے اور فنون کی تکمیل کے بعد آپ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں معین المدرسین بنا دیئے گئے۔ اس کے بعد ایک مدت تک بھوپال، بہاول پور، سکندر آباد اور بریلی کی درس گاہوں میں لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے اور پھر ۱۳۰۸ھ میں مظاہر علوم کے لیے بحیثیت استاذ آپ کا تقرر عمل میں آیا اور چھ سال قیام کے بعد ۱۳۱۴ھ میں اس مدرسہ کی انتظامی ذمہ داری سنبھالی اور اسے ایسی ترقی دی کہ اس کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور علمی و دینی حیثیت سے اس کو وہی مقام و مرتبہ حاصل ہوا جو دارالعلوم دیوبند کو حاصل ہو چکا تھا۔ پھر ۱۳۴۴ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کے لیے چلے گئے اور مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی۔

اخلاق و عادات

آپ کی شخصیت ایک باکمال شخصیت تھی۔ علوم و فنون میں آپ کو مہارت حاصل تھی، فن جدل و مناظرہ میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ فقہ و حدیث میں آپ کو درک حاصل تھا۔ عبادت و ریاضت اور سلوک و طریقت میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا امت مسلمہ کے مسائل کا اہتمام کرتے۔ سیاست سے دور رہتے۔ اپنے آپ کو ایسے امور میں مشغول رکھتے جو اپنے لیے اور دین کے لیے مفید ہوں۔ نہایت ہی نرم خو، رقیق القلب، ذکی الحس اور صریح الکلام تھے۔ نظافت و اناقت کو پسند فرماتے۔ تکلف و اسراف کے بغیر صاف ستھرے کپڑے زیب تن کرتے۔ جمیل و وسیم اور نحیف الجسم تھے۔ آپ کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی۔ دینی حمیت و غیرت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ آپ نے سات مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ آخری حج ۱۳۴۴ھ میں کیا۔

وفات

آپ فالج کے مرض میں مبتلا ہوئے اور چہار شنبہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ میں دفعۃً آنکھیں بند کر کے خاموش ہو گئے اور مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کے احباب اور مریدوں کا ایک جم غفیر آپ کے جنازہ میں شریک ہوا۔ باب جبریل پر مدرسہ شرعیہ دینیہ مدینہ منورہ کے صدر مدرس شیخ محمد طیب نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں آپ کو حضرت عثمان ذوالنورین کے جوار میں سپرد خاک کیا گیا۔

تصانیف

آپ نے درس وتدریس، افتاء، دعوت وتبلیغ اور بحث ومناظرہ، سلوک وطریقت اور مراقبہ میں اپنی مشغولیت کے ساتھ اپنے پیچھے یادگاری تصانیف بھی چھوڑی ہیں۔ ان میں سب سے اہم اور آخری تصنیف ''بذل المجہود'' ہے جو سنن ابو داؤد کی شرح ہے اور حدیثی خدمت کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اس کے علاوہ حسب ذیل تصانیف ورسائل کا ذکر آپ کے تذکروں میں ملتا ہے:

(۱) المہند علی المفند: علمائے دیوبند کے بعض مسائل میں متہم ہونے کی تردید میں ۲۰ سوالات کے جوابات عربی میں لکھے گئے۔ (۲) اتمام النعم علی تبویب الحکم: تہذیب اخلاق اور تصوف پر مشتمل یہ کتاب حاجی امداد اللہ کے حکم سے لکھی۔ (۳) مطرقۃ الکرامہ علی مراۃ الامامہ: یہ دونوں رسائل ردشیعت میں لکھے گئے۔ (۴) ھدایات الرشید الی افحام العنید (۵) براھین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ (۶) رسالہ تنشیط الاذان: خطبہ جمعہ کی اذان مسجد سے باہر دینے کی تردید میں یہ رسالہ مرتب کیا گیا۔ (۷) رسالہ غنیۃ الناسک (۳۶): مناسک حج وعمرہ کی ادائیگی کے آداب پر یہ رسالہ مرتب کیا گیا۔

ایک شبہ کا ازالہ

تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری کے جن ممتاز ہندوستانی علماء نے اپنی زندگی خدمت حدیث وسنت کے لیے وقف کردی تھی ان میں علامہ شمس الحق صاحب محدث ڈیانوی کا نام کافی نمایاں ہے سنن ابی داؤد کی دو اہم شرحیں آپ کی انمول یادگار ہیں۔ ان میں ایک شرح غایۃ المقصود فی حل ابو داؤد کے نام سے موسوم ہے جو ایک نہایت جامع اور مفید شرح ہے۔ البتہ دوسری شرح عون المعبود کے نام سے اہل علم کے درمیان کافی متعارف ہے۔

عون المعبود کی پہلی جلد کے خطبہ وخاتمہ کے مطالعہ سے یہ صراحت ملتی ہے کہ یہ کتاب محدث عظیم آبادی کی تالیف نہیں، بلکہ ان کے حقیقی بھائی مولانا شرف الحق محمد اشرف ڈیانوی کی تصنیف ہے جب کہ جلد ثالث کے اختتام اور جلد رابع کے آغاز واختتام سے واضح ہوتا ہے کہ یہ محدث عظیم آبادی ہی کی تصنیف ہے۔

اس تعارض سے اس کتاب کے مبتدی طالب علم کا حیرت واستعجاب میں پڑنا کچھ مستبعد نہیں جلد اوّل ان کی تصریحات کے بموجب بعض تذکرہ نگاروں (۳۷) نے اس کتاب کی نسبت مولانا محمد اشرف کی طرف کردی ہے۔ جبکہ دیگر مورخین نے اسے علامہ شمس الحق ڈیانوی کا ہی اہم شاہکار قرار دیا ہے اس موضوع پر فاضل نوجوان محقق ڈاکٹر محمد عزیر شمس نے اپنی کتاب ''حیات المحدث شمس الحق واعمالہ'' میں محققانہ اور سیر حاصل بحث کی۔ جس کا خلاصہ مسئلے کی تنقیح کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔

''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عون المعبود اصلاً مولانا عظیم آبادی ہی کی شرح ہے۔ مگر چونکہ ابتداء کی دونوں جلدوں کو غایۃ المقصود سے مختصر کرنے کا کام ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد اشرف اور کچھ دوسرے علماء مثلاً مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، حکیم محمد ادریس ڈیانوی، مولانا عبدالجبار ڈیانوی، قاضی یوسف حسین خانپوری ،غیرہم نے کیا تھا اور اس سلسلے میں ہر طرح مولانا کی مدد تھی اس لیے آپ نے تالیف قلب کی غرض سے ابتدائی دو جلدوں کی نسبت اپنے بھائی کی طرف کردی جیسا کہ حکیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالحی حسنی مولانا محمد اشرف کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

"قد عزا اليه صنوه شمس الحق المجلد الاول من عون المعبود اخبرني بذلک الشيخ شمس الحق." (۳۸)

مورخہ ۹ صفر ۱۳۲۸ھ میں مولانا عبدالحی لکھنوی کو لکھے گئے ایک مکتوب میں محدث عظیم آبادی نے اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ عون المعبود کی چاروں جلدیں میری ہی تالیف کردہ ہیں۔ مگر اس کے کچھ اجزا برادرم علیہ الرحمہ سے ہم نے لکھوائے ہیں۔ حضرت محدث علیہ الرحمہ کی اس تصریح سے اختلاف بالکل رفع ہو جاتا ہے اور کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔" (۳۹)

تالیف کا پس منظر

کوئی بھی کتاب جب لکھی جاتی ہے تو کوئی نہ کوئی اس کا پس منظر اور کچھ نہ کچھ اس کے اسباب و محرکات ہوتے ہیں ان سے واقفیت ضروری ہے۔ اس لیے کہ تالیف کے پس منظر سے کتاب کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس لیے اب ہم تینوں شرحوں کی تالیف کے پس منظر پر مختصر روشنی ڈال رہے ہیں۔

غایۃ المقصود

صاحب کتاب بیان فرماتے ہیں:

"شیخ الاسلام والمسلمین امام حافظ ابوداؤد السجستانی کی کتاب "السنن" ایک دقیق کتاب تھی۔ اس کے مغلقات کا حل طلبہ پر دشوار تھا۔ سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کتاب کی مطول، متوسط اور مختصر شرحیں اور حواشی تحریر کیے لیکن اس وقت عام لوگوں کے پاس اس کی شرحوں میں سے کوئی ایسی کتاب نہیں پائی جاتی جس سے وہ اس کے رموز کو حل کر سکیں اور اس کے غموض کو واضح کر سکیں۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس کی تمام حدیثوں کی ایسی مکمل شرح لکھوں جو اس کے رموز و غموض کو کھول دے اور راغبین حدیث پر جو باتیں مخفی ہیں وہ منکشف ہو جائیں۔ ہم نے کتاب کی خوب اچھے انداز میں توضیح و تشریح کی ہے۔ یہ امید رکھتے ہوئے کہ ہمارا شمار بھی ان لوگوں کی فہرست میں ہو جائے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے "نضر الله امرا سمع مقالتي فوعاها فاداها كما سمها" کے الفاظ فرمائے ہیں ہم نے اس کتاب میں ابوعلی محمد بن احمد لولوی کے نسخہ کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ ہمارے ملک میں یہی نسخہ مشہور ہے اور ہمارے زمانہ میں رائج ہے اور ہم نے اس کتاب کا نام "غایۃ المقصود فی حل سنن أبي داود" رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہمارے لیے اور ہمارے بھائیوں کے لے نافع بنائے اور ہمیں خلوصِ نیت کی توفیق دے۔" (۴۰)

عون المعبود

کتاب عون المعبود، سنن ابی داود کی ایک مختصر شرح ہے اور غایۃ المقصود کا ایک مفید اختصار ہے۔

اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ شمس الحق عظیم آبادی نے اپنے احباب کی مجلس میں بار بار یہ تذکرہ فرمایا کہ میری یہ شرح غایۃ المقصود کافی طویل ہو گئی ہے۔ معلوم نہیں میری زندگی میں پایہ تکمیل کو کب پہنچے؟ اور اب اس کا اختصار کرنا بھی پسندیدہ نہیں لیکن میرے دوست تلطف حسین کا اصرار ہے کہ مختصر شرح تالیف کی جائے اور ان کی بات کا ٹنا بھی مشکل ہے۔ چنانچہ جناب شیخ نے اسی وقت سے ایک مختصر شرح کی تالیف کا ارادہ فرمایا جو طلباء و علماء کے لیے نافع اور مطالب احادیث کے فہم و ادراک میں معین و مددگار ہو۔ (۴۱)

بعض لوگوں نے غایۃ المقصود کے اختصار کا یہ سبب یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بتایا ہے کہ اس مفصل شرح کا مطالعہ اور اس سے استفادہ عام طلبہ وعلماء کے لیے آسان نہ تھا۔

بذل المجہود

صاحب کتاب خود بیان کرتے ہیں کہ

''سنن ابی داود کی ایک بہترین شرح لکھنے کا خیال میرے دل میں بار بار آیا۔ لیکن میں اس بارگراں کو اٹھانے کی اپنے اندر آمادگی نہیں پا رہا تھا۔ اسی درمیان شیخ ابوالطیب عظیم آبادی کی غایۃ المقصود کا ایک جز نظر آیا جو درحقیقت ایک جامع شرح تھی اور مؤلف نے اس میں کافی تگ و دو اور محنت سے کام لیا تھا لیکن بعض مقامات پر انہوں نے شدت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رحمہ اللہ کے مرتبہ و مقام پر دست درازی کر بیٹھے ہیں۔ پھر شیخ محمد اشرف کی کتاب عون المعبود پر نگاہ پڑی جو غایۃ المقصود کا اختصار ہے۔ یہ حاشیہ ہے۔ اس لائق نہیں کہ اسے شرح کہا جائے۔ انہوں نے اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مرتبہ ومقام اور حدت وتیزی میں مؤلف غایۃ المقصود کی تقلید کی ہے۔ چنانچہ جب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں درس حدیث کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی تو دوبارہ ابوداود کی ایک جامع اور مختصر تعلیق لکھنے کا داعیہ پیدا ہوا اور اللہ سے توفیق طلب کرتے ہوئے اس کام کو شروع کر دیا۔'' (۴۲)

مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی حفظہ اللہ اس کتاب کے مقدمہ میں اسباب تالیف پر یوں روشنی ڈالتے ہیں کہ

''اس شرح کی تالیف کے اسباب میں سے ایک سبب تو یہ ہے کہ مؤلفِ کتاب حدیثِ رسول سے کافی شغف رکھتے تھے اور انہیں اس سے اچھی الفت ومحبت تھی۔''

''دوسرا سبب یہ بھی تھا کہ سنن أبی داود جو احادیث احکام کی ایک خاص کتاب اور ایسی کتاب تھی جس پر کسی بھی مسلک کے اثبات یا رد پر مکمل اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ ایسی جامع کتاب کی کوئی شرح کسی حنفی عالم کے قلم سے نہیں پائی جاتی ہے۔ لہٰذا ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کی شرح لکھی جائے۔'' (۴۳)

تجزیہ

اسباب تالیف پر غور کرنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں جہاں علم حدیث کی خدمت کا نیک جذبہ کارفرما رہا ہے وہاں اس کے پہلو بہ پہلو اپنے مذہب و مسلک کا دفاع اور فروغ بھی ایک نمایاں مقصد رہا ہے۔ تاکہ کسی عالم دین کی کسی کتاب کے ذریعے مذہب حنفی کی ساکھ پر جو اثر پڑا ہے اسے ختم کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر و حدیث اور اصول فقہ کے موضوع پر جو بھی کتابیں لکھی گئیں تو اس کے بعد اس کے مقابل علمائے احناف نے بھی قلم اٹھایا اور اس سے قبل انہیں اس کی ضرورت قطعاً نہیں پڑی۔ جس کی تائید حضرت مولانا علی میاں ندوی کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ آپ کے بیان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

''قدیم زمانے میں علمائے اسلام کتب حدیث کی شرحیں اپنے خاص نظریات کے مطابق لکھتے رہے اور احادیث اور اپنی آراء کے مابین تطبیق دیتے رہے اور معتمد کتب حدیث سے اپنے دلائل پیش کرتے رہے۔ علمائے شافعیہ نے تالیف وتصنیف کے میدان میں کافی سبقت حاصل کی۔ جب ان میں سے کوئی عالم کتب صحاح میں سے کسی کتاب کی شرح لکھتا ہے تو مذہب حنفی کا بڑا عالم اس کتاب کی دوسری شرح لکھنے کے درپے ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی بھی مسلک کا کوئی بڑا عالم تفسیر، حدیث، اصول فقہ میں کوئی کتاب تالیف کرتا ہے اور وہ کتاب علمی حلقوں میں مقبولیت حاصل کر لیتی ہے تو ایک حنفی عالم اسی موضوع پر کتاب لکھنے کی ٹھان لیتا ہے۔ یہی قصہ ہے علامہ بدر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الدین عینی کی کتاب عمدۃ القاری کا کہ انہوں نے فتح الباری کے مدمقابل یہ کتاب تالیف کی۔ قرآن کریم کی تفسیر میں علمائے احناف کی تالیفات کے اصل محرکات یہی رہے ہیں۔ علمائے شافعیہ کی اس فن میں کثرت سے کتابیں وجود میں آئیں اور علماء وطلبہ میں مقبول عام ہوگئیں۔ تو علمائے احناف نے اس فن میں کتابیں لکھنی شروع کیں۔ علامہ نسفی کی کتاب ''مدارک التنزیل و حقائق التاویل'' اور علامہ ابوالسعود محمد العمادی کی کتاب ''ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم'' اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی کتاب ''تفسیر مظہری'' کی تالیف اسی قبیل سے ہے۔'' (۴۴)

تینوں شرحوں کی خصوصیات

خصوصیات غایۃ المقصود

۱۔ مولف نے جلد اول کے آغاز میں ایک بہترین مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں سنن أبی داود سے متعلق مفید معلومات کو جمع کیا ہے۔ ان فوائد کو مختلف لمعات میں تقسیم کر دیا ہے۔ ان مختلف لمعات میں سنن أبی داود کے مقام ومرتبہ، سوانح امام ابوداود، سنن کے نسخوں اور ان کے اختلافات، ابوداود کی شرحوں، تعلیقات وتلخیصات اور محدث کبیر سید نذیر حسین محدث دہلوی اور قاضی حسین بن محسن یمانی کا تذکرہ اور مولف سنن تک اپنی سند کو بیان کیا ہے۔ درحقیقت یہ ایک معلوماتی اور قیمتی رسالہ ہے جو ہندوستان کے دو اہم محدثین کے تذکرے کا سب سے قدیم مصدر ہے۔ اتنی مفید اور قیمتی معلومات کسی ایک جگہ کم ہی ملتی ہیں۔

۲۔ حدیث کی شرح بسط وتفصیل سے کی ہے۔ فقہی مسائل کا استنباط، مشکل احادیث اور غریب الحدیث کو ایسے انداز سے بیان کیا ہے کہ مفہوم حدیث بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

۳۔ اختلافی مسائل میں فقہاء ومجتہدین کے اختلاف واقوال کو دلائل سے بیان کیا ہے اور راجح قول کی تعیین کے ساتھ ثابت شدہ احادیث کے سلسلہ میں مخالفین کی تاویلات کی تردید تفصیل سے کی ہے۔

۴۔ ہر راوی کا تذکرہ کتاب میں پہلی جگہ پر کیا ہے۔ راویوں کے اسماء کو حروف کے ذریعہ ضبط کیا ہے اور فن جرح و تعدیل کی معتمد کتابوں سے علماء کے اقوال بیان کیے ہیں۔

۵۔ اسنادِ حدیث یا متن حدیث میں اگر اضطراب پایا جاتا ہے تو اس کی ایسی شرح کی ہے کہ امام ابوداود کی مراد بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

۶۔ سنن کی ہر حدیث کی شرح کے بعد اس کی تخریج ہے اور صحت وضعف کے اعتبار سے حدیث کے درجہ کو بھی بیان کیا ہے تاکہ قاری اس سے آگاہ رہے۔

۷۔ بظاہر متعارض روایات کے مابین وجوہ تطبیق و توفیق بیان کی ہیں۔

۸۔ بیشتر مقامات پر سنن کے شارحین کی غلطیوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔

۹۔ مذہبی ومسلکی عصبیت سے پاک ہو کر دلائل کی روشنی میں ان اقوال وآراء کو راجح قرار دیا ہے جو مولف کے نزدیک صواب ودرست ہیں۔ اور مخالفین کی تردید میں زبان طعن دراز نہ کر کے نہایت انصاف اور ورع سے کام لیا ہے۔

۱۰۔ باب کی حدیث کی شرح کے بعد اس سے متعلق جملہ روایات حوالوں کے ساتھ ذکر کر کے ان کی استنادی حیثیت بھی واضح کرتے ہیں۔

خصوصیات عون المعبود

یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن اس شرح میں غایۃ المقصود کی اہم خصوصیات آ گئی ہیں، دونوں میں محض اجمال وتفصیل کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرق ہے۔ بعض مقامات پر اس کتاب میں بھی ضروری مسائل پر ضرورت و مصلحت کے پیش نظر بسط و تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ اہلِ فن کا خیال ہے کہ اس میں سنن ابی داود کی اسانید و متون کو حل کیا گیا ہے اور بے شمار لطیف و دقیق مسائل و مباحث کا مجموعہ اور نادر علمی تحقیقات اور نکات پر مشتمل ہے اور مختصر ہونے کے باوجود انتہائی مفید ہے۔ علامہ محمد منیر دمشقی فرماتے ہیں: "کل من جاء بعدہٗ من شیوخ الھند وغیرہ استمدوا منہ."

اس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ساتھ سنن ابی داود کا صحیح ترین متن بھی شامل ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ محدث عظیم آبادی نے چودہ قدیم قلمی نسخوں کو پیش نظر رکھ کر سنن ابی داود کی تصحیح کا بھی اہتمام کیا ہے۔ اہلِ علم کی ایک کثیر تعداد نے اس کتاب کی مدح کی ہے۔ شیخ نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حسین بن محسن یمانی، شیخ محمد بشیر سہوانی، شیخ عبدالمنان وزیر آبادی وغیرہم کے قصائد اور تقاریظ کے نقول عون المعبود کی آخری جلد کے آخری صفحات میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

خصوصیات بذل المجہود

۱۔ اس کتاب کے اہم ترین مباحث اکابر قدماء کے کلام پر مشتمل ہیں، حدیث کی تشریح اور مفہوم و مراد کی تعیین میں انہیں کے اقوال کو دلیل راہ بنایا گیا ہے۔ بالخصوص مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے اقوال بیشتر مقامات پر ملیں گے اور کہیں ان کے نام سے صرف نظر بھی کیا گیا ہے۔

۲۔ مولف نے ابوداود کے مشکل ترین اقوال کی توضیح و تشریح خود اپنے وسعت مطالعہ اور معلومات کی روشنی میں پیش کی ہے کیونکہ متقدمین کی کتابوں میں ان اقوال کا حل موجود نہیں۔

۳۔ سندوں میں جس راوی کا نام پہلی بار آیا ہے اس جگہ اس کے بارے میں پوری تفصیل پیش کردی گئی ہے۔

۴۔ کوئی ایسی حدیث جو فقہی مسائل سے متعلق ہو اس میں سادات حنفیہ کے مسلک کو کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ اگر یہ روایت مسلک حنفی کے مطابق ہے تو طویل گفتگو کی ضرورت نہیں، اور اگر بہ ظاہر مسلک احناف کے معارض نظر آئی تو احناف کا مستدل ذکر کرتے ہیں پیش نظر اعتراض رفع کر کے حدیث کی ایسی مناسب توجیہ کرتے ہیں کہ ہر شخص کے لیے قابل قبول ہو جائے۔

۵۔ ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت کی وضاحت کرتے ہیں۔

۶۔ شارحین سنن ابو داود کے قلم کی لغزشوں یا چوک کی نشاندہی بھی کی ہے اور صحیح مفہوم بیان کیا ہے۔ تاکہ طلبہ ان پر اعتماد کر کے غلطی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

۷۔ بعض اہم اور دقیق مسائل کا مختصر اعادہ بھی کیا ہے تاکہ قاری کا ذہن تکرار کلام سے کھل جائے۔

۸۔ الفاظ میں اختلاف روایات اور اسانید میں اختلاف رواۃ کو بھی بیان کیا ہے۔

۹۔ رواۃ حدیث اور رجال اسناد کے احوال تہذیب التہذیب وغیرہ سے تلخیص کر کے بیان کیے ہیں۔ تاکہ اسناد کی حالت واضح ہو جائے۔

۱۰۔ اسمائے رواۃ کو حروف سے ضبط بھی کیا ہے۔

۱۱۔ ہر مسلک کے دلائل معتمد مصادر سے بیان کیے گئے ہیں۔ اور صحابہؓ و تابعین کے اقوال کا بھی تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔(۴۵)

شرحوں کا اسلوب

شرح کا اسلوب

عون المعبود کے تذکرے میں یہ وضاحت کی جاچکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ کتاب کامل شرح نہیں بلکہ ایک حاشیہ ہے۔ مؤلف کتاب بیان کرتے ہیں:

''اس مبارک حاشیہ کی ترتیب وتحریر کا مقصد صرف یہ کہ ترجیح احادیث مباحث اور مذاہب ائمہ کے بالاستیعاب دلائل میں نہ پڑ کر مختصر انداز میں اس کتاب کے معانی و مفہوم سے واقف کرا دیا جائے۔''

مولف کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس شرح میں اختصار کا طریقہ اپنایا ہے اور حدیث کے تمام پہلو سند ومتن اور فقہ واستنباط پر تفصیلی بحث نہیں کی ہے۔ تاہم بعض مقامات پر بعض مسائل میں محققانہ انداز میں سیر حاصل بحث ملتی ہے۔ مسئلہ مدرک رکوع رکعت ہے یا نہیں، گاؤں میں جمعہ کی نماز کا مسئلہ، تکبیرات عیدین، خطبہ جمعہ کے لیے مؤذن کی اذان کہاں سے، وغیرہ جیسے بیشتر مسائل کی تحقیق اس کتاب کے صفحات میں مفصل طور پر ملے گی۔ البتہ غایۃ المقصود اور بذل المجہود دونوں مطول ومفصل شرحیں ہیں۔

عون المعبود کی شرح کا انداز

مولف حدیث کے کلمات کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس پر کلام کرتے ہیں، غریب لفظ کا معنی بیان کرتے ہیں، سند میں مذکور راوی کا ترجمہ مختصر انداز میں ذکر کرتے ہیں اس توثیق میں علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں، حدیث سے مستنبط مسائل اور اختلافی مسائل میں ہر امام کی دلیل مختصر طور پر پیش کرتے ہیں، کتاب میں موجود احادیث کی تخریج کا اہتمام کرتے ہیں، امام منذری ودیگر ائمہ حدیث کے اقوال بیان کرتے ہیں، اسی طرح شرح حدیث پر اکتفاء نہ کرکے بعض قدیم وجدید باطل نظریات کی تردید بھی کرتے ہیں۔ جیسے عیسائیت اور قادیانیت وغیرہ۔

بذل المجہود

رہا معاملہ بذل المجہود کا تو بیشتر امور میں اس کا انداز عون المعبود جیسا ہے البتہ صاحب بذل المجہود نے تخریج احادیث کا اہتمام اس طرح نہیں کیا ہے جس طرح عون المعبود میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن دو چیزیں ایسی ہیں جن میں بذل المجہود کو امتیاز واختصاص حاصل ہے:

۱۔ پہلی چیز یہ ہے کہ بذل المجہود میں علمائے جرح وتعدیل کے اقوال کی روشنی میں رواۃ ورجال پر ذرا تفصیلی بحث ہے۔

۲۔ بذل المجہود میں چونکہ محدثانہ منہج سے ہٹ کر ایک مخصوص فقہی انداز اختیار کیا گیا ہے اس لیے فقہی مسائل کے سلسلے میں اس میں تفصیلات زیادہ ہیں اور متقدمین ومتاخرین حنفی علماء کی فقہی رائیں اس میں زیادہ ذکر کی گئی ہیں۔

غایۃ المقصود وبذل المجہود پر ایک نظر

غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داود

یہ سنن ابی داود کی مبسوط اور جامع شرح ہے لیکن اس کی صرف ایک ہی جلد مطبع انصاری دہلی سے غالباً ۱۳۰۵ھ میں مولانا تلطف حسین عظیم آبادی کے اہتمام سے شائع ہوئی۔ عام خیال ہے کہ یہ بتیس جلدوں میں ہے لیکن یہ سب جلدیں لکھی نہ جا سکیں، بلکہ یہ مولانا کا پروگرام تھا۔ وفات تک شرح نامکمل رہی۔

مولانا عبد السلام مبارکپوری (م ۱۳۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ غایۃ المقصود غالباً دس پاروں تک پہونچی جو بعد ختم تقریباً امام عینی کی شرح البخاری عمدۃ القاری کے برابر پہنچتی۔ مگر یہ بیان درست معلوم نہیں ہوتا ہے کیونکہ عون المعبود کے اختتام پر فوائد متفرقہ کے تحت ایک اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ شرح سنن ابی داود کے بیسویں پارے تک پہنچ چکی تھی۔ کیونکہ کتاب الجنائز "باب الأمراض المکفرة اللذنوب" یہ ابوداود کے بیسویں پارے اور عون المعبود کی تیسری جلد میں ہے اور اس تیسری جلد میں جابجا غایۃ المقصود کا ذکر ملتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اس جلد میں آخری بار غایۃ المقصود کا حوالہ "بـاب فی الـدعـا للميت اذا وضع في قبره" میں ملتا ہے اس کے بعد پھر کہیں اس کا حوالہ نہیں ملتا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب کم از کم سنن ابی داود کے اکیس پارے تک مکمل ہو چکی تھی۔ مگر افسوس کہ اس کے اکثر اجزاء ناپید ہیں۔ ان میں سے چند اجزاء لکھے گئے جن میں کتاب الطھارۃ کی شرح مکمل ہوگئی ہے اور کتاب الصلوٰۃ کے بھی چند ابواب کی شرح ملتی ہے۔ باقی کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔

مطبوعہ جلد بڑی تقطیع کے ۱۹۶ صفحے پر مشتمل ہے۔ اس میں ابتداء یعنی کتاب الطھارۃ کے ۱۷۵ ابواب کے تحت درج ۱۸۴ حدیثوں کی شرح وتوضیح کی گئی ہے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے جو امام ابوداود کے حالات وکمالات اور سنن کے متعلق مفید معلومات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کو سنن ابی داود کی مفید اور اہم شرحوں میں خیال کیا جاتا ہے بلکہ متعدد حیثیتوں سے یہ سنن کی تمام شرحوں میں سب سے بہتر ہے۔ مشہور حنفی عالم دین اور سنن ابی داود کے شارح مولانا خلیل احمد سہارنپوری، شیخ عبدالحئی لکھنوی اور حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی نے بھی اس کی اہمیت اور خوبیوں کا اعتراف کیا ہے (۴۶)۔ اس شرح کا جدید ایڈیشن علمی اکیڈمی کراچی اور حدیث اکیڈمی فیصل آباد سے ۱۴۱۴ھ میں جناب محمد الیاس عبدالقادر اور شیخ عبدالحمید حبیب اللہ نشاطی کے زیر اہتمام تین جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

کتاب بذل المجھود فی حل أبی داود

کتاب بذل المجھود کی تالیف کا سلسلہ ۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ سے شروع ہوا اور نو ماہ کے بعد ۳۰ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ میں ابوداود کا ایک پارہ تمام ہوا۔ اور پورے دس برس پانچ ماہ دس روز میں یہ شرح ۲۱ شعبان ۱۳۴۵ھ میں بڑی تقطیع کے دو ہزار صفحات پر مشتمل پانچ جلدوں میں مکمل ہوئی۔ اس کے اختتام پر مولف کتاب نے جمعہ ۲۳ شعبان ۴۵ھ کو ایک دعوت اہتمام کیا۔ جس میں اعیان مدینہ منورہ کو مدعو کیا۔ دعوتی خطوط طبع کرا کے حلقہ احباب کو ارسال کیے۔ اس کتاب کی تالیف میں شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی کا کافی تعاون رہا۔ اس کتاب کی تالیف کا منہج یہ تھا کہ صاحب کتاب مولانا زکریا کو موضوع سے متعلق ان تمام مصادر اور مراجع کی طرف رہنمائی کردیتے، جو آپ کے کتب خانے میں پائے جاتے۔ مولانا زکریا صاحب علمی مواد، متقدمین شارحین اور مولفین کے اقتباسات وتحریرات کو جمع کرتے اور پھر انہیں شارح (صاحب کتاب) پر پیش کرتے، آپ ان میں سے جسے پسند کرتے اختیار کرتے اور پھر شرح کا املا کراتے۔ اس طرح شرح کا عمل جاری رہا۔

اثنائے تالیف حضرت کا یہ معمول رہا کہ جب کوئی نئی بحث تحریر فرماتے تو احباب وخدام کو خاص طور پر اس کے دیکھنے کی تاکید فرماتے اور اصلاح واشکال کا تقاضا کرتے، مشائخ میں سے مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر احمد، مولانا انور شاہ، مولانا حسین احمد وغیرہم جیسے اہل علم اور باکمال لوگ جب بھی تشریف لاتے تو ان کے سامنے بذل المجھود کا مسودہ پیش کرتے اور ناقدانہ نگاہ ڈالنے کی فرمائش کرتے۔

بعض تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ اس شرح کی تسوید میں ۵۲ مجموعہائے حدیث اور ان کی شروح مولف کے پیش نظر رہیں۔ اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کی ۲۸ کتابیں، فقہ حنفی کی پندرہ بنیادی کتابیں، اصول حدیث فقہ کی چھ کتابیں، غریب الحدیث واللغۃ کی چھ کتابیں، سیر وتاریخ کی چھ مشہور ومستند اور دیگر علوم کی دوسری اہم کتابیں آپ کے پیش نظر رہیں۔

مولف بیان کرتے ہیں ''حدیث کی شرح وتوضیح میں ملا علی قاری کی کتاب ''مرقاۃ المفاتیح'' علامہ بدرالدین عینی کی کتاب ''عمدۃ القاری'' حافظ ابن حجر کی کتاب ''فتح الباری''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر زیادہ اعتماد کیا گیا ہے اور مسایل فقہیہ میں ''البدائع و الصنائع'' رواۃ کے سلسلے میں حافظ ابن حجر کی کتاب ''التقریب'' اور ''التھذیب''، علامہ سمعانی کی کتاب ''الانساب'' پر اور حل لغات میں ''مجمع البحار''، ''القاموس المحیط'' اور ''لسان العرب'' پر اعتماد کیا گیا ہے (۴۷)۔

مولف یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ انہوں نے غایۃ المقصود اور عون المعبود کے شارحین کے کلام کو ہاتھ نہیں لگایا ہے اور محض ان کی تقلید کرتے ہوئے متقدین میں سے کسی کے کلام کو بلا تحقیق اخذ نہیں کیا۔ اس کتاب کی حقیقت اس کی خصوصیت سے بالکل ظاہر ہے اس کتاب اور اس کے مولف کے سلسلہ میں علمائے احناف کے قصائد اور تقاریظ اس کتاب کی آخری جلد کے آخری صفحات میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں (۴۹)۔

اعتقادی منہج

صاحب عون المعبود کے عقیدہ و مسلک کی بابت بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ کا عقیدہ سلف کا عقیدہ رہا ہے اور آپ کا مسلک اہلِ حق اور سلف کا مسلک رہا ہے۔ آپ اسماء وصفات کے باب میں کسی بھی تاویل کے قائل نہ تھے۔ اس بات کی وضاحت جابجا ان کی شرح سے ہوتی ہے۔

جب کہ صاحب بذل المجہود حنفی المسلک تھے۔ عقیدہ کے باب میں ماتریدی تھے۔ آپ نے عقائد سے متعلق احادیث کی تشریح میں نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ جب کہ فقہی مسائل کو نہایت بسط وتفصیل سے پیش کیا ہے۔ اعتقادی مسائل میں امام خطابی کے اقوال پر اکتفا کرکے اپنے موقف اور مسلک کو مخفی رکھا ہے۔ صاحب بذل المجہود کی اعتقادی خامیوں کی نشاندہی بعض اہلِ علم نے ''فتح المعبود فی بیان الھفوات فی کتاب بذل المجہود'' (۵۰) نامی کتاب کے ذریعے کی ہے۔ جس میں تیرہ مسائل میں ان کا تعاقب کیا ہے۔ ذیل میں ہم چند نمونے پیش کرتے ہیں جن سے دونوں شرحوں کے مولفین کے اعتقادی منہج معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

مثال نمبرا

صاحب بذل المجہود حضرت عباس بن عبدالمطلب کی ایک طویل حدیث (جو حدیث الاوعال سے معروف ہے) میں ''ثم علیٰ ظھورھم العرش بین أسلفه و اعلاه مثل ما بین سماء الیٰ سماء ثم اللّٰه تعالیٰ فوق ذلک'' کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''و لیس المراد بالفوقیة الجهة و الکیفیة، بل هو منزه عن التشبیه و التکییف، کما قاله السلف.''
انتهی [بذل المجهود: ۲۵۸/۱۸]

جب کہ صاحب عون المعبود ''ثم اللّٰه تعالیٰ فوق ذلک'' کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''أی فوق العرش، هذا الحدیث یدل علیٰ ان اللّٰه تعالیٰ فوق العرش، و هذا هو الحق، و علیه یدل الآیات القرآنیة و الاحادیث النبویة، و هو مذهب السلف الصالحین من الصحابة و التابعین و غیرهم من اهل العلم قالوا: انّ اللّٰه تعالیٰ استوی علیٰ العرش بلا کیف و لا تشبیه و لا تاویل، و الاستواء معلوم و الکیف مجهول. والجهمیة قد انکروا العرش، و ان یکون اللّٰه فوقه، و قالوا انه فی کل مکان، و لهم مقالات قبیحة باطلة.'' [عون المعبود: ۹/۱۳-۱۰]

صاحب بذل المجہود کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت فوقیت اور صفت علو کے قائل نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے قول ''لیس المراد بالفوقیة الجهة'' کے ذریعہ صفت فوقیت کی تعطیل کی ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں، بلکہ تمام بنی آدم کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے اور تمام لوگ اس کے لیے صفت علو کے قائل ہیں سلف کا یہی موقف رہا ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اس سلسلہ میں عقلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ونقلی دلائل بے شمار ہیں البتہ جہمیہ نے اللہ کی صفات میں سے صفت علو کا انکار کیا ہے اور اس مسئلہ میں ماتریدیہ، اشعریہ اور کلابیہ نے ان کی اتباع کی ہے اور نصوص کی تحریف کر کے اس صفت کی تعطیل کر بیٹھے ہیں۔

مثال نمبر۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث ہے۔

قال ابو هريرة : رايت رسول الله ﷺ يضع ابهامه على اذنه ، و التي تليها على عينه .... قال ابن يونس ! قال المقرى : يعني ان الله سميع بصير . يعني ان لله سمعا و بصرا . قال ابو داود و هذا رد على الجهمية .

صاحب بذل المجہود "و التي تليها على عينه" کی شرح میں فرماتے ہیں:

" اشارة الى صفة السمع و البصر فالمراد اثبات الصفتين لا التشبيه و التكيف ."

اس حدیث سے سمع وبصر کا اثبات ملتا ہے تو دوسری طرف صفت "عین" اور "اذن" کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ لیکن شارح نے صفت سمع وبصر کو ثابت کیا ہے اور صفت عین پر خاموشی اختیار کی ہے۔ جب کہ یہ صفت بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے۔

صاحب عون المعبود نے اس حدیث کی شرح میں امام خطابی کا مندرجہ ذیل اقتباس ذکر کیا ہے:

" معناه اثبات صفة السمع و البصر لله سبحانه ، لا اثبات العين و الاذن ، لانهما جارحتان ، و الله سبحانهٗ موصوف بصفاته منفيا عنهٗ ما لا يليق به من صفات الأدمين و نعوتهم ، ليس بذى جوارح و لا بذى أجزاء و ابعاض ، ليس كمثله شئ و هو السميع البصير ." انتهى

مصنف نے امام خطابی کے مذکورہ بالا اقتباس اور ان کے موقف کی دیگر علماء کرام کے کلام سے تردید کی ہے اور محققین علماء کے کلام کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ محققین کی بات نہیں ہے بلکہ اہل تحقیق اللہ تعالیٰ کو ان تمام صفات سے متصف مانتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے یا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو ان سے متصف کیا ہے۔ وہ اللہ کے لیے کسی ایسی صفت کا اختراع و ابتداع نہیں کرتے جو کتاب وسنت میں وارد نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ و لتصنع على عيني ﴾ ﴿ تجرى باعيننا ﴾۔

اسی طرح ان کے قول "ليس بذى جوارح" کو کلام مبتدع قرار دے کر کہا ہے کہ سلف میں سے کسی نے ایسی بات نہیں کہی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے متصف مانتے ہیں جن سے اللہ نے اپنے کو متصف کیا ہے اور جن سے سکوت اختیار کیا ہے ان سے خاموشی اختیار کی ہے۔ وہ مخلوق سے اللہ کی تشبیہ، تمثیل، تکییف نہیں کرتے جس نے اللہ کی تشبیہ مخلوق سے دی اس نے کفر کیا۔ بحث کے آخر میں صاحب عون المعبود نے اسماء وصفات کے بارے میں اعلام الموقعین، واجتماع الجیوش الاسلامیہ، الاسماء والصفات للبیہقی، الصواعق المرسلہ وغیرہ کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے۔

مثال نمبر۳

حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع روایت ہے: " ينزل ربنا عز و جل كل ليلة الى سماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الأخر .... الحديث ."

اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

" قال الخطابي رحمه الله : مذهب علماء السلف و ائمة الفقهاء ان يجروا مثل هذه الاحاديث علىٰ ظاهرها و ان لا يذكروا لها المعاني ، لا يتاولوها بعلمهم لقصور علمهم عن دركها ."

[بذل المجهود : ۲۷۱/۱۸]

جب کہ صاحب عون المعبود کا موقف اس حدیث کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح میں ہے۔ فرماتے ہیں:

"تقدم الكلام في مثل هذه الاحاديث هو امرارها علىٰ ظاهرها من غير تاويل و لا تشبيه، و لشيخ الاسلام ابن تيمية في شرح الحديث كتاب سماه بشرح حديث النزول و هو كتاب مملوء من تحقيقات عجيبة فانه عديم النظير في بابه." [عون المعبود: ۵۹/۱۳]

امام خطابی کے کلام کا مقصد حدیث نزول کے ذریعہ صفت نزول کی تفسیر کے باب میں جہمیہ کے موقف کی تردید کرنا ہے۔ ان کا مقصد تفویض فی المعنی نہیں بلکہ مقصود تفویض فی الکیف ہے۔ لیکن شاید مولف بذل المجہود نے "وان لا یذکروا لها المعاني" کے ذریعہ تفویض مبتدع یعنی تفویض فی المعنی مراد لیا ہے جب کہ یہ درست نہیں۔ سلف تفویض بالمعنی کے قائل نہیں کیونکہ وہ نصوص سے ثابت صفات اور ان کے معانی کی اچھی معرفت رکھتے تھے۔

فقہی مسلک

فقہی مسائل میں شیخ عظیم آبادی نے کسی بھی امام کی تقلید نہیں کی ہے بلکہ ائمہ محدثین و محققین کا منہج و طریقہ اپنایا ہے۔ کسی بھی مسلک کا کوئی بھی مسئلہ جو کتاب و سنت کے مطابق ہے اسے گلے سے لگایا ہے اور ایسے مسائل جو کتاب و سنت کے خلاف نظر آئے بلا شبہ ان کی تردید کی ہے، دلائل کی رو سے جسے راجح پایا اسے قبول کیا ہے اور جسے مرجوح پایا اسے ترک کر دیا ہے۔ یہی روش صحابہ و تابعین کی تھی بلکہ جن ادوار کو رسول علیہ السلام نے اسلامی تاریخ کے بہتر زمانے قرار دیے ہیں اور وہ ہیں عہد صحابہ و عہد تابعین، ان زمانوں میں بھی کتاب و سنت پر عمل کرنے کا منہج یہی تھا کہ کسی کی تقلید نہیں کی جاتی تھی۔

شیخ عظیم آبادی کے مقابلہ میں شیخ خلیل احمد سہارنپوریؒ فقہ اہل الرائے کے پابند تھے جس کی نمائندہ فقہ حنفی ہے۔ انہوں نے اپنی شرح میں پوری کوشش یہی کی ہے کہ احادیث کی ایسی شرح و توضیح کریں جس سے فقہ حنفی کی تائید ہو۔ اس سلسلہ میں انہوں نے بعض مقامات پر صحیح احادیث کی ایسی افسوسناک تاویل کی ہے جسے دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ان کے ذہن و دماغ پر حدیث نبوی علیہ السلام کی بجائے فقہ حنفی کو بالادستی حاصل تھی بذل المجہود کی خصوصیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ذیل کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

مثال نمبرا

نبی کریم علیہ السلام کا حکم ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرے۔ یہ حکم عام ہے کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں حتی کہ خطبہ جمعہ کے دوران بھی اگر کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کر کے بیٹھنا چاہیے۔ اس مسئلہ سے متعلق امام ابوداود نے "باب اذا دخل الرجل والامام يخطب" کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے اور حضرت جابرؓ کی حدیث پیش کی ہے ایک دوسری روایت ابوہریرہؓ اور ابوصالح رضی اللہ عنہما کی ہے کہ "سلیک غطفانی" آئے۔ آپ نے فرمایا: "دو رکعت نماز پڑھو اور مختصر پڑھو۔" یہ تمام حدیثیں دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں، فقہاء و محدثین کی ایک جماعت کا بھی خیال ہے جبکہ علمائے احناف اس کے قائل نہیں، یہ حدیثیں ان کے موقف کی تردید کرتی ہیں۔ ان علماء نے اپنے موقف کے اثبات کے لیے مختلف تاویلیں کی ہیں۔ صاحب بذل المجہود نے بھی اس کتاب میں اس مسئلے میں اپنے اسلاف کا طریقہ اپنایا ہے۔ دیکھیے: بذل المجہود ۱۲۷/۶-۱۳۷۔

اس کے برعکس صاحب عون المعبود نے نہایت اختصار کے ساتھ محدثانہ انداز میں اس مسئلہ کا حل پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یوں ہے:

"یہ حدیث دلیل ہے کہ تحیۃ المسجد خطبہ کی حالت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھی جائے گی فقہاء و محدثین کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے۔ سلف کی ایک جماعت نے عدم مشروعیت کی بات کہی ہے۔ لیکن یہ حدیث ان کے خلاف دلیل ہے۔ اس حدیث کی گیارہ تاویلیں کی گئی ہیں جو مردود ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں تمام تاویلات ذکر کرکے ان کی تردید کی ہے ﴿فاستمعوا له وانصتوا﴾ سے بھی استدلال کیا گیا ہے حالانکہ اس میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ یہ خاص ہے اور وہ عام، نیز خطبہ قرآن نہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو خطیب کے خطبہ کے دوران خاموش رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ امر معروف ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ شارع کا حکم ہے اور وہ بھی شارع کا حکم ہے، آپ کے دونوں حکموں میں کوئی تعارض نہیں مسجد میں داخل ہونے والا تحیۃ المسجد پڑھے اور بیٹھنے والا خاموش رہے۔'' دیکھیے: عون المعبود ۳/ ۴۶۵۔

مثال نمبر ۲

اسی طرح ایک دوسرا مسئلہ ہے کہ جب نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو اس نماز کے سوا کوئی دوسری نماز نہیں۔ خواہ وہ فجر کی دوسنتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ امام ابوداود نے "باب اذا ادرک الامام و لم یصل رکعتی الفجر" کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح اور مرفوع روایت پیش کی ہے۔ "اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ" اس حدیث کی شرح کے ضمن میں اس مسئلہ کے بارے میں صاحب عون المعبود نے بہت واضح انداز میں علمی وفنی بحث کرکے یہ فیصلہ دیا ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اور کوئی نماز نہیں پڑھنا چاہیے۔ رہا معاملہ بیہقی کی روایت کا جس میں "الا رکعتی الفجر" کا اضافہ ہے تو صاحب عون المعبود نے محدثانہ انداز میں بحث کر کے اس روایت کو ضعیف ثابت کیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نماز کی اقامت کے وقت کسی نفلی نماز کا شروع کرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ فجر کی دو رکعتیں ہوں یا اور کوئی دوسری نماز، صحابہ و تابعین اور ان کے بعد اہلِ علم کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے اس سلسلے میں نو اقوال ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک قول کراہت ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔ کیونکہ اس کی ممانعت کی حدیث صحیح ہے اور اس صحیح و ثابت حدیث کے کوئی معارض بھی نہیں ہے۔ اور نہ اس کے جواز میں کوئی صحیح و مرفوع حدیث موجود ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ بیہقی میں ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے "اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا رکعتی الصبح" تو میں کہوں گا کہ امام بیہقی نے اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی کہا ہے: ''کہ اس زیادتی کی کوئی اصلیت نہیں اور حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر دونوں ضعیف ہیں۔'' یہ روایت بیہقی کی ایک دوسری روایت کے معارض بھی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: "قال رسول اللہ ﷺ اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ، قیل یا رسول اللہ و الا رکعتی الفجر قال و لا رکعتی الفجر." قال الحافظ فی الفتح: و اسنادہ حسن. ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ظاہر حدیث پر ہے۔ ابنِ عمر، سعید بن جبیر، ابن سیرین، ابراہیم نخعی، عطاء، امام شافعی اور امام احمد نے اسے مکروہ کہا ہے۔ ابن مسعود، مسروق، حسن، مجاہد اور مکحول سے رخصت منقول ہے۔ حضرت عمر سے منقول ہے کہ وہ اقامت کے بعد نماز پڑھنے والوں پر ضرب لگایا کرتے تھے۔ ظاہریہ کا بھی یہی موقف ہے۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اقامت کے بعد آدمی اپنی نماز توڑ دے ان کے علاوہ دیگر اہلِ علم کا خیال ہے کہ نبی ﷺ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چونکہ ممانعت ثابت ہے لہٰذا اقامت کے بعد نفل شروع نہ کرے۔" دیکھیے: عون المعبود ۴/۱۴۳۔

اس کے مقابلہ میں صاحب بذل المجہود نے جہاں اس روایت پر بحث کی ہے وہاں ان کا انداز بڑا ڈھیلا ڈھلا ہے اور انہوں نے حدیث پر اس انداز سے بحث کی ہے تاکہ اس کے خلاف کی جانے والی تاویلات کے لیے ذہن ہموار ہو جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے امام شوکانی کے حوالہ سے نو اقوال کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے نیز امام طحاوی کی معانی الآثار کا حوالہ دے کر بحث ختم کردی ہے۔ ملاحظہ کریں: بذل المجہود ۶/۳۹۳۔

قال ابوداود پر بحث

سنن ابی داود کی ایک بہت بڑی خصوصیت "قال ابو داود" بھی ہے جس کے تحت حدیث مذکور پر امام ابوداود کا تبصرہ ہوتا ہے۔ اس تبصرہ میں مختلف امور پر بحث ہوتی ہے۔ جن میں فقہی مسائل، اسانید، جرح وتعدیل، توجیہ حدیث اور شرح غرائب ومفردات وغیرہ شامل ہیں (۵۱)۔ دونوں شرحوں کے اندر کم وبیش ہر جگہ "قال ابوداود" کی توضیح وتشریح کی گئی ہے۔ بعض مقامات پر دونوں نے الگ انداز سے اس پر بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں ہم دونوں شرحوں سے "قال ابوداود" کے صرف دو نمونے پیش کر رہے ہیں جن سے اہلِ علم بہت کچھ اندازہ کر سکتے ہیں:

(۱) فقہی مسئلہ

"باب المسح علی الخفین" کے تحت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں سفر کا ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک صبح فجر کی نماز عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے پڑھائی اور آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے نکلنے کے سبب تاخیر سے آئے آپ کی ایک رکعت چھوٹ گئی۔ عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے سلام پھیرنے کے بعد آپ نے ایک رکعت پوری کی اور کچھ اضافہ نہیں کیا۔ اس حدیث کے بعد امام ابوداود کا قول ذکر کیا گیا ہے۔ قال ابوداود:

" ابو سعید الخدری و ابن الزبیر و ابن عمر یقولون : من ادرک الفرد من الصلاة علیه سجدتا السهو ."

اس قول کی تشریح صاحب بذل المجہود یوں کرتے ہیں:

" ای ادرک مع الامام رکعة واحدة او ثلاث رکعات . قال مولانا محمد یحیٰ رحمه الله : " و لعل وجه قولهم ذلک انهم لما رأو سجدتی السهو سبب لجبر النقصان الوارد فیها بترک الواجب ، و الجماعة واجبة ، و قد فاتت فیجبر بالسجدة مع ما اعتراها من النقصان ." قلتُ : و الاوجه عندی انهم لما رأو انهٗ جلس للتشهد مع الامام فی غیر موضع الجلوس و یمکن منه النقصان حکموا علیه بالسجود لجبر النقصان ، و لکن لما لم یسجد النبی ﷺ فی هذه الحالة ثبت انهٗ لا یجب السجود فیها ." انتهی (۵۲)

صاحب عون المعبود تحریر کرتے ہیں:

" ای من ادرک وترا من صلاة امامه فعلیه ان یسجد للسهو ، لانه یجلس للتشهد مع الامام فی غیر موضع الجلوس ، و به قال جماعة من اهل العلم ، منهم : عطاء و طاوس و مجاهد و اسحاق . و یجاب عن ذلک بان النبی ﷺ جلس خلف عبد الرحمن بن عوف و لم یسجد و لا أمر به المغیرة ، و ایضا لیس السجود الا للسهو و لا سهو هنا ، و ایضا متابعة الامام واجبة ، فلا یسجد لفعلها کسائر الواجبات ."(۵۳)

(۱) سندِ حدیث پر کلام

" باب کیف التکشیف عند الحاجة " میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث " ان النبی ﷺ کان اذا اراد حاجة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لا یرفع ثوبه حتیٰ یدنو من الارض " کے تحت ابوداود کا قول ہے:

قال ابو داود:" رواه عبد السلام بن حرب عن الاعمش عن انس بن مالک ، و هو ضعیف ."

اس قول کی تشریح میں صاحب بذل المجہود لکھتے ہیں:

" الضمیر یرجع الی الحدیث الذی رواه عبد السلام بن حرب عن انس ، لا الی عبد السلام بن حرب ، قال فی درجات المقصود : لم یرد تضعیف عبد السلام ، لانه حافظ ثقة ، من رجال الصحیحین ، بل تضعیف طریق من قال عن انس لان الاعمش لم یسمع عن انس ، فلہ قال الترمذی مرسلا ." انتھی (۵۴)

صاحب عون المعبود لکھتے ہیں:

" قال السیوطی لیس مراده تضعیف عبد السلام ، لانه ثقة حافظ من رجال الصحیحین ، بل تضعیف من قال عن انس ، لان الاعمش لم یسمع من انس ، و لذا قال مرسل ." (۵۵)

دونوں مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں مولفین کا ماخذ اور مدلول تقریباً ایک ہے البتہ تعبیر جداگانہ ہے۔

قبول عام

اہلِ علم کے مابین کسی بھی کتاب کی مقبولیت اور عدم مقبولیت کا اندازہ اس کی اشاعت سے ہوسکتا ہے۔ کتاب غایۃ المقصود کی خصوصیت، افادیت، اہمیت اور اہلِ علم کی رائیں، اس کتاب کی مقبولیت کی واضح دلیل ہیں۔ اس کتاب ایک جلد ۱۳۰۵ھ میں مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوئی اور بقیہ اجزاء کا سراغ نہ لگ سکا۔

کتاب عون المعبود کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی ، اس کتاب کے متعدد ایڈیشن اس کے لیے شاہد عدل ہیں۔ اس کا پہلا ایڈیشن چار جلدوں میں ۱۳۱۸ تا ۱۳۲۳ھ تقریباً پانچ سال کی مدت میں پہلی بار شائع ہوا اور اہلِ علم نے اس کتاب کے مولف کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس ایڈیشن کے آخر میں غایۃ المقصود کے مقدمہ کا خلاصہ " فوائد نافعة مھمة " کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ اس کتاب کی دوسری اشاعت آفسیٹ کے ذریعہ دارالکتاب العربی بیروت لبنان سے ہوئی، اس کی تیسری بار اشاعت ۱۳۸۸ھ میں متوسط سائز میں شیخ عبدالرحمٰن محمد عثمان کی تحقیق وتصحیح کے ساتھ چودہ جلدوں میں مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ سے ہوئی۔ ۱۳۹۹ھ میں اس کا چوتھا ایڈیشن ادارہ نشرالسنۃ ملتان نے شائع کیا۔ جو ہندوستانی نسخہ کا عکس ہے اور ۱۴۱۰ھ میں دارالکتب العلمیہ بیروت نے اپنے مکتبہ سے اس کتاب کا پہلا ایڈیشن شائع کیا ہے۔

بذل المجہود: برصغیر ہندو پاک میں چونکہ فقہ حنفی کے ماننے والے زیادہ ہیں اس لیے "بذل المجہود" کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ پھر بذل المجہود میں بعض تفصیلات اور توضیحی نکات زیادہ ہیں اس لیے دوسرے حلقوں میں بھی کتاب مقبول ہوئی۔ عالم عربی میں بھی اس کو اہمیت حاصل ہے۔ ادارۃ البحوث العلمیہ ریاض سے اس کی توزیع بھی ہوئی ہے۔ اب تک بذل المجہود کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

تعلیقات وحواشی

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مقدمہ "تحفۃ الاحوذی"، الباب الاول: الفصل العاشر فی ذکر انواع کتب الحدیث۔

(۲) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مقدمہ "تحفۃ الاحوذی"، الباب الاول: الفصل العشرون فی ذکر الکتب الستۃ۔

(۳) تھذیب التھذیب: ۱۶۹/۴، بستان المحدثین: ۲۸۳۔

(۴) سیر اعلام النبلاء: ۲۰۳/۱۳ (۵) بستان المحدثین: ۲۸۴

(۶) تھذیب الکمال: ۳۵۶/۱۱، مقدمہ غایۃ المقصود: ۳۵/۱

(۷) الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ: ۲۵۰، بستان المحدثین: ۲۸۴

(۸) تھذیب الاسماء واللغات: ۵۰۹/۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۹) بستان المحدثین: ۲۸۵

(۱۰) تاریخ بغداد: ۵۹/۹، تہذیب الاسماء واللغات: ۵۱۱/۲

(۱۱) سیر اعلام النبلاء: ۲۱۵/۱۳

(۱۲) تہذیب الکمال: ۳۶۵/۱۱

(۱۳) سیر اعلام النبلاء: ۲۱۵/۱۳

(۱۴) تہذیب الکمال: ۳۶۵/۱۱

(۱۵) تہذیب الاسماء واللغات: ۵۰۹/۲، سیر اعلام النبلاء: ۲۱۳/۱۳

(۱۶) تہذیب الکمال: ۳۶۵/۱۱، سیر اعلام النبلاء: ۲۱۳/۱۳

(۱۷) تہذیب الاسماء واللغات: ۵۱۰/۲-۵۱۱

(۱۸) رسالہ ابوداود بنام اہل مکہ (۱۹) البدایۃ والنہایۃ: ۵۵/۱۱

(۲۰) امام ابن ماجہ اور علم حدیث: ۲۲۱

(۲۱) سیر اعلام النبلاء: ۲۱۰/۱۳

(۲۲) تہذیب الاسماء واللغات: ۵۱۰/۲

(۲۳) تہذیب السنن ۸/۱ بحوالہ ماہنامہ التوعیہ دہلی، جنوری ۱۹۹۰ء

(۲۴) تفصیل کے لیے دیکھیں: ''التوعیہ'' دسمبر ۱۹۸۹ء نیز رسالہ ابوداود بنام اہل مکہ کا محقق عربی متن۔ غایۃ المقصود: ۳۰/۱-۳۲

(۲۵) عظیم آباد: یہ ایک قدیم اور مشہور شہر ہے جو آج پٹنہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۲۶) ڈیانواں: پٹنہ سے کچھ فاصلے پر آباد ایک بستی ہے۔

(۲۷) رمنہ: یہ عظیم آباد کا ایک محلہ ہے۔

(۲۸) دیکھیے: نزہۃ الخواطر: ۱۷۹/۸

(۲۹) تفصیل کے لیے دیکھیں: حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ: ۲۷۳-۲۸۲

(۳۰) نفس مصدر: ۲۸۴-۲۹۶

(۳۱) دیکھیے: یادگار گوہری: ۱۱۰، بحوالہ حیات المحدث: ۶۶-۶۷

(۳۲) دیکھیے: نزہۃ الخواطر: ۱۷۹/۸، الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند: ۱۴۱، تراجم علماء حدیث ہند: ۲۷۱/۱۔

(۳۳) تراجم علمائے حدیث ہند کے مولف ابویحییٰ امام خان نوشہروی نے اپنی کتاب کے ص ۲۲۷ کے حاشیہ میں اس کتاب کو مولوی محمد اسماعیل بن شاہ عبدالجلیل علی گڈھی کی تصنیف قرار دیا ہے اور عظیم آبادی کی طرف اس کی نسبت کو درست نہیں کہا ہے۔

(۳۴) یہ کتاب ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء میں حدیث اکیڈمی پاکستان سے فاضل محقق ڈاکٹر بدرالزماں نیپالی کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔

(۳۵) دیکھیے: نزہۃ الخواطر: ۱۷۹/۸، تذکرہ علماء حال: ۵۷، مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱۷۰، مقدمہ ناشر الوجازۃ فی الاجازۃ۔

(۳۶) تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ کریں: نزہۃ الخواطر: ۱۳۳/۸-۱۳۵۔ شیخ عبدالحی لکھنوی۔ مقدمہ بذل المجہود از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حفظہ اللہ۔ تذکرۃ الخلیل: شیخ محمد عاشق الٰہی میرٹھی۔ آثر شیخ الاسلام: اسیرادروی۔ دبستان دیوبند کی علمی خدمات: اسیرادروی۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد دوم: سید محبوب رضوی۔ مشاہیر علماء دارالعلوم دیوبند: مولانا مفتی محمد ظفیر الدین۔

(۳۷) دیکھیے: بذل المجہود: ۳۹/۱، المسلمون فی الھند: ۴۲۔

(۳۸) نزہۃ الخواطر: ۴۰۸/۸

(۳۹) حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ: ۱۶۳-۱۷۱

(۴۰) غایۃ المقصود: ۲۴/۱ (۴۱) عون المعبود: ۱۲/۱

(۴۲) مقدمہ بذل المجہود: ۳۹/۱-۴۰

(۴۳) بذل المجہود: ۱۰/۱

(۴۴) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مقدمہ بذل المجہود ۱۰/۱-۱۱

(۴۵) مزید تفصیل کے لیے دیکھیں مقدمہ بذل المجہود ۴۳/۱-۴۵

(۴۶) بذل المجہود: ۸/۱-۳۹

(۴۷) دیکھیے مقدمہ بذل المجہود: ۴۴/۱ (۴۸) نفس مصدر

(۴۹) دیکھیں بذل المجہود ۲۲۳/۲۹-۲۵۹

(۵۰) ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمان الخمیس کی یہ کتاب دارالصمیعی ریاض سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہو چکی ہے۔

(۵۱) قال ابو داود کی شرح وتوضیح پر مولانا محمد حنیف گنگوہی صاحب نے ''فلاح وبہبود'' نام کی ایک مستقل کتاب دو جلدوں میں تالیف فرمائی ہے۔

(۵۲) بذل المجہود: ۱۵/۲ (۵۳) عون المعبود: ۲۹۵/۱

(۵۴) بذل المجہود: ۳۶/۱ (۵۵) عون المعبود: ۳۱/۱

(ماخوذ: ''علوم الحدیث۔ مطالعہ وتعارف''

ناشر: مقامی جمعیت اہلحدیث علی گڑھ یوپی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالسلام مبارک پوری

مولانا شمس الحق صاحب محدث عظیم آبادی مرحوم کا کتب خانہ

یوں تو ہندوستان میں بہت کتب خانے ہیں لیکن علامہ ابوالطیب کا کتب خانہ خاص بات رکھتا ہے کہ اس میں ہرفن کی کارآمد اور مفید کتابیں جمع ہیں علامہ مرحوم کے ساری عمر کی محنتوں اور جاں فشانیوں کا نتیجہ ہے اور آپ کے خداداد شوق کا ماحصل خداوندکریم اس کی حفاظت فرمائے کہ اس میں قلمی کتابیوں کے بڑے بڑے جواہر نادر الوجود ہیں جس کے دیکھنے کے لیے یورپ کے شائقین کی آنکھیں ترستی ہیں۔ کتب قلمیہ کے علاوہ بیروت، مصر، جرمن، فرانس، انگلینڈ، لیدن، ہندوستان وغیرہ کی مطبوعہ کتابیں پہلے طلب کرتے۔ اکثر نسخے مکرر ہو جاتے ان کو فی الفور اہل حاجت کے حوالے کر دیتے۔ ایک بار قسطلانی شرح صحیح بخاری کے کئی نسخے ہو گئے تو ایک کتب خانہ مدرسہ اصلاح المسلمین کے اور دوسرا مولوی محمد صاحب پٹنوی مالک مطبع احمدی کے حوالے کر دیا۔

موت العالم موت العالم

دنیا سے مرنا سب کو ہے لیکن ایک موت وہ ہوتی ہے جو ایک جہان کی موت خیال کی جاتی ہے اللہ جل شانہ کی ذات غنی ہے اس کو کسی کی پروانہیں نہ کسی کے جینے سے اس کا کچھ بنتا ہے اور نہ مرنے سے کچھ بگڑتا ہے وہ اپنے ملک میں جو چاہے کرے۔ له ما اعطیٰ وله ما اخذ و کل شیٔ عنده بمقدار۔ وہ ایسے ایسے کتنے شمس الحق پیدا کردے۔ و هو بکل شیٔ قدیر۔ لیکن ہماری بین نظر میں اس موت سے سردست ایک بڑے فیض کے بند ہونے کی صورت نظر آرہی ہے علامہ ابوطیب کی ذات بابرکات سے علاوہ ہندوستان کے ملک عرب میں عسیر، بغداد، عمان، نجد اور ملک مغرب میں فارس وغیرہ بھی فیضیاب ہو رہے تھے ان ممالک سے طلبہ آتے اور علوم حدیثہ کا استفادہ کرتے ان ممالک بعیدہ کے طلبہ کی آپ سب سے زیادہ خاطر کرتے اور علاوہ خوراک وسبق کے ان کے لیے جیب خرچ اور لباس وکتابوں کا سامان کرتے ان کے ناز اٹھاتے عرب کے لوگ بگڑے دل ہوتے ہیں مولانا کی علالت یا کسی اور ضروری کام کے اشغال کی وجہ سے کبھی سبق میں ناغہ ہوتا تو یہ لوگ بگڑ کھڑے ہوتے مولانا مرحوم ان کی دل جوئی کرتے ان کو مناتے۔

۱۳۲۸ھ کا ایک واقعہ ہے کہ مولوی محمد صاحب نجدی جو فنون ادبیہ کے علاوہ حدیثیہ میں بھی بہت ہی دستگاہ رکھتے تھے۔ بھوپال سے بعد انتقال شیخ حسین عرب صاحب ڈیانواں تشریف لائے۔ ان دنوں علامہ ابوالطیب کو زمینداری کا ایک بہت بڑا مقدمہ ہائیکورٹ میں پیش تھا، مولانا مرحوم اس کے الجھاؤ میں تھے سبق میں کمی ہوئی تو وہ بگڑ کھڑے ہوئے، مولانا مرحوم نے معذرت کی اور نقد روپے اور بہت سی کتابیں پیش کیں اور کہا اس وقت مہلت کم ہے انشاء اللہ میں آپ کے حسب خواہ پڑھاؤں گا وہ بگڑے دل علی الصبح روپیوں کو آپ کے بچھاون کے نیچے اور کتابوں کو کمرے میں رکھ کر چل دیے، صبح کو بچھاون جھاڑنے کے وقت روپے ملے اور کتابیں ایک طرف رکھی ملیں۔ اتفاقاً مولوی محمد صاحب صادق پوری پٹنہ پہنچے اور اس کمترین سے ملاقات ہوئی۔ دو روز صادق پور میں مہمان رہے کہ علامہ ابوالطیب بھی پٹنہ پہنچے اور جب مولوی محمد صاحب کی خبر پائی تو مجھے روپے دے کر فرمایا کہ یہ ڈیانواں سے روپے اور کتاب چھوڑ کر چلے آئے ہیں ان کو یہ روپے کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح دیدو، میں چلنے کے وقت روپے مولوی محمد صاحب کو دینے لگا اور علامہ ابوالطیب کی جانب سے معذرت کی اور اصرار کیا تو بہت ناخوش ہوئے اور مجھ سے فرمایا: انت بطال آاخذ الادنیٰ؟ و لم یحصل لی الاعلیٰ۔

طلبہ کی مدد جس طرح کتابوں سے کرتے اس صرف ہندوستان ہی واقف نہیں بلکہ ملک عرب وملک مغارب تک اس کا شہرہ ہے طلبہ کے خطوط کتابوں کی طلب میں درجنوں آتے رہتے آپ ان کو نمبروار درج رجسٹر فرماتے اور نمبروار ترتیب سے ان کے نام کتابیں بھیجتے بسا اوقات کثرت درخواست سے چھ چھ برس کے بعد کتابوں کے دینے کی نوبت آتی۔

جس قدر جماعت اہلِ حدیث کی تمام ہندوستان میں ہے کوئی جگہ شاید ایسی ہو جہاں حضرت میاں صاحب مرحوم کے بعد ان کا فیض نہ پہنچا ہو اور وہاں کے مدرسہ میں بشرطیکہ کچھ قابل ذکر ہو مولانا کے کتابوں کا عطیہ نہ پہنچا ہو اس کے علاوہ دیوبند، سہارن پور، میرٹھ وغیرہ کے مدارس بھی آپ کے فیض کے ممنون ہیں اگر مدرسہ احمدیہ کے رکن اور کانفرنس اہلِ حدیث کے امین مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ کے سکرٹری تھے تو مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد کے رکنِ اعظم تھے۔ یہ تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتب نادر الوجود آپ ہی کے شوریٰ سے طبع ہوئیں۔ مصر کے مطابع آپ سے طبع کتب کی رائے لیتے۔ آج کل مولانا مرحوم کو انساب سمعانی، لسان المیزان اور تمہید ابن عبدالبر کے طبع کا بہت بڑا خیال تھا۔ علماء اہلِ حدیث یا فارغ التحصیل طلبہ سے ملاقات کرتے اور ان کو تصنیف و تالیف کا شوق دلاتے۔ تحقیقات علمیہ کا پتہ بتاتے کتابوں کا پتہ دیتے۔ کتابیں مہیا کر دیتے مشاہرہ دیتے جو شخص دو چار روز بھی صحبت پاتا تصنیف و تالیف کے شوق میں ڈوب جاتا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ: مولانا مرحوم کے بڑے بڑے ارادے تھے جو مکمل نہ ہونے پائے و کم من حسرۃ تحت التراب۔ غایۃ المقصود شرح سنن ابی داود غالباً دس پاروں تک پہونچی جو بعد ختم تقریباً عینی شرح بخاری کے برابر پہونچتی۔ ''ہدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی'' مرتب نہ ہونے پائی۔ شرح مقدمہ مسلم تکمیل کو نہ پہونچی۔ افادۃ الرسوخ بمعرفۃ الشیوخ اغلب قرینہ ہے کہ تکمیل کو پہونچی ہوگی۔ حضرت میاں صاحب مرحوم کا مجموعہ فتاویٰ انہیں کے اہتمام سے جناب مولانا عبدالرحمان صاحب مبارکپوری درست کر رہے ہیں جو سو جزو تک کلاں ورق پر پہونچ چکا ہے۔ اس کمترین نے سیرۃ البخاری انہیں کے شوق دلانے سے لکھی۔ مولانا مرحوم نے سو نسخہ خریدنے کا وعدہ فرمایا تھا جس روز طبع ہو کر مکمل ہوئی مولانا مرحوم طاعون میں مبتلا تھے۔ انشاء اللہ وہ تصانیف جو طبع ہو کر شائع ہو چکیں ہیں ان کی فہرست مع تفصیل کے علامہ ابوالطیب مرحوم کی سوانح عمری میں درج ہوگی جس کے کفیل مولانا مرحوم کے خلف الصدق حکیم محمد ادریس صاحب ہونگے۔

میں فاضل لوذعی حکیم محمد ادریس صاحبزادہ سے ملتمس ہوں کہ کتب خانہ کے جواہر نادرۃ الوجود اور لعلہائے گراں مایہ کی آپ قدر کریں گے اور کتب خانہ کی فہرست مرتب کرا کر طبع کرا دیں گے کیونکہ علامہ ابوالطیب مرحوم نے بارہا مجھ سے فرمایا تھا کہ کتب خانہ کی مکمل فہرست تیار نہیں میرا ارادہ مصمم ہے کہ جلد فہرست مرتب کرادوں لیکن کثرت اشغال سے فرصت نہیں ملتی۔

ایک دوسری التماس یہ ہے کہ علامہ ابوالطیب مرحوم نایاب سے نایاب اور قیمتی سے قیمتی قلمی کتابوں کے عاریت دینے میں مطلقاً عذر نہ فرماتے اور اس میں بڑی فیاضی سے کام لیتے جس سے اکثر ان کو دھوکا بھی اٹھانا پڑا لیکن انہوں نے اس میں کبھی بخل سے کام نہ لیا۔ بلکہ وہ شائقین اہلِ علم کے پیاسے تھے۔ پس یہ فیض بھی آپ کا جاری رکھنا بہتر ہے لیکن اس کے لیے کوئی باضابطہ انتظام کرنا ضروری ہے۔

(ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر: ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوسلمہ شفیع احمد بہاری

کتب خانہ ڈیانواں [پٹنہ]

پٹنہ علمی حیثیت سے بھی صوبہ بہار کا مرکزی مقام اور علم وفضل کا گہوارہ ہے، اس مردم خیز خطہ اور اس کے اطراف و نواحی سے بہت سے اساتذہ و جہابذہ و اصحاب فضل وکمال پیدا ہوئے اور پورے ہندوستان کو اپنے علم کی روشنی سے جگمگایا، متاخرین میں مولانا شمس الحق ڈیانوی، علامہ شوق نیموی اور مولانا رفیع الدین شکرانوی کا نام خاص طور پر لیا جاسکتا ہے تینوں ہم عصر تھے اور تینوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق علم وفن کی خدمت کی۔

مولانا ڈیانوی کے مختصر حالات

وطن و پیدائش: ڈیانواں پٹنہ سے کچھ فاصلہ پر جنوب ومشرق میں سادات وشیوخ کی قدیم آبادی ہے اس کو مولانا کے مولد ومنشاء ہونے کا فخر حاصل ہے آخر ذیقعد ۱۲۷۳ھ میں مولانا یہیں پیدا ہوئے۔

نام: ابوالطیب کنیت، نام محمد، مشہور شمس الحق بن امیر علی بن حیدر الصدیقی۔

تحصیل علم: ایام طفولیت ہی سے تحصیل علم کا شوق تھا، اسی طلب میں عزاء نجد کو چھوڑ کر شدِ رحال کر کے دہلی پہنچے، اس وقت مولانا سید نذیر حسین صاحب بہاری عرف میاں صاحب کے درس حدیث کا غلغلہ تھا آپ انہی کے درس میں شریک ہوکر اکتساب فیض کر کے آسمان علم پر ''شمس'' بن کر چمکے اور فخر ہندوستان ہوئے۔

مولانا ڈیانوی اپنے استاذ میاں صاحب کا بہت احترام کرتے اور فرماتے کہ آپ ہی کی توجہ سے میں علم سے آشنا ہوا ایک جگہ اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ

"شيخنا العلامة السيد نذير حسين الدهلوى الذى له علىّ منة عظيمة لا استطيع ان اكافئها."

شادی واولاد: ۲۳ یا ۲۴ برس کی عمر میں شادی ہوئی اور رجب ۱۲۹۸ھ میں آپ کے خلف اکبر حکیم مولانا ادریس صاحب پیدا ہوئے جو الحمدللہ اب تک بقید حیات ہیں۔

عقیدہ: مولانا عقیدۃً سلفی تھے اور اس میں ان کو بڑا غلو تھا جیسا کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔

مدرسہ اسلامیہ کے ممتحن کی حیثیت سے: ایک بار جب بہار شریف تشریف لائے تو حکیم وحید الحق (۱) صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ اسلامیہ (۲) نے سالانہ امتحان کے موقع پر مدعو کیا، مولانا نے بطیب خاطر دعوت قبول فرمائی اور شریک امتحان ہوئے، بہار کا تقریری امتحان مشہور تھا، طلبہ سے زیادہ ممتحن تیار ہوکر آتے تھے آپ کے سامنے ابوداؤد کی جماعت حاضر ہوئی، اور جانبین سے اعتراض وجواب کا سلسلہ شروع ہوگیا جب فارغ ہوئے تو اپنے دلی جذبات کو چھپا نہ سکے، انبساط وسرور اور قلبی طمانیت کا اظہار فرمایا، غرض مدرسہ کی اعلیٰ تعلیم وطلبہ کی ذہانت وحاضر جوابی نے مولانا کے دل و دماغ پر اچھا اثر ڈالا۔

تصنیفی حال: خداوند قدوس نے مولانا کو علم و دولت دونوں سے نوازا تھا اور الحمدللہ کہ دولت وثروت کا صحیح مصرف لیا۔ علائق دنیا اور اس کی ضروریات سے بے نیاز ہوکر اپنے کاشانے میں بیٹھ کر تدریس وتعلیم اور تالیف وتصنیف میں پوری زندگی گزار دی جس سے سلف کی یاد تازہ ہوگئی، وقت کے افاضل اور صاحب خبرۃ وبصیرۃ علماء کا اجتماع رہتا جو تالیف و تصنیف میں مولانا کا ہاتھ بٹاتے اور مولانا ان کی ضرورتوں کے کفیل ہوتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا کا تصنیفی ہال میں نے خود دیکھا ہے، ایک بہت بڑا کمرہ تھا جس کے چاروں طرف دیوار سے لگی ہوئی الماریاں اور اس میں سلیقہ سے ہر فن کی کتابیں سجی رہتیں، وسط میں مولانا کی تپائی اور اس پر ضرورت کی کتابیں پڑی رہتیں گویا ایک چھوٹا سا اکیڈمی تھا، جس کا مقصد سنتِ سنیہ کا احیاء اور بدعتِ سیئہ کا قلع قمع کرنا تھا، اس کمرہ کے شمالی جانب برآمدہ اور چھوٹا سا خانہ باغ جس کے پائیں ایک بہت بڑا تالاب تھا جو موسمِ برشگال میں خاص لطف و بہار دیتا لیکن افسوس ؏

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

تصانیف: مولانا کی وسعتِ معلومات، کثرتِ مطالعہ، دقتِ نظر اور تبحر کا صحیح اندازہ تو آپ کی تصانیف ہی سے کیا جا سکتا ہے جن کی ہر سطریں اس کی غمازی کر رہی ہیں۔

آپ کی گراں قدر اور بیش بہا تصانیف میں ابوداؤد کی چھوٹی بڑی دو شرحیں غایۃ المقصود اور عون المعبود ہیں، اوّل الذکر بتیس جلدوں میں مکمل ہوئی مگر افسوس کہ زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکی۔ اس کے علاوہ التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی کو بھی اہل علم نے وقعت واحترام کی نظر سے دیکھا ہے۔

ہماری طرف یہ مشہور ہے کہ ابوداؤد کی شرح کا خیال اوّلاً مولانا رفیع الدین شکرانوی کو ہوا جس کی بھنک مولانا ڈیانوی کو لگی اور اس کی طرف مبادرت کر کے دو شرحوں کی طرح ڈال دی جس کا قلق مولانا شکرانوی کو تاحیات رہا لیکن حق یہ ہے کہ اس کی کوئی اصلیت نہیں ممکن ہے کہ مولانا شکرانوی کو خیال ہوا ہو مگر اس کا کوئی اثر مولانا ڈیانوی نے نہیں لیا، مولانا تلطف حسین جو میاں صاحب کے خادم خاص تھے فرماتے ہیں:

''کہ میں نے میاں صاحب سے بارہا ایک جماعت کی موجودگی میں کہتے ہوئے سنا کہ حضرت محدث الہند شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے پاس ابوداؤد کا ایک صحیح نسخہ تھا جس کا متعدد صحیح نسخوں سے مقابلہ و معارضہ کر کے پوری کتاب کو محشی کیا جس میں خصوصاً تمام مقامات صعبہ کا حل تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کا علماء پر یہ اتنا بڑا احسان تھا جس سے کبھی وہ سبکدوش نہیں ہوسکتے، قسمت کی خوبی کہ حضرت شاہ صاحب کا یہ نسخہ حضرت میاں صاحب کے ہاتھ لگا لیکن ۵۷ء کی جنگ آزادی میں یہ قیمتی نسخہ ضائع ہوگیا، میاں صاحب کے رنج وملال، غم وحزن کا اظہار اس وقت ہوتا جب اس کا تذکرہ آجاتا، غایت تأسف سے فرماتے کہ کاش کہیں اس نسخہ کا سراغ مل جاتا تو باوجود قلت بضاعت وکمی سرمایہ کے ہر قیمت پر اس کو خریدتا۔ فلما سمع المکرم المخدوم ابو الطیب ذلک الکلام من شیخنا القی اللہ فی قلبہ حب خلعۃ الفن لابی داود، فقام الیٰ خدمتہ قیام الانقیاد و بذل نفسہ بغایۃ البذل و جھد اجھدا بلیغاً لا تمام ھذا المرام۔''

خوشا قسمت! کہ مولانا اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے، میاں صاحب کے حیات ہی میں تین جلدیں طبع ہو کر ان کی نظروں سے گذریں، مولانا تلطف حسین فرماتے ہیں:

کہ میاں صاحب دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جب سنن کا مطالعہ کرتے تو اس کے طابع وشارح ومصحح کے لیے دعاء خیر کرتے اور فرماتے کہ ''زال عنی الغموم التی حصلت لی باضاعۃ النسخۃ العزیزیۃ۔''

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف بھی مولانا ہی کے رشحاتِ قلم کے زریں شاہکار ہیں۔

القول المحقق یہ مختصر سا رسالہ ایک سوال کے جواب میں ہے، سوال یہ ہے کہ

''جانوران ماکول اللحم راخصی کردن جہت تطییب لحم جائز است یانہ؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے اس کا محققانہ و مجتہدانہ جواب دیا ہے۔ مآل یہ ہے کہ

''پس حاصل کلام دربارہ خصی بہائم این است کہ غیر ماکول اللحم را اصلا جائز نیست و ماکول اللحم خصی نہ کردن اولیٰ وعزیمت وخصی کردنش جائز ورخصت است۔''

عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابة للنسوان

آج سے نصف صدی پہلے علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے مولانا جواز کے قائل تھے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، مشہور محدث علامہ طیبیؒ بھی عدم جواز کے قائل تھے۔ مولانا نے ان کا بھی جواب دیا ہے اوران کے دلائل کو مجروح کیا ہے۔

غنیة الالمعی محدثین کرام کی اصطلاح "هذا الحديث لا يصح و هذا الحديث لا يثبت" میں فرق ہے یا نہیں؟ یہ اسی کا جواب ہے۔

التحقيقات العلىٰ باثبات فرضية الجمعة فى القرىٰ موضوع نام سے ظاہر ہے، کسی زمانہ میں حنفی واہل حدیث کے مابین یہ مسئلہ معرکتہ الآراء رہا ہے۔ علامہ شوق نیمویؒ وحضرت شیخ الہندؒ نے بھی اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے اور تجرِ علمی کا پورا پورا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

تعليقات اسعاف المبطا برجال الموطا موطاء کے رجال پر حافظ سیوطی نے کچھ کام کیا ہے جس کا نام اسعاف المبطا برجال الموطا ہے اور جو مطبوع ہے مولانا ڈیانوی کا اسی پر حاشیہ وتعلیق ہے۔

نیز **الاجازة فى الوجازة**، **اعلام اهل العصر باحكام ركعتى الفجر**، **هدية اللوذعى بنكات سنن الترمذى**، **كتاب الاجازة**، **النجم الوهاج فى شرح مقدمه الصحيح لمسلم بن الحجاج**، **نهاية الرسوخ فى معجم الشيوخ**، **المكتوب اللطيف الى المحدث الشريف**۔ یہ سب کتابیں بھی آپ ہی کے جودتِ طبع، وسعتِ نظر اور جولانیٔ قلم کے ثمرات ہیں۔ مصافحہ پر بھی ایک رسالہ ہے جس میں علمائے احناف کے خلاف مصافحہ بالید یعنی صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کو ثابت کیا ہے۔

کتب خانہ: مولانا کتابوں کی فراہمی اوراس کے حصول میں زرِ کثیر اور رقمِ خطیر صَرف کیا کرتے تھے بلکہ ان کے مال و دولت کا مصرف ہی یہ تھا۔ مطبوعہ کتابوں کا تو ذکر ہی کیا اس کا تو انبار تھا، اور ہر فن کی بے شمار کتابیں تھیں۔ لغت، ادب، معانی، تصوف، طب وغیرہ تو بہر حال اسلامی علوم وفنون تھے میں نے دیکھا ہے کہ مہابھارت اور اسی قبیل کی دوسری کتابیں بھی بکثرت ان کے کتب خانہ کی زینت بنی ہوئی تھیں۔

قلمی کتابوں اور نسخ خطیہ کی بھی کمی نہیں تھی اور نہایت نایاب و نادر کتابوں کا ذخیرہ تھا، بعض کتابیں تو ایسی ہیں کہ اب تک دنیا سے ناپید ہی ہیں اور اپنی قدر و قیمت بہت زیادہ رکھتی ہیں۔

حصول کتب کے ذرائع: دو تین ذرائع ایسے تھے جن سے مولانا کے یہاں کتابیں پہنچتی رہتی تھیں، آپ کا ابرِ کرم چونکہ ہر شخص کو سیراب کیا کرتا تھا اس لیے عرب سائل، نیز طلبہ جو تعلیم واستفادہ کی غرض سے اقصائے یمن ونجد و مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً) کے ہوتے۔ بکثرت زیارت کرتے اور اپنے اپنے دامن مقصود کو مالا مال کرجاتے، انہی واردین میں کوئی صاحب اپنے ساتھ قلمی کتاب بھی لے کر آتے اور منہ مانگی قیمت پاتے، مولانا ان کتابوں کو دیکھ کر کلی کی طرح کھل جاتے، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ایک عرب ''مسند ابو عوانہ'' لائے، مولانا مطالعہ میں مشغول تھے فرطِ انبساط سے بے خود ہو کر اچھل پڑے اور پوچھا کیا قیمت ہے؟ عرب نے جو قیمت بتائی اس سے زائد ہی دی۔

دوسرے مولانا زین العابدین آروی تھے جن کا قیام حیدر آباد میں تھا یہ بھی کتابیں فراہم کیا کرتے تھے یہ وہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب ہیں کہ جب مولانا محمد محی الدین جعفری زینبی نے کتاب المؤتلف و المختلف و شبه النسبة للحافظ عبد الغنی بن سعید الازدی الاموی (م ۴۰۹ھ) کے شائع کرنے کا خیال کیا تو ان کے پاس صحیح نسخہ نہیں تھا جس سے تصحیح کرتے تو مولانا آروی ہی نے صحیح نسخہ بہم پہنچایا اگرچہ بعد میں ان کو اور نسخے بھی دستیاب ہوگئے۔ تیسرے مجیب اللہ بن حبیب اللہ العظیم آبادی بھی تھے، یہ حضرت بھی مولانا کے لیے کتابیں فراہم کرتے رہتے تھے۔

اب میں مختصراً بعض نادر اور اہم کتابوں کا ذکر کرتا ہوں۔

مسند ابو عوانه مکمل نہیں بلکہ ناقص ہے۔ آخری باب، باب الجهر بالقرآة فی صلاة الكسوف ہے اوراق ۲۵۶ اور خط قدیم ہے ۶۰۰ھ میں کتابت ہوئی زمانہ کا انقلاب دیکھیے کہ یہ نسخہ کس طرح مولانا ڈیانوی کے کتب خانہ سے ''غائب'' ہوگیا پھر قلابازیاں کھاتا ہوا مشرقی کتب خانہ غازی پور پہنچا اور اب تحت رقم ۲۷۰۱ کتب خانہ کی زینت بنا ہوا ہے اس کا ایک نسخہ اور ہے مگر وہ جدید الخط ہے اس کے کاتب محمد مجیب اللہ بن حبیب اللہ العظیم آبادی ہیں اس کی کتابت شوال ۱۳۲۹ھ میں ہوئی ہے۔ اب دائرۃ المعارف حیدر آباد نے اسے شائع کر دیا ہے۔

معالم السنن للخطابی مکمل بخط عرب جدید ہے۔ یہ بھی اب شائع ہوگئی ہے، مصر کے مشہور محدث اور عامل بالحدیث سید رشید رضا مرحوم ایڈیٹر المنار کو ضرورت ہوئی تو ہندوستان میں علامہ سید سلیمان صاحب ندوی کے ذریعے تلاش کرائی مگر ان کو بھی کوئی نسخہ بہم نہیں پہنچ سکا (۳)۔ البتہ اس کی پہلی جلد جونپور کے مشہور عالم خاندان مولانا ابوبکر محمد شیث صاحب (م ۱۹۴۰ء) کے کتب خانے میں دستیاب ہوئی تھی، جونپور کا نسخہ نہایت عمدہ بخط عرب ہے اور یمن سے ان کے یہاں پہنچا تھا اس جلد کو دیکھ کر علامہ سید سلیمان صاحب ندوی کو امام خطابی کی تصنیفات کی حرص اور زیادہ بڑھ گئی تھی (۴)۔ مگر اب یہ گوہر شب چراغ، نایاب نہیں، مولانا ڈیانوی نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے کہ " قد من الله تعالىٰ على باشتراء هذا الكتاب."

التقاسيم و الانواع المعروف به بصحيح ابن حبان ناقص (صرف چند اجزاء)۔

ثقات ابن حبان ناقص، نصف ثانی کے کچھ اجزاء اور جلد ثالث کے تابعین اور اتباع التابعین کے کچھ اجزاء و ربع الرابع کے کچھ اجزاء۔ خط جدید۔

فوائد الشريعة فقہ حنفی پر ترکی زبان میں ہے۔ یہ کتاب شاہزادہ محمد داد بخت ولی عہد بہادر شاہ سلطان دہلی کے کتب خانہ کی ہے، اس پر شاہزادہ کی ایک مہر بھی ہے۔ ۳۰۱ اوراق ہیں ہر صفحہ میں ۱۶ سطریں ہیں حروف جلی اور کل ۸۰ ابواب ہیں جس میں سے بعض اہم ابواب یہ ہیں: طہارۃ، صلوۃ، زکوۃ، حج، صوم، شمائل، معجزات، ازواج مطہرات، وفات سرکار دو عالم ﷺ، خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہا مؤلفہ اخون قاسم ولایتی۔

كشف الاستار من زوائد مسند البزار للهيثمیؒ

علامہ نور الدین ابوالحسن الہیثمیؒ م ۸۰۷ھ حافظ عراقی کے خاص تلامذہ میں سے ہیں اور فن حدیث میں ان کو جو کچھ کمال حاصل ہے وہ عراقی ہی کا فیض ہے، انہی کے اشارہ سے علامہ ہیثمی نے مسند احمد کے ان احادیث کو جو زائد علی الکتاب الستہ ہیں جمع کیا جب فارغ ہوئے تو شیخ کے سامنے پیش کیا اور بہت محظوظ ہوئے جس سے حوصلہ بڑھا "ثم حبب اليه هذا التخريج نخرج البحر الزخار في زوائد البزار" سنن کی ترتیب پر ہے نسخہ بہت قدیم الخط ہے بلکہ علامہ ہیثمی کے قلم سے ہے جس سے اس کی اہمیت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، مگر افسوس کہ ناقص ہے یہ نسخہ عبد العزیز نزیل مکۃ المشرفہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس بھی رہ چکا ہے وہاں سے منتقل ہوتا ہوا ڈیانواں پہنچا کل ۲۵۸ اوراق اور مندرجہ ذیل ابواب ہیں: باب مالا زکوۃ فیہ صدقۃ الفطر، کتاب الصیام، کتاب الحج، فضل المدینۃ و مکہ، کتاب الاضاحی والصید، کتاب البیوع، الایمان و النذور، الاحکام، اللقطۃ، النعصب، الوصایا، الفرائض، العتق، النکاح، الطلاق، اللعان، الجنایات، الدیات، الحدود۔

امام بزار رواۃ پر جرح بھی کرتے ہیں، مگر یہ جرح بہت مختصر ہے، معلوم نہیں کہ علامہ ہیثمی ایجاز سے کام لیتے ہیں یا امام بزار کی جودت طبع کا نتیجہ ہے؟ جب تک اصل سامنے نہ ہو کچھ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، بہرحال علم حدیث کے مشہور راوی اور صاحب سیر اور مغازی کے امام واقدی کے متعلق صرف اتنا کہتے ہیں کہ "تکلم فیہ اھل العلم۔" الربیع بن مسلم کے متعلق کہتے ہیں کہ "ثقہ مامون۔" محمد بن الحسن ابن زبالہ کے متعلق یہ کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ "لین الحدیث۔" محمد بن ذکوان "لین الحدیث۔" الحسن ابن عمارۃ "لا یحتج بحدیثہ اذا تفرد۔" ایک موقع پر کہتے ہیں کہ "تفرد بہ سوار بن مصعب و ھو لین الحدیث۔" علامہ ابن فہد نے اس کا نام "البحر الزخار فی زوائد البزار" بتایا ہے۔

کشف الحثیث عمن رمیٰ بوضع الحدیث مؤلفہ برہان الدین ابوالوفاء سبط ابن العجمی م ۸۴۱ھ، نہایت لطیف کتاب ہے اس کی افادیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراقی "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ" لکھنے بیٹھے تو کشف الحثیث کو تھوڑے تصرف سے اپنی کتاب کا حصہ بنایا، جدید الخط ہے مگر خود مؤلف کے نسخہ مکتوبہ ۸۴۰ھ سے منقول ہے۔

کتاب الشفا للقاضی عیاضؒ، غایت خوشخط اور پوری کتاب مطلا، اول و آخر کے کچھ اوراق غائب، اس لیے سن کتابت معلوم نہ ہوسکا میں جب بھی گیا اس کے اجزاء کو منتشر ہی پایا فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

اطراف عبدالغنی بن جماعۃ النابلسی الدمشقی الحنفی مصنف نے اس کا نام "ذخائر المواریث فی الدلالۃ علیٰ مواضع الاحادیث" رکھا ہے مگر اب اطراف ہی کے نام سے مشہور ہے یہ کتب سبعۃ (صحاح ستہ اور موطا امام مالک بروایۃ یحیٰ بن یحیٰ اللیثی) کی فہرست و انڈکس ہے، اس موضوع پر دیگر ائمہ فن کی بھی کتابیں ہیں اور اب تو ایک مستشرق نے ۱۴ برسوں کی مسلسل محنت سے ۱۴ کتب احادیث کی فہرست طیار کی ہے، اگر یہ مستشرق فن حدیث سے باخبر معلوم ہوتا تو کم مدت میں اس سے زیادہ جامع فہرست تیار ہوتی مگر دونوں کی نوعیت میں فرق ہے، اطراف عبدالغنی کے کچھ اجزاء مکتبہ علم وحکمت بہار شریف میں بھی موجود ہیں اور دل چاہتا ہے کہ اس کے مقدمہ سے اس فن کی ترتیب و تدوین پر کچھ حالات پیش کروں مگر ناظرین کے ملال خاطر کے اندیشہ سے قلم ٹھٹک کر رہ جاتا ہے۔

معرفۃ السنن و الآثار للبیھقی فقہ کی دائرۃ المعارف اور بہت اہم کتاب ہے تاج الدین سبکی کا قول ہے کہ ہر شافعی فقیہ کے پاس اس کا رہنا ضروری ہے، چہار ضخیم جلدوں میں ہے مگر مولانا کے کتب خانہ میں صرف پہلی جلد ہے جسے میں خرید کیا تھا اس کا ایک نسخہ علامہ شوق نیمویؒ (۵) کے کتب خانہ میں بھی تھا نیمی کا نسخہ زیادہ قدیم اور دوسری جلد کتاب الزکوۃ [تک] تھا مگر افسوس کہ نیمی کا پورا کتب خانہ ۴۶ء کے فتنہ میں نذر آتش ہوگیا۔ مکتبہ علم وحکمت نے جو معرفۃ السنن والآثار کا نسخہ شائع کیا ہے اس کے پیش نظر ڈیانواں کا نسخہ تھا۔

تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف حافظ ذہبی کے شیخ علامہ مزی کی تصنیف ہے، ۴ جلدوں میں ہے حافظ ذہبی نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے کل اجزاء ۸۰ سے کچھ اوپر بتلائے ہیں موضوع کتاب وہی ہے جو ابن جماعہ نابلسی کی کتاب کا ہے۔ڈیانواں میں تیسری اور چوتھی مکمل غیر ناقص اور پہلی اول سے ناقص اور آخر سے تمام اور دوسری جلد آخر سے ناقص ہے،حافظ ذہبی نے اس کی تلخیص بھی کی ہے اس کے اور نسخے بھی ہندوستان کے دیگر کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔

کتاب التذکرہ فی علم الحدیث للعلامہ سراج الدین عمر بن الملقن م ۸۰۴ھ،مختصر سا اصول حدیث کا رسالہ ہے،کل دو گھنٹے اس کی تالیف میں صرف ہوئے اور صبح کے وقت یوم جمعہ ۲۷ جمادی الاولیٰ میں فراغت ہوئی علامہ سیوطی م ۹۱۱ھ نے ایک اور رسالہ (المقنع) کا پتہ دیا ہے کاتب چلپی کے قول کے مطابق ''تذکرہ'' اس کا مختصر ہے،اور بعض اہل علم کے نزدیک تذکرہ کا نام ''کافی'' بھی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

لوامع النجوم المتضمن من شمس العلوم ابن سعید حمیری کی سب سے عجیب وغریب تصنیف شمس العلوم ہے جو گو ایک لغت کی کتاب ہے لیکن الفاظ متعلق حمیر ویمن کے ضمن میں بہت سے حمیری الفاظ اور ناموں کی تصحیح کی ہے اور ان کے معنی لکھے ہیں جن سے مستشرقین یورپ کو حمیر وسبا کی تاریخ کی ترتیب اور کتبات کے پڑھنے میں بہت مدد ملی ہے،شمس العلوم کا ایک عمدہ نسخہ اسکوریال لائبریری میں بھی موجود ہے (ارض القرآن ج ا ص ۱۴) یہ اسی کی شرح ہے سن کتابت ۹۶۱ھ ہے۔

مقدمہ فتح الباری کاتب عیسیٰ بن عبداللہ خانہ کعبہ کے زیر سایہ ۱۰۹۲ھ میں کتابت ہوئی ، ٹائٹل مطلا اور حاشیہ کرم خوردہ ہے اس پر کئی مہریں ثبت ہیں ایک میں ''یامحمود'' ۱۲۰۹ کندہ ہے دوسرے میں بہادر شیخ ۱۱۹۴ ہے،تیسرے میں ''اللھم اجعلنی حامداً محموداً'' ہے ایک اور مہر ہے جس میں احمد بن ابراہیم ۱۲۳۱ھ ہے۔

نہایہ ابن اثیر غریب الحدیث میں مشہور کتاب ہے سن کتابت ۹۳۴ھ ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف خط نہایت اعلیٰ وپاکیزہ مکتوبہ ۱۱۱۵ھ ہے۔

مسلم شریف اس پر علامہ شوکانی یمنی ۱۲۵۰ھ کی تحریر ہے،آپ نے اپنے کسی شاگرد کو ۱۲۴۰ھ میں اجازت دی ہے۔

سنن ابی داود (صرف کتاب الایمان والنذور) ابو داود کے نسخے کتاب الایمان و النذور کے تراجم واحادیث کے تقدیم وتاخیر میں بہت مختلف ہیں ،یہ انہی میں کا ایک ہے۔ خطِ جید،نفیس اور مطلا ہے۔

الحرز الثمین شرح حصن حصین لعلی القاری خط جید مکتوبہ ۱۰۱۴۔

تیسیر الوصول الیٰ جامع الاصول فی حدیث الرسول ﷺ ،خط عمدہ واعلیٰ ہے،دو واسطہ سے اس نسخہ کا مقابلہ اس اصل سے ہوا ہے جس میں مؤلف کے لڑکے نے پڑھا تھا۔

کتاب تحقیق منیف الرتبہ لمن ثبت لهٗ شریف الصحبة للحافظ صلاح الدین العلائی م ۷۶۱ھ جدید الخط ہے سن تالیف ۷۵۳ھ ہے۔

شرح وقایہ المسمی بشرح ابی المکارم مکتوبہ ۱۰۱۷ در عہد جہانگیر۔

خلاصة السلوک فی نیل الرفعة و السموک لالصوفی الحاجی ابن سعید النقیسی مکتوبہ ۱۱۱۵ھ در عہد جلوس عالمگیر غازی۔

مختصر المعانی بہت خوشخط ۱۱۳۶ھ میں پڑھا گیا ہے۔

نسائی شریف خط قدیم عتیق ۔فتح الباری مکمل خط قدیم وعتیق ۔الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ خطِ قدیم وعتیق ۔بخاری شریف خطِ نفیس اور پوری کتاب گویا مطلا ہے۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو داود یہ بھی بخاری شریف ہی کی طرح ہے۔ ترمذی شریف خط جید مکتوبہ ۱۳۵۹ھ۔ موطا امام مالک بخطِ جید مکتوبہ ۱۲۹۱ھ۔

تفسیر بحر مواج قاضی شہاب الدین دولت آبادی ملقب بملک العلماء، فارسی از پارہ ۶ تا ختم۔

تهذیب سنن ابی داود لابن القیم مدینہ منورہ میں ۱۲۱۴ھ میں کتابت ہوئی۔ مولانا نے غایۃ المقصود کے حاشیہ پر اس کو شائع بھی کیا ہے۔

عینی شرح بخاری ج ۴ غایت باریک اور بہت خوشخط۔ تفسیر مجمع البیان للشیخ فقیہ الشیعہ ابی جعفر محمد بن الحسن الشیعی الطوسی م ۶۵۱ھ از سورہ فصلت تا ختم قرآن مجید، حروف اعلیٰ و پاکیزہ۔ تفسیر بیضاوی مکتوبہ ۱۰۸۲ھ۔ فتاویٰ سراجیہ بخطِ قدیم وعتیق ۱۰۸۸ھ۔ کتاب الاشباہ و النظائر النحویہ مکتوبہ ۱۰۸۹ھ۔ مفتاح المعانی شرح مثنوی سیّد عبدالفتاح الحسینی العسکری مکتوبہ ۱۲۴۶ھ مگر جلد اوّل کے شروع کے چار پانچ اوراق غائب۔

اب آخر میں چند کتابوں کے نام کو بیان کر کے اس داستان سرائی کو ختم کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوگا کہ مولانا کے کتب خانہ میں کتنا تنوع تھا۔

کتاب الاکلیل فی استنباط آیات التنزیل، الاتقان، جامع صغیر، اشعۃ اللمعات، کتاب العمدۃ، المعجم الصغیر للطبرانی بروایۃ ابی بکر محمد بن عبد اللہ، نزھۃ الحفاظ لابی موسیٰ الحافظ، استدراک امّ المومنین عائشۃ رضی اللہ عنھا علیٰ الصحابہ جامع ابو منصور عبد المحسن بن محمد بن علی البغدادی، حصر الرشاد من اسانید محمد عابد السندی الانصاری، فتح القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی، لمعات التنقیح فی شرح مشکلات المصابیح ناقص الطرفین، شرح عمدۃ الاحکام لابن دقیق العید خط قدیم، ذکر السماء من تکلم فیہ و ھو موثق للذھبی، جامع الاصول من احادیث الرسول لابن الاثیر، کتاب القرآۃ خلف الامام بیھقی، شرح شمائل ترمذی للشیخ محمد الحنفی ۹۲۶ھ میں تالیف سے فراغت ہوئی۔ محلّی شرح موطاء لمولانا سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن فخر الدین، موطا امام مالک خوشخط مکتوبہ ۱۲۳۴ھ۔ اجزاء کتاب التمھید لابن عبد البر، اجزاء مصنف بن ابی شیبۃ، اجزاء تذکرۃ الحفاظ للذھبی، تحفۃ الجلساء برویۃ النساء سیوطی، شرح الفیہ، منھاج الاعتدال فی نقض کلام اھل الرفض و الاعتزال لابن تیمیہ، کتاب تنبیہ المغترین للشعرانی خوشخط، التصریف لم عجز التالیف زھراوی، کتاب الاختلاف شافعی بروایہ ربیع بن سلیمان، بحر الرائق بخط حسن، فصول الاحکام لاصول الاحکام المشھور بفصول العمادی فی فروع الحنفیۃ صرف معاملات مؤلفہ شیخ جمال الدین بن عماد الدین الحنفی، کاتب چلپی کا بیان ہے کہ ۶۵۱ھ میں تالیف سے فارغ ہوئے۔ خزانۃ الرویات (فقہ)، من لا یحضرہ الفقیہ تالیف ابو جعفر محمد بن علی القمی، تھذیب الاحکام فقہ خط جید، جوھرہ نیرہ، ارکان اربعہ مولانا عبد العلی، جواھر الفتاویٰ تالیف شیخ امام رکن الدین ابوبکر، شرح مواقف، شرح مسلم الثبوت مولانا عبد العلی، توضیح، حاشیہ دائر الاصول، شرح مسلم الثبوت ملا مبین، ملا جلال، حاشیہ میر زاھد، شرح مواقف نفیسی، شرح محسطی، شرح مطالع، کتاب الارشاد (نحو)، مصباح و کافیہ علم نحو، ھشت بھشت امیر خسرو، فرامین شیخ ابو الفضل ھر سہ دفتر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے علاوہ کتب خانہ میں اور بھی بہت سی گراں قیمتیں کتابیں تھیں، پر مولانا کے بعد ضائع ہوگئیں پھر بھی جو بچ گئی تھیں، وہ کم اہم نہ تھیں مگر اس کو کیا کیا جائے کہ فلک کج رفتار سے بھی نہ دیکھا سکا۔ اور ۱۹۴۶ء کے ہنگامہ کے بعد بچی کھچی کتابیں مشرقی کتب خانہ بانکی پور میں داخل کردی گئیں۔ اور اب غالباً مولانا کے مکان میں مسلم پناہ گزیں مقیم ہیں۔ فیا اسفا! وواحسرتا۔

﴿تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾

حواشی

(۱) آپ کو بھی میاں صاحب سے شرف تلمذ حاصل تھا اور خالصاً لوجہ اللہ خدمتِ مدرسہ کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیا تھا اور سچ یہ ہے کہ اہتمام کا حق ادا کردیا۔ اب یہ تدین و تمذہب کہاں نصیب؟ فاغفرہ وارحمہ۔

(۲) اس مدرسہ کا ہندوستان کی قدیم درسگاہوں میں شمار ہے۔ اکناف بہار شریف کے باشندہ ایک عالم باصفا مولانا وحید الحق استھانویؒ (استاد وخسر جناب مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب بہاریؒ) نے ۱۳۰۱ھ میں اس مدرسہ کو قائم کیا اور کفرزار ہند میں تعلیماتِ اسلامی کو پھیلانے میں کارہائے نمایاں انجام دیا اور یہ مدرسہ اپنے وقت میں صوبہ کے دیوبندی علماء کا گڑھ سمجھا جاتا تھا اس کے پاس ایک کتب خانہ ہے جس میں ہر فن کی قابلِ قدر کتابوں کا اچھا ذخیرہ ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کی علم دین کی طرف سے بے رغبتی اور منتظمین مدرسہ کی بے کسی سے اب یہ مدرسہ اپنے آثار قدیمہ کا مدفن بنا ہوا ہے اور اس قحط وگرانی کے دور میں کتابیں کیڑے کو غذا بہم پہنچا رہی ہیں۔

(۳) لیکن ڈیانواں میں مکمل نسخہ موجود تھا۔

(۴) معارف نومبر ۱۲ء ص ۳۲۳

(۵) ابوالخیر کنیت، ظہیر احسن نام اور شوق تخلص کیا کرتے تھے، نیمی، پٹنہ ضلع میں ڈیانواں کے متصل ایک گاؤں ہے اسی کی طرف مولانا منسوب تھے۔ آپ کی ایک رباعی ہے۔ شوقست تخلصم ظہیر احسن نام۔ در قریہ دلنواز نیمی است مقام۔ شد از پے کنیتم ابوالخیر الہام۔ تاریخ تولدم ظہیر الاسلام (۱۲۷۸) مولانا عبدالحئی لکھنویؒ کے شاگرد تھے۔ آپ کی تصانیف میں سب سے بلند پایہ تصنیف "آثار السنن" ہے جو آپ کی حدیث دانی کا مظہر ہے اور حق یہ ہے کہ اس کتاب نے حنفی مکتب خیال کی دنیا ہی بدل دی اور بہت سے کمزور دلوں سے احساسِ کہتری جاتا رہا۔ حضرت شاہ صاحبؒ اس کو بہت عزیز رکھتے تھے اور اب تو ہر عالم اس ڈھب پر کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری سمجھتا ہے، ساتھ ہی اردو ادب کے مستند ادیب تھے، لکھنؤ میں جب تھے تو وقت کے اساتذہ سے نوک جھونک اور مناظرہ کا بازار گرم رہتا اور جیسا کہ سنا ہے۔ الحمد للہ سہون کو چت کیا اس سلسلہ میں آپ کا ایک دیوان اور "مثنوی سوز وگداز" یادگار ہے۔ کاش مثنوی میں مترنم بحر اختیار فرماتے تو یقیناً شہرۂ آفاق کتاب "زہرِ عشق" کے حق میں سم قاتل ہوتا، مولانا کا ذوق بھی قابلِ داد ہے کہ "آثار السنن" کے ذریعہ مذہبی دنیا میں ہلچل ڈال دی اور اکابر علماء سے خراج تحسین وصول کیا تو ادبی دنیا میں مثنوی پیش کر کے ساری خلقت کو حیرت میں ڈال دیا۔ غایت ذکی، فطین اور طباع تھے۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف السورتی فرماتے تھے کہ مولانا عبدالحئی سے ذکاوت ووسعتِ معلومات میں بڑھ چڑھ کر ہیں موجودہ علمائے احناف کا عام خیال ہے کہ وہ مولانا عبدالحئی کا کفارہ ہیں۔ پٹنہ میں طبابت کے باعث زیادہ قیام رہا اور وہیں ۱۷ رمضان المبارک یوم جمعہ بوقت خطبہ ۱۳۲۲ھ انتقال فرمایا اور اپنے وطن مالوف نیمی میں مدفون ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت شاہ انور صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں جب مکہ معظمہ میں تھا تو حرم پاک میں دیکھا کہ قرآن خوانی ہو رہی ہے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ شوق نیموی کوچ کر گئے۔ آپ کے خلف مولانا عبدالرشید نیموی سے راقم الحروف کے تعلقات تھے مگر فتنہ کے بعد ملاقات نہ ہوسکی۔ سنا ہے کہ ان کے دماغ پر فتنہ بڑا زبردست حملہ کیا ہے جس سے وہ کھوئے کھوئے سے رہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد یاسین شاد (ملتان)

علامہ شمس الحق محدث ڈیانویؒ کا ذوق کتب

معروف مؤرخ مولانا شبلی نعمانی دارالعلوم ''ندوۃ العلماء'' لکھنؤ کی علمی نمائش منعقدہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۶ء بمقام ٹاؤن ہال بنارس میں کتب خانہ ڈیانواں مضافات پٹنہ صوبہ بہار مملوکہ علامہ محمد شمس الحق محدث ڈیانویؒ کا ذکر کرتے ہوئے ''الندوہ'' جلد ۳ شمارہ نمبر ۲ میں بعنوان ''نادر الوجود کتابیں'' لکھتے ہیں:

''فنِ حدیث کی نہایت نایات کتابیں مولوی شمس الحق صاحب ڈیانوی نے عنایت کی تھیں۔ جن میں سے متعدد کتابیں ایسی تھیں جو امام بخاری سے پیشتر زمانہ کی تصنیف تھیں۔'' [منقول از مقالات شبلی جلد ہفتم ص ۱۰۴ طبع اوّل نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد پاکستان]

علامہ محدث ڈیانوی رحمہ اللہ نے بیک وقت چار ذرائع سے علمِ حدیث کی خدمت انجام دی۔

۱۔ بذریعہ درس وتدریس، جس کے ذریعے طلباء علوم دین کی ایک کثیر تعداد نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔

۲۔ معاصر علماء کی عملی تربیت اوران کی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے نہ صرف مواقع پیدا کیے بلکہ ممکنہ وسائل بھی مہیا کیے تاکہ مسلک سلف محدثین کے احیاء کا کام جاری رہے۔

۳۔ نادر ونایاب احادیث کی کتابوں کی جمع واشاعت، تاکہ جن کتابوں کے حصول کا مرحلہ سخت دشوار تھا وہ بآسانی میسر آسکیں۔

۴۔ بذریعہ تصنیف وتالیف جو اخلاف کے لیے عظیم علمی خزینہ ثابت ہوسکے(۱)۔

خصوصی طور پر ذوقِ کتب کے لیے تین اصحاب الفضیلۃ فرسان علوم الحدیث کثیر التصانیف ہیں، میری مراد یہ شخصیات ہیں:

۱۔ علامہ ابوالطیب سیّد نواب صدیق حسن قنوجی (م ۱۸۹۵ء)

۲۔ علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۹۱۱ء)

۳۔ علامہ ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (م ۱۹۸۷ء)

سیّد نواب صدیق حسن قنوجی بخاری کی تصانیف کی تعداد ۲۲۳ ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ سلفیہ لائبریری (لاہور) میں جملہ تصانیف نواب صاحب موجود ہیں۔

فضیلۃ الشیخ مولانا عطاء اللہ حنیف کی خدمات علمیہ پر اشاعتِ خاص ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور سال ۲۰۰۵ء طبع ہوچکی ہے۔ اسی اشاعت کے صفحہ ۱۱۵ پر نامور مؤرخ اہلِ حدیث، ہمارے محسنِ خاص مولانا محمد اسحاق بھٹی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کی کنیت پر تحریر کرتے ہیں:

''حنیف ان کا تخلص تھا، ابوالطیب ان کی کنیت تھی۔ حضرت نواب صدیق حسن خان کی کنیت بھی ابوالطیب تھی اور شارح ابوداود مولانا شمس الحق ڈیانوی کی کنیت بھی یہی تھی۔ مولانا ان حضرات کے علم وفضل سے بہت متاثر تھے اسی لیے انہوں نے اپنے لیے یہ کنیت اختیار کی تھی۔ والدین نے ان کا نام عطاء اللہ رکھا تھا لیکن وہ حصول برکت کے لیے عام طور پر اپنے نام کے ساتھ محمد کا سابقہ لگاتے تھے۔''

اس مختصر مضمون میں متوسط الذکر عبقری شخصیت علامہ ابی الطیب محمد شمس الحق ڈیانوی محدث کے ذوقِ کتب کے حوالے سے گزارشات پیشِ خدمت ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی علمِ حدیث پر دیے گئے اپنے لیکچرز میں فرماتے ہیں:

''میاں نذیر حسین کے دوسرے شاگرد تھے علامہ شمس الحق عظیم آبادی، یہ اتنے بڑے محدث ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے زمانے میں ان سے بڑا محدث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی نہیں تھا، یا اگر تھے تو ایک دو ہی تھے تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا انہوں نے دو کارنامے انجام دیئے جو بہت غیر معمولی تھے: [۱] ان کا ایک کارنامہ تو یہ تھا کہ انہوں نے غایۃ المقصود کے نام سے سنن ابوداود کی شرح لکھی جو بتیس جلدوں میں تھی۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ یہ شرح چھپ نہیں سکی۔ [۲] انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی اور دو شاگردوں کو اس کی تلخیص کے کام پر لگا دیا۔ یہ تلخیص عون المعبود کے نام پر شائع ہوئی اور آج چھپی ہوئی ہر جگہ ملتی ہے جو سنن ابی داود کی بہترین شرحوں میں سے ایک ہے۔ عون المعبود برصغیر، ایران بیروت، مصر اور باقی دنیا میں بھی چھپی ہے اور اس کے درجنوں ایڈیشن نکلے ہیں۔'' [محاضرات حدیث: ۴۲۹-۴۳۰]

''عون المعبود'' کی تصنیف کے دوران محدث ڈیانوی رحمہ اللہ کی معاونت ان کے برادرِ صغیر اور بعض دیگر علماء و محدثین نے کی جس کا تذکرہ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے ''تذکرۃ المحدثین'' جلد اول صفحہ ۲۶۱ تا ۲۶۳ کیا ہے۔ نیز ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ میں بھی مولانا اصلاحی کا ایک مضمون ''عون المعبود کا مصنف کون ہے؟'' اپریل ۱۹۶۱ء میں طباعت پذیر ہوا تھا جس میں ثابت کیا تھا کہ ''عون المعبود'' شیخ علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق بن امیر علی عظیم آبادی کی تصنیفِ لطیف ہے دیگر حضرات اہلِ علم و فضل بمع برادرِ صغیر محض ان کے معاون تھے۔

محدث شمس الحق نے حدیث کی عظیم الشان و معروف کتاب ''سنن دارقطنی'' مصنفہ امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی (م ۳۸۵ھ) کو پہلی مرتبہ اپنی مفید تعلیقات کے ساتھ شائع کیا۔ متن کی ترتیب تین قلمی نسخوں کی مدد سے کی۔ ان کے حواشی و تعلیقات کی نوعیت کا اندازہ ان کے اس بیان سے ہوتا ہے:

''اکتفی فیھا علیٰ تنقیح بعض احادیثہ و بیان عللہ و کشف بعض مطالبہ علیٰ سبیل الایجاز و الاختصار.'' [التعلیق المغنی: ۱/۲]

''میں اس میں بعض حدیثوں پر تنقید کر کے ان کی علتیں بیان کروں گا اور مختصراً بعض کے مطالب بھی واضح کروں گا۔''

اس کے مقدمے میں محدث عظیم آبادی نے امام دارقطنی اور ان کی سنن سے متعلق قیمتی معلومات تحریر کی ہیں۔ یہ کتاب بڑی تقطیع کی دو جلدوں میں مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۱۵ھ میں شائع ہوئی اور اس کے بعد اب متعدد مقامات سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

''تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء'' علامہ محدث ڈیانوی کی غیر مطبوعہ فارسی تصنیف ہے۔ اس کا قلمی مسودہ صاحب ''نزہۃ الخواطر'' مولانا سید عبدالحئ حسنی (والدِ گرامی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) کو ''نزہۃ الخواطر'' کی تصنیف و تالیف کے لیے ارسال کیا تھا۔ ''نزہۃ الخواطر'' کے متعدد مقامات پر علامہ ڈیانوی کے اس مسودے کے حوالے بھی موجود ہیں۔ لیکن یہ مسودہ واپس ڈیانوی صاحب تک اور ان کے اخلاف کو نہیں پہنچا۔ جبکہ یہ مسودہ ڈیانوی صاحب نے بغرضِ استفادہ عاریۃً ارسال کیا تھا۔ مولانا عبدالحئ حسنی کے اخلاف کے لیے مناسب ہے کہ وہ شرعی و اخلاقی ضابطوں کی پاسداری کرتے ہوئے یہ مسودہ ڈیانوی صاحب کے اخلاف کو واپس کر دیں۔

''نور العین من فتاویٰ الشیخ حسین'' علامہ شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری المتوفی ۱۳۲۷ھ کے فتاوے جنہیں ان کے صاحبزادے شیخ محمد نے مرتب کیا ہے۔ اس کی صرف پہلی جلد ۱۳۲۲ھ کو لکھنؤ سے طبع ہوئی ہے۔ اس کی ترتیب میں علامہ ڈیانوی صاحب نے بڑی دلچسپی لی تھی۔

اسی طرح ''فتاویٰ نذیریہ'' شیخ الکل سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء کی جمع و ترتیب میں بھی علامہ ڈیانوی کی خصوصی دلچسپی اور کاوش کا ذکر ملتا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے ''سیرت النعمان'' میں ائمہ حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جماعتِ محدثین سے متعلق توہین واستخفاف کا ارتکاب کیا تھا۔ اس کا مثبت و مدلل جواب علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی نے ''حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان'' کے عنوان سے دیا۔ ''حسن البیان'' بھی علامہ ڈیانوی کے ایماء و مشورہ اور تعاونِ علمیہ سے تحریر کی گئی ہے۔ ''حسن البیان'' کی تصنیف کے لیے سیّد عبدالحیٔ حسنی صاحب ''نزہۃ الخواطر'' کو خطوط لکھے اس میں مولانا شبلی نعمانی کے لیے پیغام دیا۔ بلکہ خود نعمانی صاحب کو بھی خط لکھا۔ ''سیرت النعمان'' میں مناقب الشافعی لابن ابی حاتم الرازی (م ۳۲۷ھ) کا حوالہ ہے۔ یہ کتاب ایک ماہ کے لیے عاریۃً مانگی۔ کتنا ولولہ، تڑپ و درد تھا حفاظتِ حدیث، دفاعِ فکرِ محدثین عظام کے لیے۔

مولانا شبلی نعمانی المتوفی ۱۹۱۴ء نے اپنی کتاب ''سیرۃ النعمان'' میں محدثین پر عموماً اور امام محمد بن اسماعیل بخاری اور ان کی صحیح بخاری پر خصوصاً تنقید کو مشغلہ بنایا۔ مکمل کتاب کا جواب محدث ڈیانوی نے ''حسن البیان'' کی شکل میں تیار کروایا۔ امام بخاری اور ان کی صحیح بخاری کے لیے ''سیرت البخاری'' میں اعتراضات شبلی علی البخاری کا بھرپور جواب مولانا عبدالسلام مبارکپوری المتوفی ۱۳۴۲ھ سے لکھوایا۔ ہر طرح کی علمی معاونت کی اور طباعت کے بعد اس کے ایک سو نسخے خریدنے کا وعدہ بھی کیا۔ لیکن افسوس کہ مولانا محدث ڈیانوی اس کی اشاعت سے چند ماہ قبل ہی ۱۹۱۱ء کو انتقال کر گئے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے۔ محدث ڈیانوی کی معاونتِ علمی سے متعلق خود مولانا عبدالسلام مبارکپوری ''سیرت البخاری'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

''ایک مدت سے میرے دماغ میں امام المحدثین کی سوانح عمری لکھنے کا خیال چکر لگا رہا تھا۔ لیکن بے بضاعتی اور مواد کی قلت کسی طرح اس طرف قدم بڑھانے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ ایک بار جناب مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب عظیم آبادی سے اس کا تذکرہ ہوا۔ علامہ موصوف نے ہمت دلا کر کتابوں کا پشتارہ لگا دیا اور مواد کے فراہم کرنے کے لیے دور دراز ملکوں میں خطوط بھیجے نسخ مطبوعہ اور قلمیہ برابر میرے پاس بھیجتے رہے۔ علاوہ بریں خان بہادر خدا بخش صاحب مرحوم سی آئی کا مشہور کتب خانہ ایک غنیمتِ باردہ اور خداداد نعمت تھا۔ میں افسوس سے کہتا ہوں کہ اس اہم کام کے لیے جس قدر مواد کی ضرورت تھی فراہم نہ ہو سکے تاہم جس قدر مہیا ہو گئے بہت غنیمت ہے اور علامہ ابوالطیب کی علم دوست طبیعت کی برکت و خان بہادر خدا بخش خاں مرحوم کے کتب خانہ کا فیض۔ ان دونوں کا شکریہ کسی طرح فراموش نہیں کیا جا سکتا۔''

اسی ذوقِ کتب کے جذبۂ صادقہ کے مطابق ''الحیاۃ بعد المماۃ'' کے مؤلف مولانا فضل حسین مظفر پوری کو اپنا انتیس برس کا جمع کیا ہوا سرمایہ (موادِ علمیہ) سوانح عمری میاں صاحب کے لیے نہایت خوشی و فرحت سے بھیج دیا۔

حدیث و سنّت اور عقیدۂ سلف کی حمایت و تائید کے لیے ہر وقت پوری طرح کمربستہ رہتے تھے۔ شریعتِ مطہرہ قرآن و حدیث کی معمولی مخالفت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ڈاکٹر عمر کریم حنفی پٹنوی نے ''الجرح علی البخاری'' کے نام سے اور سیّد عبدالغفور عظیم آبادی نے بھی جب حدیث، ائمہ حدیث اور امام بخاری کے خلاف اپنے تصلّب حنفیت کی وجہ سے زبانِ طنز وطعن کو دراز کیا تو اس کا جواب علامہ ڈیانوی نے اپنے تلمیذِ رشید نامور عالم دین مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) سے لکھوایا۔ نیز اس سلسلہ میں ان کی ہر قسم کی مالی اعانت بھی کرتے رہے۔ مولانا بنارسی کی تمام تصانیف ۱۳۲۹ھ تک کی مطبوعہ کتب کے جملہ مصارف خود مولانا ڈیانوی نے ادا کیے۔ بنارسی صاحب کی تصانیف یہ تھیں: حل مشکلات بخاری، الامر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البرم لابطال الکلام المحکم ، ماوحیم ، صراطِ مستقیم لہدایۃ عمر کریم ، الریح العقیم ، العرجون القدیم .... خود مولانا سیف بنارسی نے اس تعاونِ علی البر والتقویٰ برائے دفاع سنت نبویہ ﷺ کا ذکر اپنی کتاب ''الامر المبرم'' میں کیا ہے۔

مولانا ڈیانوی دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن کے بھی رکن تھے۔ خدابخش اورینٹل لائبریری بانکی پور پٹنہ میں استفادہ کی غرض سے تشریف فرما ہوتے رہتے تھے۔ مولانا ابو القاسم سیف بنارسی ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر مورخہ ۱۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں اس کتب خانے سے متعلق لکھتے ہیں:

''صوبہ بہار میں خدابخش خان مرحوم کے کتب خانہ کے بعد جو بانکی پور میں ہے آپ [محدث ڈیانوی] کا کتب خانہ قابلِ ذکر تھا۔ لیکن ذخیرہ حدیث وتفسیر واسماء رجال کے لحاظ سے آپ کے کتب خانہ کا نمبر اوّل ہے۔''

مولانا ابو الطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء کو خدابخش لائبریری تشریف لائے اور یہاں سے استفادہ کے بعد وہ تأثراتی رجسٹر میں یوں رقمطراز ہوئے:

''آج بتاریخ ۱۰ جولائی کو ہم اس مبارک کتب خانہ میں آئے........ اور تحفۃ الاشراف للحافظ المزی اور دیگر کتب قلمیہ نادرۃ العصر کو خوب اچھی طرح سے مطالعہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کتب خانہ کو قائم و باقی رکھے اور اس کے منتظم و مہتمم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین'' [ماہنامہ ''قومی زبان'' کراچی: ستمبر ۱۹۸۹ء، مضمون ''مشاہیر کی چند نادر تحریریں'' از عطاء خورشید]

خود ذاتی کتب کے لیے کتابوں کے حصول کا کیا ذریعہ تھا؟ مولانا شفیع احمد بہاری لکھتے ہیں:

''دو تین ذرائع ایسے تھے جن سے مولانا کے یہاں کتابیں پہنچتی رہتی تھیں، آپ کا ابرِ کرم چونکہ ہر شخص کو سیراب کیا کرتا تھا اس لیے عرب سائل، نیز طلبہ جو تعلیم و استفادہ کی غرض سے اقصائے یمن ونجد ومدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً) کے ہوتے۔ بکثرت زیارت کرتے اور اپنے اپنے دامن مقصود کو مالا مال کر جاتے، انہی واردین میں کوئی صاحب اپنے ساتھ قلمی کتاب بھی لے کر آتے اور منہ مانگی قیمت پاتے، مولانا ان کتابوں کو دیکھ کر کلی کی طرح کھل جاتے، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ایک عرب ''مسند ابوعوانہ'' لائے، مولانا مطالعہ میں مشغول تھے فرطِ انبساط سے بے خود ہو کر اچھل پڑے اور پوچھا کیا قیمت ہے؟ عرب نے جو قیمت بتائی اس سے زائد ہی دی۔ دوسرے مولانا زین العابدین آروی تھے جن کا قیام حیدر آباد میں تھا یہ بھی کتابیں فراہم کیا کرتے تھے...... تیسرے مجیب اللہ بن حبیب اللہ العظیم آبادی بھی تھے، یہ حضرت بھی مولانا کے لیے کتابیں فراہم کرتے رہتے تھے۔'' [ماہنامہ ''برہان'' دہلی: جولائی ۱۹۵۱ء]

ان کے علاوہ مولانا فتح محمد بھی مولانا کے لیے کتابیں فراہم کیا کرتے تھے۔ [حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ: ۵۶]

مولانا محدث ڈیانوی کا عظیم کتب خانہ کا زیادہ حصہ خدا بخش خان اورینٹل لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔ کچھ حصہ حالات کی دست برد سے ضائع ہو گیا۔

ہماری الٰہ العالمین کے حضور دعا ہے:

﴿وتوفنا مع الابرار﴾ [سورۃ آل عمران: ۱۹۳]

ترجمہ: ''اور موت دے ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ۔''

ایک صاحب ذوق نے ترجمہ مندرجہ بالا حصہ آیتِ کریمہ کا پنجابی میں اس طرح ترجمہ کیا ہے:

پوری پا ساڈی نال نیکاں دے

حواشی

(۱) محمد تنزیل الصدیقی الحسینی: ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور ۲۰ دسمبر ۲۰۰۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

25546

سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی

حضرت مولانا شمس الحق محدثؒ اور ان کا خاندان

اسلامی دنیا میں ایسے بکثرت اللہ کے برگزیدہ بندے پیدا ہوئے جو مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں صدیاں گزر گئیں کہ وہ دنیا میں موجود نہیں لیکن ان کے نیک اعمال کے نقوش اور ان کی تحریر کردہ کتابیں باقی ہیں جن سے مسلمان وہ صراط مستقیم پا رہے ہیں جس کا وعدہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا ہے۔ ایسے ہی برگزیدہ بندوں میں ایک ذات محدث کبیر امام اہل حدیث حضرت مولانا ابوالطیب شمس الحق محدث ڈیانوی عظیم آبادی قدس سرہ العزیز کی ہے۔ آپ کے علمی کارناموں اور خدمت حدیث پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت لکھا جاتا رہے گا اسلامی دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں کے لوگ آپ کے نام نامی اسم گرامی سے واقف نہیں۔ خصوصیت کے ساتھ عرب دنیا آپ کی علمی وراثت سے خوب خوب فائدہ اٹھا رہی ہے۔ زیر نظر مضمون میں مولانا علیہ الرحمتہ کے اجداد کا ذکر خیر کیا جا رہا ہے اس لیے کہ آپ کی زندگی کے اس گوشے پر توجہ نہیں دی گئی ہے۔ حضرت کا نسبی تعلق خلیفہ اول امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے۔ آپ کا داد یہال موضع ہرداس بگہہ، ضلع پٹنہ (عظیم آباد)، صوبہ بہار کا ایک مشہور ومعروف صدیقی گھرانہ ہے۔ آپ کے اجداد میں سے چند نام درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق بن امیر علی بن مقصود علی بن غلام حیدر بن ہدایت اللہ بن محمد زاہد بن نور محمد بن علاء الدین صدیقی۔ (آگے کی کڑیوں کی تلاش میں مولانا کے ورثاء کو کاوش کرنی چاہیے)۔

حضرت شیخ امیر علی:

محدث عظیم آبادی قدس سرہ کے والد کا نام امیر علی تھا جو ضلع پٹنہ عظیم آباد کے ایک قریبی بستی ہرداس بگہہ کے رہنے والے تھے۔ جن کی مالی حیثیت ایسی مستحکم تھی کہ آپ کے دادا شیخ غلام حیدر کی شہر عظیم آباد میں کئی عالی شان کوٹھیاں تھیں۔ آپ کا خاندان اور آپ کے آباء واجداد پہلے مسلک احناف سے منسلک تھے۔ آپ کی شادی برادری ہی میں حضرت مولانا شیخ گوہر علی کی نو اولادوں میں سب سے بڑی اور اکلوتی صاحبزادی سے انجام پائی۔ جن کے صاحبزادے محدث کبیر امام اہل حدیث، فخر ملت حضرت مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی قدس سرہ العزیز ہیں۔ شیخ گوہر علی شہر عظیم آباد اور موضع ڈیانواں کے قرب وجوار کے بہت بڑے رئیس تھے۔ شیخ امیر علی ۱۲۴۲ھ میں اپنے وطن ہرداس بگہہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی اور فارسی کی مکمل تعلیم گھر پر اپنے بزرگوں سے ہوئی۔ شادی کے بعد عظیم آباد چلے آئے اور اپنی سسرال محلہ رمنہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ عظیم آباد کے اہل علم حضرات کی صحبت اختیار کی۔ یہاں آپ نے مولانا شیخ عبدالحکیم شیخپوری، مولانا مسیح اللہ عظیم آبادی اور مولانا ابوالحسن عظیم آبادی سے شرح وقایہ وشرح جامی وغیرہ تمام کیں۔ صوبہ بہار کی روایت، گھریلو پاکیزہ ماحول اور عظیم آباد پٹنہ کے مذہبی و اسلامی تربیت کا اثر آپ کی شخصیت میں نمایاں تھا شیخ امیر علی بڑے پاکیزہ نفس، حلیم، خلیق اور عمدہ اطوار کے مالک تھے۔ سخاوت اور داد ودہش کا جذبہ آپ کا خاندانی ورثہ تھا۔ آپ نے ۱۲۸۴ھ کو محلہ رمنہ، پٹنہ میں وفات پائی اور اپنے آبائی گاؤں ہرداس بگہہ میں آسودہ خاک ہیں۔

تاج الاسخیاء حضرت مولانا گوہر علی ڈیانویؒ:

آپ مولانا شمس الحق محدث کے حقیقی نانا بزرگوار ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کا خاندان شہر عظیم آباد پٹنہ سے بارہ میل کی دوری پر واقع موضع ڈیانواں کا تھا۔اللہ پاک نے خوشحالی اور فارغ البالی سے نوازا تھا۔معاشی اور علمی دونوں حیثیت سے آپ کا خاندان صوبہ بہار اور صوبہ سے باہر شہرت رکھتا تھا۔شہر عظیم آباد پٹنہ میں بڑی بڑی کئی عالی شان حویلیاں تھیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ شہر پٹنہ میں رہائش پذیر تھے۔آپ کے اجداد حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔جو پھلواری شریف کے روحانی سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے۔حضرت مولانا شیخ گوہر علیؒ ۱۲۱۳ھ میں موضع ڈیانواں میں پیدا ہوئے۔آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے منتہی ہے۔موضع ڈیانواں اور کے قرب وجوار کی کئی بستیوں نگرنہسہ، نیمی، جیٹھلی، کٹونہ، اشرف پور، مہتو چک، موجی پور اور محی الدین پور وغیرہ میں شیوخ صدیقی آباد ہیں، جن میں اکثریت حضرت مولانا گوہر علی کے ہم جد اور قریبی اعزاء و اقارب کی ہے۔آپ کا سلسلہ نسب یادگار گوہری میں مولوی محمد زبیر مرحوم نے اس طرح لکھا ہے:

مولانا گوہر علی بن شیخ مہر علی بن شیخ کرم علی بن شیخ برہان الدین بن شیخ ہدایت علی بن شیخ عبدالغفور بن شیخ غلام مظفر بن شیخ ملا عبدالصمد بن ملا شیخ محمد چاند بن شیخ پھول بن شیخ مالک بن شیخ ظہور بن شیخ غنی بن شیخ عبداللہ بہادر بن شیخ محمد حاجی بن شیخ عبدالملک بن شیخ مخدوم الملک بن شیخ عبدالسلام بن شیخ محمد بخاری بن شیخ عبدالقیوم بخاری بن شیخ اسد اللہ بدایونی بن شیخ عبدالعلیم مدنی بن شیخ عبدالمزید بخاری بن شیخ ابی عبداللہ مدنی بن حیدر شجاع مدنی بن عبدالقادر مدنی بن عبدالعالم مشہدی بن علی عبداللہ مدنی بن عبدالرحمٰن الفقیہ بن قاسم بن محمد۔

مولانا گوہر علی کے جداعلیٰ میں حضرت ملا محمد چاند موضع ڈیانواں کے مالک تھے اور وہ ایک بڑی جاگیر رکھتے تھے۔

آپ کی نسل میں بھی اللہ تعالیٰ نے برکت دی جو موضع ڈیانواں نگرنہسہ، نیمی، جٹھلی، کٹونہ، اشرف پور، مہتو چک، موجی پور اور محی الدین پور وغیرہ بستیوں میں آباد ہوئی صاحب ثروت ہوئے اور علاقے کے رؤسا و شرفاء میں شمار کیے گئے۔

مولانا گوہر علی نے ابتدائی تعلیم اور فارسی کتابیں موضع بیتھو شریف میں پڑھیں۔موضع بیتھو، ضلع گیا میں بڑی مشہور بستی ہے۔یہاں مخدوم سید شاہ درویش اشرف چشتی کی خانقاہ اور روضہ مرجع خلائق ہے۔مولانا وہاں سے عظیم آباد تشریف لائے اور جید علمائے عظیم آباد مولانا مظہر علی، مولانا جان علی، مولانا ابو الحسن اور مولانا ابراہیم حسین وغیرہ سے عربی اور علوم اسلامیہ کی تکمیل کی۔آپ کو بیعت وارشاد سلسلہ قادریہ میں خانقاہ قادریہ پھلواری شریف سے تھی۔بعد فراغت تعلیم آپ نے ملازمت کا پیشہ اختیار فرمایا اور ترقی کی منزلیں طے کرتے ہوئے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے آپ نے اپنی ملازمت سے دولت کثیر حاصل کی۔شہر عظیم آباد پٹنہ میں عالیشان کوٹھیاں اور حویلیاں بنوائیں اور قرب وجوار کے دیہاتوں میں زمینداریاں خریدیں جس کی سالانہ آمدنی پچاس ہزار سے زیادہ تھی۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے مال میں خوب برکت دی تھی اس لیے کہ آپ اپنی دولت بے دریغ غرباء، مساکین، بیواؤں اور یتیموں کی امداد میں خرچ کرتے تھے۔بے شمار افراد کو آپ سے فائدہ پہنچا۔آپ کی داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ صوبہ بہار میں تاج الاسخیا اور انیس الفقراء کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔عظیم آباد پٹنہ اور ڈیانواں کے مکان میں طلباء کی کثیر تعداد ہوتی جن کی تعلیم کے لیے درجن سے زیادہ مدرسین و معلمین مقرر ہوا کرتے تھے۔آپ کی ذاتی لائبریری میں طبع شدہ کتابوں کے علاوہ قلمی نسخوں کا کافی بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔

آپ کو نو اولادیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیں ایک صاحبزادی یعنی والدہ مولانا شمس الحق محدث اور آٹھ صاحبزادے مولوی محمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احسن، حافظ محمد محسن، حافظ محمد حسن، مولوی محمد وحید، مولوی نور محمد، حافظ علی اکبر، حافظ علی اصغر، اور مولوی علی احمد۔

مولوی محمد احسن مرحوم:

آپ اپنے والد حضرت مولانا گوہر علی کے سب سے بڑی اولاد ہیں۔حضرت مولانا شمس الحق کے بڑے ماموں اور خاندان کے نگراں تھے۔ مولانا شمس الحق محدث عظیم آبادی کی تعلیم و تربیت مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کی نگرانی میں ہی انجام پائی "یادگار گوہری" میں لکھا ہے کہ حضرت محدث کبیر مولانا شمس الحق فرمایا کرتے تھے:

"جناب خال اکبر [بڑے ماموں] مولوی محمد احسن علیہ الرضوان کا ہم پر جس قدر احسان بے انتہا ہے اس کو ہم بیان نہیں کر سکتے۔ میرا ہر موئے بدن زیر بار احسان ہے۔ ہم پر وہ نہایت مہربان و نظر کرم مکرمت سے دیکھتے تھے۔ ہم پر بے حد شفقت فرماتے میری تربیت و تعلیم میں کوشش انتہا درجہ کی فرمایا۔"

آپ ۱۲۵۴ھ کو ڈیانواں میں پیدا ہوئے۔ سخاوت و فیاضی میں اپنے والد کے حقیقی جانشیں تھے۔ افراد خاندان کے علاوہ صوبہ کے مختلف علاقے سے آنے والے طلباء کی تعلیم و تربیت کا آپ نے خصوصی انتظام فرمایا تھا اور اس سلسلہ میں آپ کی ذاتی دلچسپی سے ڈیانواں جیسے دیہات سے علماء کی ایک بڑی کھیپ تیار ہو کر نکلی۔ مولوی محمد احسن کے بڑے داماد سید شاہ مبارک حسین کاکوی تھے، جن کے صاحبزادے سید شاہ کمال خان بہادر تھے، جو جود و سخا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مولوی صاحب کے دوسرے داماد مولانا حکیم نصیر الحق ڈیانوی تھے جو شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔

حضرت مولوی علی احمدؒ:

آپ تاج الاخیار حضرت گوہر علیؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے اور محدث ڈیانوی کے حقیقی چھوٹے ماموں تھے۔ ۶ صفر ۱۲۷۰ھ کو بمقام محلہ رمنہ، پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت بڑے بھائی حضرت مولوی محمد احسن مرحوم کی زیر نگرانی ہوئی۔ "یادگار گوہری" کے مصنف محمد زبیر صاحب نے آپ کا ذکر خیر فیاض زماں، محسود الاماثل والاقران، بہی خواہ اسلام، ہمدرد قوم، حاتم دوراں، کریم ابن کریم اور جواد ابن جواد جیسے القاب سے کیا ہے اور بالکل درست کیا ہے۔ اس لیے کہ آپ کی پوری زندگی کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنہا اپنی ذات سے ایک رفاہی ادارہ تھے۔ جو کام آج تک کوئی رفاہی انجمن اور آج کی دنیا کے نام نہاد این جی اوز نہ کر سکے وہ آپ نے ایک صدی قبل تن تنہا کر کے دکھایا۔ اور وہ بھی نہ تو چندوں کے زور پر اور نہ ہی مغربی دنیا کی مفاد پرستانہ امداد کے بل بوتے پر بلکہ خالصتاً اپنی ذاتی دولت سے حضرت علی احمد نے اپنے آبائی وطن موضع ڈیانواں اور صوبہ بہار کے مختلف علماء سے تعلیم حاصل کی۔ عربی، فارسی اور اردو میں اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے۔ بہتر تعلیم و تربیت نے آپ کو جود و سخا، خلیق و کریم، حیا، صبر و تحمل، تواضع، فروتنی اور تقویٰ و طہارت جیسی خصوصیت کا پیکر بنا دیا تھا۔ ۱۲۸۹ھ کو آپ کی شادی شہر بہار شریف کے محلہ لہری کے نامور رئیس اعظم مولوی عبدالعزیز بن مولوی محمد حسین بن مولوی فضل امام کی اکلوتی صاحبزادی سے ہوئی۔ شادی کے بعد خاندانی دولت کے ساتھ ساتھ سسرال کی ایک بڑی جائیداد کے آپ تنہا مالک تھے۔ جس کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ روپے سے بھی زیادہ تھی۔ شادی کے بارہ سال بعد آپ کی اہلیہ نے لاولد وصال فرمایا اور آپ نے تاحیات اپنے سسر مولوی عبدالعزیز مرحوم اور خوشدامن بی بی صغرا مرحومہ زوجہ مولوی عبدالعزیز کی حقیقی اولاد کی حیثیت سے خدمت کی۔ جب مولوی عبدالعزیز مرحوم نے وصال کیا تو بی بی صغرا مرحومہ نے بہار شریف کے تمام امراء و روساء کے ایک بڑے جلسہ میں آپ کی دستار بندی کرا کر اپنے شوہر کا جانشیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور وارث کیا۔ حضرت مولوی علی احمد نے جیسی بے مثال خدمت ان کی زندگی میں کی تھی اس سے بڑھ کر صدقہ جاریہ خوشدامن اور خسر دونوں کے لیے جاری کیا۔ آپ نے ایک مدرسہ بنام مدرسہ اسلامیہ عربیہ عزیزیہ معہ قیام گاہ طلبہ اور ایک ہائی اسکول بنام صغرا ہائی اسکول معہ ہاسٹل قائم کر کے پوری جائیداد، مدرسہ، اسکول اور یتیموں، بیواؤں ومحتاجوں کے لیے وقف کر دیا۔ آج بھی یہ ادارہ شہر بہار شریف میں بڑی کامیابی سے خدمات انجام دے رہا ہے مولوی عبدالعزیز مرحوم اور مساۃ بی بی صغرا مرحومہ کا نام دنیا میں زندہ ہے اور آخرت کی کامیابی اور درجات کی بلندی کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی شہر بہار شریف میں کئی ایسے شرفاء اور روساء بھی تھے جنہوں نے بیواؤں کی دولت پر داد عیش حاصل کیا اور صوفی بزرگوں کے تبلیغی مراکز کے وقف جائیداد کے ذریعہ خان بہادر اور نواب بنے۔ حضرت مولوی علی احمد کی زندگی ان کے لیے ایک قابلِ تقلید مثال ہے۔

مساۃ بی بی صغرا (خوش دامن مولوی علی احمد):

مساۃ بی بی صغرا کو جناب نقی احمد ارشاد (شاد عظیم آبادی کے پوتے) میر سعادت علی ساکن مظفر پور کی پوتی اور نواب علی عظیم خان صدیقی غازیپوری جاگیردار عظیم آباد مقیم چرو ڈنڈہ پٹنہ کو میر سعادت علی کا نانِ سسر لکھتے ہوئے اپنی کتاب ''کاروان رفتہ'' میں تحریر کرتے ہیں:

''شیخ عظیم خوش حال ہوگئے۔ ان کی ایک صاحب زادی بی جی بی بی، کو جن کی شادی انہوں نے حاجی محمد علی خان (حیرتی) سے کر دی۔ محمد علی خان کو بی جی بی بی کے بطن سے دو صاحب زادے نورالحسن خان اور جعفر حسن خان اور ایک صاحب زادی وحید النساء جن کی شادی مظفر پور میں میر سعادت علی سے ہوئی۔ میر سعادت علی کی صاحبزادی امام باندی بیگم اور ان کے ایک بھائی تھے جن کی صاحب زادی صغرا بیگم زوجہ عبدالعزیز بہار شریف .... تقسیم جائیداد میں صغرا بیگم کو بہت بڑی جائیداد ملی جو اطراف بہار میں تھی۔ ان کے شوہر عبدالعزیز سنی تھے .... صغرا بیگم سنی گھرانے میں بیاہی گئی تھیں اور غالباً وہ بھی لاولد تھیں، اس لیے ان کی زمینداری سنی وقف کو چلی گئی۔ سنی وقف نے نمایاں کار انجام دیا۔ بہار شریف صغرا وقف ہائی اسکول آج تک قائم ہے۔ اور یہاں ہزاروں مسلمان بچے پڑھ پڑھ کر برسر روزگار ہوئے۔ جبکہ امام باندی (صغرا بیگم کی پھوپھی کی شیعہ) وقف اسٹیٹ نے کوئی ایسا کام انجام نہیں دیا۔''

جناب سید عالم حسین صاحب ''تذکرۃ الانساب'' ساکن شرف آباد کراچی کا بیان ہے کہ

''حاجی احمد علی خان قیامت کے پوتے نواب محمد علی خان حیرتی ابن نواب خادم حسین خان خادم کی شادی نواب علی عظیم خان صدیقی غازی پوری کی صاحب زادی بی بی بجی بیگم سے ہوئی اور آپ کے بعد آپ کی اولادوں کی بھی شادی چار پشتوں سے حنفی خاندان میں ہوتی گئی اور نواب احمد علی خان ابن نواب ہادی علی خان فائز کے گھرانے میں ہنوز حنفی خاندان میں بیوتہ جاری ہے۔ نواب علی عظیم خان صدیقی غازی پوری کے بارے میں صاحب تذکرہ لکھتے ہیں کہ آپ غازی پور کے ممتاز شہری تھے جن کی اعلیٰ نسبی کا پتہ ان دستاویزات سے ملے گا جنہیں صاحب تذکرہ کی خالہ امام باندی (پھوپی صغرا بیگم) صاحبہ گلزار باغ کے مختار عام سید نور علی نے ۱۷ اپریل ۱۸۶۹ میں حکومت کو پیش کیا۔''

مولوی علی احمد نے ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ کو بہار شریف میں وصال فرمایا۔ آپ کے بھانجے حضرت مولانا شمس الحق نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ اپنے سسر مولوی عبدالعزیز مرحوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے آبائی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔آپ کی موت پر صاحب ''یادگار گوہری'' اس طرح نوحہ کرتے دکھائی دیتے ہیں:

''ہائے افسوس کل ہی ہم اللہ کے بندے علی احمد کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ وہ مسودہ وثیقہ وقف (صغرا اسٹیٹ کا) نامہ درست کر رہے تھے اور فتوے سب متعلق مسئلہ وقف کے جناب مولانا بشیر سہوانی صاحب و مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری و جناب اسماعیل صاحب علی گڑھی وغیرہ من العلماء سے تحریر کرایا تھا اس کو درست اور مرتب کر رہے تھے اور آج میری آنکھوں سے غائب ہو گئے۔''

مختلف علاقوں مثلاً موضع ڈیانواں، نگرنہسہ ضلع پٹنہ، شہر آرہ، چھپرہ، داناپور، بہار، دہلی، بھوپال، کلکتہ، فیروز پور، (پنجاب) امرتسر اورنگ آباد دکن، جلپور اور بنگلور وغیرہ میں آپ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور دعائے ایصال ثواب کیا گیا۔آپ کے بھانجے حضرت مولانا شمس الحق ڈیانویؒ کے پاس بکثرت علماء صلحاء کے تعزیت نامے آئے جن میں صوبہ بہار کے مقامی حضرات کے علاوہ مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالجبار عمر پوری، مولانا فقیر اللہ پنجابی، مولانا عبدالغفور غزنوی، مولوی محمد حسن لکھوی اور میاں سید نذیر حسین محدث بہاری الدہلوی وغیرہم شامل ہیں۔ملک کے مشہور و معروف اخبار و رسائل میں آپ کے وصال پر حسرت و تاسف کیا گیا۔

حضرت مولوی علی احمد نے بکثرت رفاہی کام انجام دیے۔سائل کو خوش کرنا، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا، اعزا و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کرنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔بکثرت مسجدیں بنوائیں، ان گنت کوئیں کھدوائے، صوبہ اور صوبہ سے باہر اکثر مدرسوں کے لیے وظیفے مقرر کیے اور قرآن مجید اور دوسرے کتب درسی طلبہ اور اہل علم میں تقسیم کرائے۔یہ سب کچھ کیا لیکن خاموشی سے کیا پوشیدہ کیا۔

حضرت مولانا نور احمد ڈیانوی:

آپ محدث شمس الحق کے حقیقی ماموں تھے۔۹ ذی الحجہ ۱۲۶۵ھ کو ولادت ہوئی۔قرآن شریف حافظ اصغر علی رامپوری، کتب فارسی سید راحت حسین بھتوی، صرف و نحو مولانا ابوالحسن منطقی عظیم آبادی اور مولانا عبدالحکیم شیخ پوروی سے پڑھیں۔کتب درسیہ کی تکمیل مولانا لطف العلی بہاری سے کی۔۱۲۹۲ھ میں فریضہ حج کی ادائیگی کی۔شیخ احمد بن زینی دحلان شافعی سے سند حدیث لی۔۱۲۹۷ھ میں مراجعت فرمائے وطن ہوئے واپسی کے اس سفر میں علامہ عبدالحئی حنفی لکھنوی بھی شریک راہ تھے۔

۹۵-۱۲۹۴ھ میں علامہ حکیم عبدالحمید صادق پوری سے علم ریاضی و طب کی تحصیل کی۔۱۲۹۷ھ سید نذیر حسین محدث دہلوی کے بارگاہ علم و فضل دہلی تشریف لے گئے اور ان سے علم حدیث میں استفادہ کیا اور سند لی۔۱۳۰۳ھ میں شیخ حسین بن محسن یمانی سے بھی سند حدیث حاصل ہوا۔نیز علامہ احمد علی حنفی سہارن پوری سے سند و اجازت حدیث حاصل تھا۔علم و فضیلت کے جامع تھے۔تفسیر حدیث و فقہ میں باکمال تھے۔محدث شمس الحق نے ان کا شمار سید نذیر حسین کے طبقہ اول کے تلامذہ میں کیا ہے [غایۃ المقصود]۔مولانا نور احمد ڈیانوی کا انتقال ۱۳۱۸ھ میں ہوا۔آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالجبار صاحب علم و فضل تھے۔سید نذیر حسین دہلوی، حافظ عبداللہ غازیپوری اور محدث شمس الحق کے فیض یافتہ تھے۔عین عالم شباب میں ۱۳۱۹ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔آپ کے دوسرے صاحبزادے مولانا حکیم عبدالقیوم باکمال عالم اور ماہر طبیب تھے۔سید نذیر حسین محدث دہلوی سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے۔علامہ سید سلیمان ندوی کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔۴ دسمبر ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳۷۷ھ کو وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا گلزار علی عظیم آبادی:

مولانا گلزار علی بن روشن علی بن لطف علی ساکن نگرنہسہ، ضلع پٹنہ۔ حضرت مولانا شمس الحق محدث عظیم آبادی کی والدہ کے حقیقی ماموں تھے۔ ان کے حالات مولانا حکیم عبدالحئی حسنی نے ''نزہۃ الخواطر'' جلد ۷ میں مولانا شمس الحق کی غیر مطبوعہ کتاب ''تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء'' کے حوالے سے لکھے ہیں۔

مولانا گلزار علی کی ولادت ۱۲۳۷ھ مطابق ۱۸۲۱ء میں ہوئی صرف ونحو کی تعلیم مولانا محمد یعقوب باڑھوی سے حاصل کی۔ پھر لکھنو میں مفتی ولی اللہ لکھنوی سے اکثر کتب درسیہ پڑھیں۔ پھر کلکتہ میں قاضی فضل الرحمان بردوانی اور مفتی وارث علی صاحب گنجی سے کتب درسی کی تکمیل کی اور حدیث مولانا محمد ابراہیم نگرنہسوی تلمیذ شاہ محمد اسحاق سے پڑھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد عظیم آباد میں مسند تدریس آراستہ کی۔ طلبہ کی کثیر تعداد نے ان سے اخذ علم کیا۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ سال وفات سے آگاہی نہیں ہو سکی۔

حضرت مولانا محمد زبیر عتیق ڈیانوی:

صوبہ بہار میں ڈیانواں یوں تو ایک بستی ہے۔ لیکن مولانا گوہر علی اور ان کے ورثاء کی مسلسل اور پیہم کوششوں نے اس کو علوم اسلامی کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ علمائے ڈیانواں کا اگر تذکرہ مرتب کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اسی خاک کی مایہ ناز شخصیت مولانا محمد زبیر عتیق بن حافظ علی اصغر بن مولانا گوہر علی کی تھی۔ آپ ''یادگار گوہری'' کے مصنف اور حضرت مولانا شمس الحق محدث کے سگے ماموں زاد بھائی ہیں۔ ۲۹ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ کو ڈیانواں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے عم محترم مولانا نور احمد، علامہ حافظ عبداللہ غازیپوری، مولانا شمس الحق محدث، شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی اور علامہ شیخ حسین بن محسن یمانی وغیرہم ہیں۔ جن سے آپ نے قرآن مجید مختصر کتب عربیہ اور صرف ونحو پڑھیں، کتب درسیہ کی تکمیل کی، تفسیر اور حدیث کی انتہائی کتابیں پڑھیں اور سند حدیث حاصل کی۔ آپ کو بچپن سے تصنیف وتالیف کا ذوق تھا اور آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں لیکن ان میں سے صرف ''یادگار گوہری'' اور ایک مختصر ''رسالہ قربانی'' پر لائبریریوں میں دستیاب ہے۔ آپ کی علمی صلاحیت ذوق تصنیف وتالیف کو دیکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر زندگی نے وفا کی ہوتی تو خاندان کے لیے مزید ذریعہ افتخار ہوتے۔ لیکن افسوس آپ نے عین عالم شباب میں جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت محمد احسن اللہ ڈیانوی عظیم آبادی:

محمد احسن اللہ بن مولانا حافظ محمد ایوب، حضرت مولانا شمس الحق محدث کبیر کے پوتے ہیں۔ آپ کی زندگی کا ایک بڑا اور پر شباب حصہ ہنگامہ تقسیم ہند کی نذر ہو گیا۔ بہار رائٹ اور سانحہ مشرقی پاکستان کا آپ پر اس قدر اثر ہوا کہ آپ نے گوشہ گمنامی اختیار کیا۔ بہار اور پھر بنگال میں اہل وطن کی جانی اور مالی بربادی نے غم واندوہ کا پتلا بنا دیا تھا۔ ہر طرح کی بربادی اور بے سروسامانی کے باوجود محدث کبیر شمس الحق عظیم آبادی کا یہ سپوت اور خادم الحرمین الشریفین علامہ عصر حکیم ارادت حسین کا نواسہ ہمہ وقت امت محمدیہ کے غم میں تڑپتا رہا۔

محمد احسن اللہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء کو صوبہ بہار کے شہر عظیم آباد سے قریب موضع ہرداس بگہہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا حافظ محمد ایوب اپنے وقت کے جید عالم دین تھے۔ جنہوں نے اپنے دادیہالی بزرگوں سے تعلیم حاصل کی تھی۔ راقم السطور کو خادم الحرمین الشریفین حکیم ارادت حسین سے نسبی قرابت کی بنا پر مرحوم سے رشتہ داری کا شرف حاصل ہے۔ محمد احسن اللہ مرحوم سے میری ملاقات نہ ہو سکی لیکن آپ کے صاحبزادے محترم محمد تنزیل سلمہ اللہ تعالیٰ سے میرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراسم کا سبب نسبی اور علمی تعلق ہے۔ میری نظر میں صلہ رحمی کی اسلامی تعلیم کی بڑی اہمیت ہے اور میں مسلکی اختلافات سے بالاتر ہوکر خاندانی رشتے کو اہمیت دیتا ہوں۔ فروعی اختلافات کو آڑے نہیں لاتا اور یہی ممدوح کا بھی مسلک تھا۔ محمد احسن اللہ نے ابتدائی تعلیم مولانا عبدالخیر صادقپوری اور دوسرے خاندانی بزرگوں سے حاصل کی۔ پھر آپ انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور ٹی۔ کے گھوش اسکول پٹنہ میں داخل ہوئے، پٹنہ مسلم اسکول سے میٹرک کیا۔ میٹرک کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تشریف لے گئے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں آپ کے قریبی ساتھی ہندوستان کے مایہ ناز دانشور اور ماہر تعلیم جناب مختار الدین آرزو تھے۔ بہرحال یہ زمانہ جدو جہد آزادی کے عروج کا تھا اور آپ کی تعلیم اسی ہنگامے کی نذر ہوگئی۔ بلا شبہ آپ فارغ التحصیل عالم دین نہ تھے لیکن خاندانی ورثہ اور مولانا حکیم محمد ادریس، مولانا تمنا عمادی، مولانا عبدالغفار صادق پوری، مولانا حکیم عبدالخیر صادق پوری امیر جماعت اہل حدیث ہند وغیرہم جیسے وقت کے جید علماء وصلحاء کی صحبت نے عالموں کی علمیت اور صالحین کی طہارت عطا کردی تھی۔ آپ نے مشرقی پاکستان کے مہاجر کیمپوں میں ایڑیاں رگڑتے ہوئے محصورین کی خدمت کرنے اور ان کے حالت زار سے بذریعہ اخبارات میڈیا کو باخبر کرنے کا کام انجام دیا۔

محمد احسن اللہ مرحوم نے پاکستان کے صاحب علم ودانش اور اہلِ اقتدار واختیار کو خطوط لکھے۔ جیسا کہ راقم کو علم ہے کہ علمائے ڈیانواں اور صادق پور کے ذاتی دیرینہ مراسم فرماں روایانِ سعودیہ سے قائم تھے اور مولانا محمد ادریس ڈیانوی کو شاہ عبدالعزیز بن سعود کے شاہی مہمان ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اسی تعلق کی بنا پر محمد احسن اللہ نے شاہ خالد بن عبدالعزیز کو خط بھی لکھا اور محصورین کے حالات اور ان کی مشکلات سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن شاید آپ کا خط شاہ تک نہیں پہنچ سکا۔ روزنامہ جنگ کراچی اور جسارت میں آپ کے متعدد مقالے بھی شائع ہوئے۔ ان مقالات ومضامین میں آپ اپنا نام جاوید میرپوری لکھا کرتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں

(۱) محدث ڈیانوی (۲) روح نماز (۳) یہ غازی یہ شہید (۴) ایک مسلمان گھرانہ (۵) اشتراکیت روبہ زوال ہے (۶) ۱۱۲ اکسیرات اور ان کے معجزات (۷) چند تاریخی حقائق اور (۸) تاریکِ دریچہ (مجموعۂ مقالات) ہیں۔ جنہیں عزیز محترم محمد تنزیل الصدیقی الحسینی صاحب منظر عام پر لا رہے ہیں۔

محمد احسن اللہ کی دو شادیاں ہوئیں۔ اہلیہ اولیٰ دختر عم مولانا حکیم محمد ادریس سے آپ کے بڑے صاحبزادے محمد محاسن اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔ اہلیہ دوم مسماۃ فاطمۃ السہرا بنت سیّد محمد آصف (موضع جمونواں) عظیم آبادی کے بطن سے محمد تحسین، محمد توصیف اور محمد تنزیل ہیں۔

محمد احسن اللہ نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز بدھ کراچی میں وصال فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے آمین۔

حضرت مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق محدث عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اور آپ کا وطن پورے صوبہ بہار میں محترم ومکرم ہیں۔ آپ کے خاندان کے اکثر افراد ایسے ہیں جن کا ذکر اس مضمون میں ہونا چاہیے تھا۔ مثلاً مولوی محمد احسن کاکوی، مولانا نجابت احمد نگرنہسوی، مولانا حکیم عبدالباری نگرنہسوی، مولانا محمد اشرف ڈیانوی وغیرہم۔ ان بزرگوں کے حالات ''نزہۃ الخواطر'' کے علاوہ دوسرے کتب تذکرہ میں بھی موجود ہیں۔ انشاء اللہ ان بزرگوں کی تفصیل کسی اور موقع پر قارئین کی نذر کروں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ ابوعبدالرحمٰن اسحاق نجدی آل الشیخ

ترجمہ: پروفیسر طیّب شاہین لودھی

قصیدہ عربی (☆)

اذا ما شئت ان تسعى بجد
تريد طريقة في الخير مثلى
فانفس ما سعى الساعون فيه
و اولى ثم اولى ثم اولى
و انفع عاجلا و اشد نفعاً
اذا الميزان بالاعمال يملى
كلام نبيّنا لا قول عمرو
اذا عند الاراذل كان اغلى
ببذل الجد في كشف المعاني
و بذل المال في الايجاد فعلى
لعمري انه المغبوط حقّا
و هذا محض فضل اللّٰه جلّا
شمس الحق ذي التحقيق علماً
فسل توضيحه لما تجلّى
على سنن الامام الدارقطني
لتعرف قدر ما النحرير املىٰ
ابان غوامضا فيها سهاها
و اغفل ذكر ما السباق فضلا

اتاح اللّٰه هذا الحبر يُعلي
احاديث النبي يبين سبلا
انل مولاى شمس الحق هذا
ثواباً منك في عقباه جزلاه
على اخيائه سننا اميت
و اغفل ذكرها بالراى جهلا
و لا كالدارقطني يا لقومي
بحسن صناعة التخريج اصلا
فما احلى اختلاف الطرق فيها
اذا سبقت بانزل او باعلى
فما احلى انتقالا من طريق
الى اخرىٰ ليعضد مسند احلا

ترجمہ

۱- جب تو چاہے کہ محنت کے ساتھ کوشش کرے، جس سے تیرا مقصود بھلائی میں ایک مثالی راستہ اختیار کرنا ہو۔

۲- تو، تُو اس راہ میں کرنے والوں کی کوشش میں نفاست کا مظاہرہ کر۔ یہی مناسب ہے۔ یہی مناسب ہے۔ یہی مناسب ہے۔

(☆) الشیخ ابوعبدالرحمٰن اسحاق بن عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب نجدی (م ۱۳۱۹ھ) ہندوستان علمائے اہلِ حدیث سے استفادۂ علمیہ اور رسوخ فی الحدیث کے لیے تشریف لائے۔ سیّد میاں نذیر حسین محدث دہلوی، نواب صدیق حسن خاں اور علامہ محمد بشیر سہسوانی رحمہم اللہ سے فیضِ علم حاصل کیا۔ محدث ڈیانوی کی خدمت میں ڈیانواں بھی تشریف لائے۔ علامہ محدث ڈیانوی سے خاطر خواہ علمی تعلق بھی رہا۔ علامہ ڈیانوی کے علم وفضل کے اعتراف میں شیخ اسحاق نجدی نے ان کی مایہ ناز تصنیف ''التعلیق المغنی علیٰ سنن الدارقطنی'' پر عربی میں منظوم تقریظ لکھی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ہمارے محترم دوست مولانا محمد یٰسین شاد نے پروفیسر طیب شاہین لودھی مرحوم سے کروا کر ''الاعتقاد'' کے لیے ارسال کیا۔ جس کے لیے ادارہ پروفیسر طیب شاہین لودھی مرحوم کا شکر گزار ہے۔ (ادارہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳- یہی طرزِ عمل جلدی نفع دینے والا ہے۔ اور بہت ہی زیادہ نفع مند ہوگا۔ جب میزان کو اعمال کے ساتھ بھرا جائے گا۔

۴- ہمارے نبی ﷺ کا فرمایا ہوا ہے کسی عمرو کا کلام نہیں ہے اگر (کسی عمرو کا کلام ہوتا) تب تو یہ کمینے لوگوں کے نزدیک بہت قیمتی ہوتا۔

۵- معانی و مفہوم کے ظاہر کرنے کے لیے بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور ان (معانی) کو وجود میں لانے کے لیے (یعنی اسے کتابی شکل میں مدوّن اور بغرضِ طباعت تیار کے لیے) مال کو عملاً خرچ کرنا ہی پڑتا ہے۔

۶- مجھے اپنی عمر کی قسم یہ کام واقعی قابلِ رشک ہے اور اللہ جل جلالہ کا خاص فضل ہے۔

۷- اللہ تعالیٰ نے یہ فضل محقق عالم شمس الحق پر کیا ہے تو اس کی وضاحت ان سے ہی دریافت کر جب وہ اسے بیان کریں۔

۸- اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ان پر ''سنن الامام الدارقطنی'' کی شرح لکھتے ہوئے ہوا ہے تاکہ اس بلند پایہ عالم نے اس میں جو کچھ شرح میں لکھا ہے تو اس کی قدر پہچان سکے۔

۹- اس میں شارح نے مشکل مقامات کو کھول کھول کر نمایاں بیان کیا ہے اور نہایت ہی باریک بینی سے کام لیا ہے اور ازراہِ فضل اس کے بہت ہی نمایاں ذکر کو نظر انداز کر دیا ہے۔

۱۰- اللہ تعالیٰ اس نامور عالم کو توفیق بخشے کہ یہ فرامینِ رسول ﷺ (احادیث) کا بول بالا کرتا رہے۔ (دین کی) راہیں واضح کرتا رہے۔

۱۱- اے میرے مولا! شمس الحق کو اپنے ہاں سے اس کی آخرت میں بے پایاں اجر و ثواب عطا فرما۔

۱۲- اسے ان سنتوں کے زندہ کرنے پر جو فراموش کر دی گئی تھیں اور جن کے ذکر کو جاہلانہ رائے کے ذریعے غفلت کے پردے میں چھپا دیا گیا تھا۔

۱۳- اے میری قوم! صاحب سنن دارقطنی جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے، جس نے اعلیٰ فنِ تخریج میں ایسا اچھا کام کیا ہو۔

۱۴- اس میں اختلاف طرق کا بیان کتنا شیریں ہے۔ جبکہ وہ سب سے نیچے والے اور سب سے اوپر والے طرق سے سبقت لے جاتا ہے۔

۱۵- اس میں ایک طریق سے دوسرے طریق میں نقل ہونا کتنا میٹھا ہے۔ تاکہ وہ اس سے زیادہ میٹھے طریق کی تقویت کا باعث ہو۔

روح نماز

''اللہ کو جو نماز مطلوب ہے وہ وجود میں اسی وقت آسکتی ہے جب "اقیموا الصلوۃ" کا صحیح تصور ذہن نشین ہو۔ ''قائم کی ہوئی نماز'' وہ ہوتی ہے جو اپنے معبود کی رضا کے لیے اور اس کا حکم سمجھ کر وقت پر باجماعت ادا کی جائے۔ "وارکعوا مع الراکعین" .... ''اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔''

اللہ کو تو ایسی ''نماز'' مطلوب ہے جس کی قراٗتوں میں ٹھہراؤ، قیام، رکوع اور سجود میں یکسوئی، جسم پر خوف خدا طاری، ذہن اس کی یاد میں کھویا ہوا، دل اس کے خضوع و خشوع میں ڈوبا ہوا، اس کی خشیت سے بھرا ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ''نماز'' میں توجہ الی اللہ کا پورا غلبہ ہو۔ اللہ کو تو ایسی نماز مطلوب ہے۔ جس ''نماز'' میں یہ باتیں کم سے کم ہونگیں وہ شکلاً ''نماز'' تو ہوگی مگر ''روح نماز'' سے خالی۔''

محمد احسن اللہ ڈیانوی عظیم آبادی رحمہ اللہ کی کتاب 'روحِ نماز' سے ایک اقتباس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الانتـــــقـــــاد

تصوف ایک تحقیقی مطالعہ
محمد صدیق مغل
طبع اول: فروری ۲۰۰۸ء۔ ۳۰۲ صفحات۔ مجلد ۲۰۰ رُپے
ناشر: دارالتقویٰ، کراچی 03228201714

’’تصوف دَر اسلام‘‘ کا موضوع نہ صرف بہت وسیع بلکہ ہمہ جہت بھی ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ عہدِ نبوت و عہد صحابہ میں کوئی فرد صوفی کے لقب سے معروف نہیں ہوا۔ جبکہ حقیقی زہد و تقویٰ جس قدر اس دور میں تھا بعد کے ادوار میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہ رہا۔ مؤلف نے تصوف سے متعلق علامہ اقبال کا یہ قول نقل کیا ہے:

’’تصوف کا وجود ہی سرزمینِ اسلام میں ایک اجنبی پودا ہے جس نے عجمیوں کے دماغی آب و ہوا میں پرورش پائی ہے۔‘‘ [ص:۱۲۰]

احادیث میں جسے احسان وسلوک کہا گیا اگر اسے عجمی اثرات کے زیرِ تغلب ’’تصوف‘‘ کہہ دیا جائے تو شاید کوئی مضائقہ نہ ہو۔ اگر صرف قربِ الٰہی کا تصور، سیرت مقدسہ سے اُنسیت، اخلاق و کردار کی پاکیزگی، ایثار فی النفس اور رُخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کرنے کا نام تصوف ہوتا تو گو یہ اصطلاح جدید ہوتی لیکن مقصودِ اصلی کے واضح ہو جانے کے بعد ’’لا مشاحة في الاصطلاح.‘‘ مگر ہوا یہ کہ فلسفۂ یونان کی آمیزش، ہند کے ویدانی فلسفہ کی دَر اندازی، راہبانہ عیسائیت اور بدھ سمیت کے اثرات نے مسلمان صوفیوں کو بھی کتاب وسنت پر قانع نہیں رہنے دیا۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں مولف نے مسلمانوں میں دَر آنے والے تصوف اور اس کے اثرات کا ’’تحقیقی جائزہ‘‘ لینے کی کوشش کی ہے۔ محقق کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے زیرِ تحقیق موضوع کا براہِ راست مطالعہ کرے اور انتہائی غیر جانبداری کے ساتھ اپنے حاصلِ مطالعہ کو منتقلِ قرطاس کردے۔ تاہم افسوس ہے کہ مولف ان ہردو معیار پر پورے نہیں اتر سکے۔

مولف کے زبان و بیان کی تلخی اس امر کی عکاس ہے کہ وہ اس موضوع پر غیر جانبدار نہیں رہے۔ انتہائی اہم اور حوالہ طلب بیانات پر عموماً کوئی حوالہ نہیں اور اگر ہے تو راست مآخذ کی بجائے عمومی مآخذ کے حوالے دیے ہیں۔ مولف نے جن مراجع کی مدد سے کتاب تالیف کی ہے ان میں ایک کتاب بھی عربی یا فارسی کی تصنیف شدہ نہیں ہے۔ ان کا تمام اعتماد اردو ذخیرۂ کتب تک محدود ہے اور ان میں بھی بیشتر تصوف مخالف کتب ہی ان کا سرمایۂ تحقیق رہی ہیں۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت نظام الدین اولیاء (رحمہم اللہ) وغیرہم جیسے بزرگوں کی طرف جو اقوال منسوب کیے جاتے ہیں بحیثیت محقق مولف کا فریضہ تھا کہ اس انتساب کی استنادی حیثیت کو پرکھتے اور اس کے بعد فریضۂ تنقید انجام دیتے۔ غیر مستند مآخذ کی مدد سے ان بزرگوں پر زبانِ تنقید کے نشتر چلانا تحقیق نہیں۔

ایک جگہ تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’یہ شرک صریح نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا شرک دو سینگوں والے کسی بیل کا نام ہے؟‘‘ [ص:۲۳۱]

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

یہ انداز تنقید قطعاً غیر محققانہ ہے۔

"ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" کو مولف نے امام بخاری اور امام رازی کی مدد سے منکر قرار دیا ہے [ص:۲۶۱]۔ موخر الذکر امام ابن ابی حاتم رازی ہیں۔ امام رازی سے ذہن امام فخر الدین رازی کی طرف جاتا ہے جو مفسر قرآن تھے۔ اس روایت کو بیشتر محدثین نے درست قرار دیا ہے جن میں امام احمد، امام ابن تیمیہ، علامہ شمس الحق عظیم آبادی، شیخ ناصر الدین البانی وغیرہم شامل ہیں۔ نیز اس کے شواہد میں متعدد روایات احادیث و آثار سے ثابت ہیں۔ خود مولف بھی معنوی اعتبار سے اس روایت کو غلط نہیں سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اسی روایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس روایت کے منکر ہونے کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے" یہ صرف انبیاء کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ تاریخی طور پر دوسرے متعدد افراد کے مرنے کے بعد ان کے جسموں کا صحیح وسلامت پایا جانا ثابت ہے۔ مثلاً حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ جب غزوۂ احد کا موقع آیا تو میرے باپ (حضرت عبدالرحمان عمرو بن حرامؓ) نے مجھے آپ اپنے پاس بلایا اور کہا کہ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ میں نبی ﷺ کے ان صحابیوں میں شامل ہونگا جو سب سے پہلے شہید ہونگے اور نبی ﷺ کے بعد تم ہی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو جس کو میں پیچھے چھوڑ جاؤنگا۔ مجھ پر قرض ہے اس کو ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کا خیال رکھنا۔ پھر ہم نے صبح کی اور وہ پہلے شہید تھے۔ ان کے ساتھ ایک اور صحابی کو بھی ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا لیکن مجھ کو اچھا نہ لگا کہ وہ ایک قبر میں دوسرے کے ساتھ رہیں۔ میں نے انہیں چھ ماہ بعد قبر سے نکالا اور دوسری جگہ دفن کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بالکل اسی طرح تھے۔ جیسے انہیں دفن کیا گیا تھا۔ صرف ایک کان میں معمولی سا تغیر آیا تھا۔ (صحیح بخاری جلد اول ص۱۸۰)۔" [ص۲۶۱-۲۶۲]

جب مولف اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسم بھی قبر میں کسی تغیر و تبدل کا شکار نہیں ہوئے تو انبیائے کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ تو بدرجۂ اولیٰ اس کے مستحق ہیں کہ ان کے جسم اطہر پر کسی تغیر کا اثر ظاہر نہ ہو۔

جہاں تک حیاۃ الانبیاء علیہم السلام عن القبر کا تعلق ہے تو اس کی کیفیت پر بحث فضول ہے۔ عالم برزخ کے احوال کو دنیا پر قیاس کرنا سراسر غلط ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لیے فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ﴾ [البقرۃ:۱۵۴]

ترجمہ "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو۔"

ظاہر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا درجہ ان شہداء سے کہیں بلند ہے۔ باقی رہا یہ کہ ان کی حیات کی کیفیت کیا ہے؟ تو اس کا فیصلہ بھی قرآن کریم نے ہی یہ کہہ کر کر دیا ہے:

﴿بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ﴾ [البقرۃ:۱۵۴]

ترجمہ "بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔"

ماضی قریب کے جید عالم و محدث ناصر الدین الالبانی اپنی کتاب "التوسل" میں لکھتے ہیں:

"أن الحیاۃ البرزخیۃ غیب من الغیوب، و لا یدری کنهها الا اللّٰہ سبحانه و تعالیٰ، و لکن من الثابت و المعلوم أنها تختلف عن الحیاۃ الدنیویۃ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و لا تخضع لقوانينها ، فالانسان فی الدنيا يأكل و يشرب ، و يتنفس و يتزوج ، و يتحرك و يتبرز ، و يمرض و يتكلم ، و لا احد يستطيع أن يثبت أن أحداً بعد الموت حتى الأنبياء عليهم السلام ، و في مقدمتهم نبينا محمد ﷺ تعرض لهٔ هذه الامور بعد موته . و مما يؤكد هذا ان الصحابة رضی اللّٰه عنهم كانوا يختلفون في مسائل كثيرة بعد وفاته ﷺ ، و لم يخطر في بال أحد منهم الذهاب اليه ﷺ في قبره ، و مشاورته في ذلك ، و سؤاله عن الصواب فيها ، لماذا ؟ ان الامور واضح جداً ، و هو أنهم كلهم يعلمون أنه ﷺ انقطع عن الحياة الدنيا ، و لم تعد تنطبق عليه احوالها و نواميسها . فرسول اللّٰه ﷺ بعد موته حی ، أكمل حياة يحياها انسان في البرزخ ، و لكنها حياة خاصة لا تشبه حياة الدنيا ."[ص۵۸-۵۹]

''بے شک برزخی زندگی امورِ غیب میں سے ایک امرِ غیب ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا کوئی اس کی حقیقت کو نہیں پاسکتا۔ تاہم یہ ثابت اور معلوم ہے کہ یہ دنیاوی زندگی سے بالکل مختلف ہے اور نہ ہی اس کے قوانین اسے عاجز کرسکتے ہیں۔ انسان اس دنیا میں کھاتا ہے، پیتا ہے، سانس لیتا ہے، رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتا ہے، حرکت کرتا ہے، قضائے حاجت میں مبتلا ہوتا ہے، بیمار پڑتا ہے، کلام کرتا ہے، اور کوئی بھی شخص یہ استطاعت نہیں رکھتا کہ ثابت کرسکے کہ موت کے بعد کوئی بھی حتیٰ کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور ان میں بھی سب سے بڑھ کر ہمارے نبی محمد ﷺ اپنی موت کے بعد ان امور انجام دے سکتے ہوں۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی ان مسلوں کو لے کر نبی کریم ﷺ کی قبرِ مبارک پر پیش نہیں ہوا، اور نہ ہی آپ ﷺ سے مشاورت کی، اور نہ ہی یہ سوال کیا کہ اس مسئلے میں صواب کیا ہے؟ کیوں؟ اس لیے کہ یہ بالکل واضح ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ حیاتِ دنیوی سے انقطاع کرچکے ہیں۔ اور دنیا کے احوال واحکامات کے مطابق اسے شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی موت کے بعد زندہ ہیں۔ کامل ترین حیات جو انسان جیتا ہے برزخی ہے۔ لیکن وہ زندگی خصوصی ہے دنیاوی زندگی کی طرح نہیں ہے۔''

حیرت ہے مؤلف نے کس قسم کے مآخذ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ لکھ دیا ہے:

''حضرت احمد بن حنبل اور حضرت ابنِ تیمیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ مردے قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور کلی اختیارات کے مالک بھی۔''[ص ۲۷۰]

جن ائمہ کی پوری زندگی بدعات کی تردید وتوبیخ اور توسل و مشائخ پرستی کے خلاف جہاد میں گزرگئی خود انہی بزرگوں کو ''قبر پرست'' اور ''مبتدع عقیدے'' کا حامل قرار دینا انتہائی حیرت انگیز ہے۔

مؤلف کے لیے مناسب ہوگا کہ وہ مولانا سید عروج احمد قادری کی ''تصوف اور اہلِ تصوف'' اور ڈاکٹر ابوعدنان سہیل کی ''اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات'' کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ دونوں کتابیں زیرِ تبصرہ موضوع ہی سے متعلق ہیں۔

کتاب اعلیٰ سفید کاغذ پر طبع کی گئی ہے۔ جلد بھی عمدہ ہے اور طباعتی معیار کے اعتبار سے قیمت بھی انتہائی مناسب ہے۔

(محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادیؒ - حیات و خدمات

محمد عزیر شمس

طبع: دوم ۲۰۰۸ء-۱۶۰ صفحات- غیر مجلد، ۱۷۰ روپے
ناشر: المرکز الاسلامی للبحوث العلمیۃ، بی-۱۳۲،
بلاک-۱، یونیورسٹی روڈ، گلستان جوہر کراچی

تیرہویں و چودہویں صدی ہجری کے وہ محدثین کرام جن کی خدمتِ حدیث کا دائرہ نوع بنوع بہت وسیع رہا اور جن کا سلسلہ فیض و افادہ بصورتِ تصنیف و تالیف اور تدریس و تحدیث آج بھی جاری ہے، ان میں ایک ممتاز نام علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب علامہ عظیم آبادی کی حیات و خدمات کے تذکرے پر محتوی ہے، جسے حیطۂ تحریر میں لانے کا فریضہ عصرِ حاضر کے جید عالم و محقق محمد عزیر شمس (ام القریٰ یونی ورسٹی، مکہ مکرمہ) نے انجام دیا ہے۔

علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے تذکرہ نگاروں کی فہرست تو بہت طویل ہے اور اس کا آغاز ان کے معاصرین ہی سے شروع ہو جاتا ہے، تاہم محمد عزیر شمس کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ علامہ عظیم آبادی کے پہلے باقاعدہ سوانح نگار ہیں۔ چنانچہ محدث عظیم آبادی کی سیرت پر ان کی کتاب "حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ" (عربی) جامعہ سلفیہ بنارس (ہند) سے پہلے پہل ۱۹۷۹ء میں منظرِ شہود پر آئی۔

محمد عزیر شمس نے تحقیق کے اعلیٰ معیار پر یہ کتاب تالیف کی ہے۔ انہوں نے بے جا مدح سرائی کر کے اپنے ممدوح کو تخیلاتی شخصیت نہیں بنایا بلکہ نہایت سادہ اور آسان فہم انداز میں ان کی خدماتِ دینی کی وسعتوں سے نسلِ نو کو آگاہ کیا ہے۔

علامہ عظیم آبادی کی سوانح سے قبل مولف نے جو فاضلانہ مقدمہ تحریر کیا ہے اس سے ان کی وسعتِ نظر اور ذوقِ تحقیق کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ علمائے اہلِ حدیث برصغیر کی خدماتِ حدیث کی مختلف جہتوں کو انہوں نے بحسن و خوبی یکجا کر دیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کی اوّلین طباعت ۱۹۸۴ء میں بعنوان "مولانا شمس الحق عظیم آبادی- حیات و خدمات" علمی اکیڈمی کراچی کے زیر اہتمام ہوئی۔ اب یہ کتاب کی دوسری طباعت ہے، جس میں ناشرِ اوّل کی جانب سے متعدد اضافے بین القوسین کیے گئے ہیں۔ غالباً یہ اضافے ناشر نے خود کیے ہیں کیونکہ ان کا انتساب مولف کی طرف نہیں کیا گیا ہے اور مولف کی تحریر سے ممیز کرنے کے لیے ہی اسے بین القوسین درج کیا گیا ہے۔

کتاب خواہ کتنی ہی تحقیق سے لکھی جائے تاہم خطا و نسیان کا احتمال بہرطور رہتا ہی ہے۔ قاضی سلیمان منصور پوری مصنف "رحمۃ اللعالمین" سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد نہیں تھے۔ مولف نے سہواً انہیں میاں صاحب کے تلامذہ میں محسوب کیا ہے [ص:۳۰]۔

"چند تاریخی حقائق" (جس کا سابقہ نام "احناف کی تاریخی غلطیاں" تھا) کے مصنف اور محدث عظیم آبادی کے پوتے محمد احسن اللہ ڈیانوی کو ناشر کی جانب سے کیے گئے اضافوں میں محمد احسن ڈیانوی لکھا گیا ہے [ص:۵۹، ۷۱، ۱۴۸]۔

قاضی محمد مچھلی شہری کی تصنیفات سے متعلق محمد عزیر شمس "تراجم علمائے حدیث ہند" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وہ قاضی شیخ محمد مچھلی شہری (م ۱۳۲۰ھ) کی تقریباً ۲۵ کتابوں کی اشاعت کے بڑے آرزومند تھے، مگر ان کے فرزندوں نے علامہ عظیم آبادی کے شدید اصرار کے باوجود مسودے نہیں دیئے، ورنہ علامہ عظیم آبادی کی توجہ سے وہ بھی شائع ہوگئی ہوتیں۔" [ص:۶۱]

تاہم حقیقت یہ ہے کہ شیخ محمد مچھلی شہری کی تصنیفات کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طباعت کا معاملہ خود علامہ عظیم آبادی کی وفات کی وجہ سے تکمیل پذیر نہ ہو سکا تھا۔ مولانا عبدالسلام مبارکپوری لکھتے ہیں:

'' مولانا شمس الحق صاحب نے آپ [شیخ محمد مچھلی شہری] کی وفات کے بعد تالیفات حاصل کرنے کی بہت سعی کی اور کامیابی بھی ہو چلی تھی۔ لیکن خود داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس لیے یہ معاملہ یونہی ناتمام رہا۔ فرحمہم اللہ۔''
[ہفت روزہ ''اہل حدیث'' (امرتسر): ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء]

" غاية المقصود " کی تحریر شدہ جلدوں سے متعلق فاضل مولف لکھتے ہیں:

'' اس کے بعد بھی عون المعبود میں کئی جگہ غاية المقصود کا حوالہ آیا ہے۔ آخری بار تیسری جلد کے اندر " باب في الدعاء للميت اذا وضع في قبره" (جو سنن ابی داود کے اکیسویں پارے میں ہے) میں غاية المقصود کا ذکر ہے۔ اس کے بعد پھر کہیں اس کا حوالہ نہیں آیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غاية المقصود کی شرح کم از کم اکیس پارے تک مکمل ہو چکی تھی۔'' [ص:۷۶]

واقعہ یہ ہے کہ "عون المعبود" میں " غاية المقصود " کا آخری حوالہ جلد ۴ صفحہ ۴۵۱ میں کتاب الادب "باب لا يقول المملوك ربي و ربتي" میں آیا ہے۔ جو ۳۱ ویں پارے میں ہے۔ جس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ علامہ موصوف نے " غاية المقصود " کی تکمیل اپنی زندگی میں کر لی تھی۔

مولف نے " عون المعبود " سے متعلق علامہ محمد منیر دمشقی کا یہ توصیفی جملہ نقل کیا ہے:

" كل من جاء بعد من شيوخ الهند وغيرهم استمدوا شرحه هذا."

'' مصنف کے بعد ہند و بیرون ہند کے تمام علماء نے اس شرح سے استفادہ کیا ہے۔'' [ص:۷۹]

تاہم امر واقعہ یہ ہے کہ علامہ منیر دمشقی کا مذکورہ قول " عون المعبود " سے متعلق نہیں بلکہ علامہ عظیم آبادی کی شرح کبیر " غاية المقصود " سے متعلق ہے۔ علامہ دمشقی کی تحریر ملاحظہ ہو:

" و شرح ابو الطيب المسمى غاية المقصود في حل سنن أبي داود و هو الشيخ الجليل ابو الطيب محمّد الشهير بشمس الحق العظيم آبادى، و هو شرح واسع جداً ينقل عمن تقدمه من اصحاب الشروح و الحواشي و غالبا يعزو ما نقله الى صاحبه، و هو يتعرض اولاً الى بيان تراجم الرواة و حال درجاتهم ثم يعقب ذلك بالكلام على الكلمات اللغوية ثم على فقه الحديث و قلده في ذلك الشيخ [محمود خطاب] السبكي رحمه الله، و المولف صاحب عقيدة صحيحة و مذهبه مذهب أهل الحديث، و الشرح لا بأس به، كل من جاء بعده من شيوخ الهند وغيرهم استمدوا شرحه هذا." [نموذج من الاعمال الخيرية : ۶۲۷]

مولف نے محدث عظیم آبادی کی ۳۰ کتابوں کا تعارف کرایا ہے۔ ۲ کتابوں کا ذکر ناشر نے بین القوسین کیا ہے۔ چنانچہ ایک کتاب کا عنوان " جوابات الزامات دارقطني على الصحيحين" ناشر کا تجویز کردہ ہے۔ مولانا ارشاد الحق اثری نے اپنی کتاب '' پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث '' میں بھی یہی عنوان تحریر فرمایا ہے۔ یہ کتاب دراصل امام دارقطنی رحمہ اللہ کی کتاب " الاستدراک و التتبع " پر علامہ عظیم آبادی کا مطولہ انتقادی حاشیہ ہے۔ جیسا کہ مولانا ابو القاسم سیف بنارسی نے اس کی تصریح کی ہے [ملاحظہ ہو حل مشکلات البخاری: ۱۵۴]۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ محدث موصوف کی تصنیفات میں " المطالب الرفیعه فی مسائل النفیسه "، " تعلیقات علیٰ اشعة اللمعات " اور '' فضائل شیخین '' کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جن کا تذکرہ زیرِ تبصرہ کتاب میں نہیں آسکا۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں محدث عظیم آبادی کے ۱۰ خطوط شاملِ اشاعت ہیں۔ شیخ عبدالحفیظ الفاسی کے نام علامہ عظیم آبادی کے نامۂ گرامی کا ترجمہ ناشر نے کیا ہے، جو سلاست و روانی سے محروم ہے۔ حسبِ ذیل عربی عبارت:

" و انی تاخرت فی ارسال الجواب ، فلی ندامة عظیمة فان تواخذنی فحقک اقوی ، و ان تعف فهو اقرب للتقوی ." [ص:۱۱۹]

کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

'' مجھے آپ کے خط کا جواب لکھنے میں کچھ تاخیر ہوگئی ہے، جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔ امید ہے کہ آپ محسوس نہیں فرمائیں گے۔'' [ص:۱۲۴]

جو بالکل غلط ہے۔ درست ترجمہ یہ ہے:

'' بلاشبہ مجھ سے ارسالِ جواب میں تاخیر ہوگئی ہے۔ اس پر مجھے شدید ندامت ہے اگر آپ مجھ سے مواخذہ کرنا چاہیں تو اس کا قوی حق رکھتے ہیں اور اگر معاف فرمادیں تو یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔''

بحیثیتِ مجموعی کتاب طباعت کے اعلیٰ معیار پر شائع ہوئی ہے۔ ناشر نے کتاب کے ظاہری محاسن پر خصوصی توجہ دی ہے۔ تاہم کتاب کی قیمت اپنی ضخامت کے اعتبار سے خاصی زیادہ ہے۔

اب آئندہ طباعت کے لیے ہماری معروضات پیشِ خدمت ہیں:

(۱) کتاب کا نام بیرونِ سرورق '' حیات ، خدمات '' جبکہ اندرونِ سرورق '' حیات اور خدمات '' درج ہے، اگر اندر بھی '' حیات و خدمات '' لکھا جائے تو بہتر ہے۔

(۲) اگر ممکن ہو تو اضافوں اور تصحیح کی ذمہ داری ناشر کی بجائے مولفِ محترم خود انجام دیں۔

(۳) محدث عظیم آبادی کے سلسلۂ اولاد و احفاد کے ضمن میں آٹھ صفحات (۱۴۵ تا ۱۵۲) عبث برباد کیے گئے ہیں۔ کیونکہ

قیس سا پھر کوئی اٹھا نہ بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

(۴) صفحہ ۱۵۵ تا ۱۶۰ پر جو کتاب نما درج کیا گیا ہے اس کا زیرِ تبصرہ کتاب سے کوئی تعلق نہیں۔ مآخذِ کتاب کی وہ فہرست اصلاً مولف کی عربی کتاب " حیاة المحدث شمس الحق و اعماله " سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا اس کا خارج کردینا مناسب ہے۔

علمائے حدیث کے حالات سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے یہ کتاب یقیناً مطالعے کی مستحق ہے۔

(محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد

ابوعلی اثری

طباعت: ۲۰۰۵ء۔ ۲۰۵ صفحات۔ مجلد ۱۲۰ روپے

ناشر: عبدالمجید کھوکھر یادگار لائبریری گوجرانوالہ

رفیقِ '' دارالمصنفین '' جناب ابوعلی اثری صاحب مرحوم کی ایک مختصر تصنیف کی کیت کئی ضخیم جلدوں پر حاوی کہی جاسکتی ہے۔ دنیائے علم و ادب میں صاحبانِ انشاء ایجازی کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے اور واقعۂ دریا کو کوزے میں سمیٹنے کا فن بہت کم لوگوں کو حاصل ہے تاہم ابوعلی اثری صاحب کو بلا خوف تردید ان قلمکاروں میں شمار کیا جاسکتا ہے جو اس فن کے شناسا ہیں۔ انہوں نے امام الہند کی علمی، ادبی اور سیاسی زندگی کا جائزہ اس مہارت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ قاری کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشنگی کا احساس نہیں ہو پاتا۔

اس مختصر تاثراتی اور سوانحی تصنیف کی دوسری خوبی یہ نظر آتی ہے کہ اس میں ایک طرف سلیمان ندوی اور مسعود عالم ندوی کے ایجازی انشاء کی شان ہے تو دوسری طرف اس میں صحاح ستہ کی مانند مکررات کا لطف قندِ مکرر کا مزا دیتا ہے یعنی ایک مضمون کئی جگہ زیر بحث آیا ہے مگر یہ تکرار کسی طرح بھی بے محل اور بوجھل نہیں محسوس ہوتا بلکہ پُر لطف ہی محسوس ہوتا ہے اور پورے مضمون کو زیادہ مؤثر کر دیتا ہے۔ غزل کی اصطلاح میں کہنا چاہیے کہ دو آتشہ بنا دیتا ہے۔

موضوع کی مناسبت سے مقدمہ نگار کے انتخاب کی داد نہ دینا ناسپاسی ہوگی چنانچہ عاشق و فدائے آزاد [جناب ابو سلمان شاہجہاں پوری] نے بھی انتہائی عالمانہ مقدمہ زیب قرطاس کیا ہے جو اپنی جگہ موزوں ترین قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہر چند کہ اس میں بطور حاشیٔ سخن گسترانہ بات بھی آ پڑی ہے جو کہ گوارا ہے یعنی تلخی نہیں پیدا کرتا اور نہ ہی قطعِ محبت کی راہ ہموار کرتا ہے۔

ابو علی اثری مرحوم نے ۲۰۳ صفحات کے اندر نہ صرف امام الہند ابوالکلام آزاد علیہ الرحمۃ کے سوانحی حالات کا ذکر کیا ہے بلکہ ان کی جملہ تصانیف اور تحریر و اسلوب آزاد کا مناسب و عمیق جائزہ بھی پیش کیا ہے جو ہر لحاظ سے مکمل ہے یعنی شائبۂ غلو سے کلیۃً پاک ہے۔

اکابر و معاصر کے عنوان سے انہوں نے حضرت سید محمد جون پوری، علامہ شبلی، نواب صدر یار جنگ، مولانا خدا بخش، مولانا حمید الدین فراہی، عبداللہ العمادی، مولانا ابوالحسنات ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی سے مولانا کے علمی روابط کا دلچسپ اور بصیرت افروز تذکرہ سامنے لایا ہے۔ جس کے ذریعے انکشافِ احوال اور افشائے راز بھی سامنے آ گئے ہیں مثلاً یہ کس کو معلوم تھا کہ شبلی و آزاد آپس میں مرموز خط و کتابت کرتے تھے اور اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ شبلی کوئی سیاسی انقلابی شخصیت تھے نہ کسی انقلابی تحریک سے وابستہ تھے، لہٰذا یہ سوال ہنوز حل طلب ہے۔ یہ سب کچھ قاری کے لیے یقیناً مفید ہے کیونکہ متذکرہ بالا اکابر میں سے ہر ایک اپنی ذات میں ادارہ ہے، جن کے ارادتمندوں کی بڑی تعداد ہے۔ تاہم اثری صاحب نے مصلحت، ضرورت اور عقیدت میں توازن برقرار رکھا ہے۔ اس ضمن میں مقدمہ نگار نے ایک پیراگراف میں لکھا ہے:

''حضرت تھانوی فقہ حنفی کو شریعت اور تصوف کو اسلام سمجھتے تھے۔ اثری صاحب کے عقیدے میں اس کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ حضرت سید صاحب نے ان کے سامنے تسلیم و رضا کا سر جھکا دیا تھا۔ اثری صاحب ان سے بالکل متاثر نہ تھے انہوں نے حضرت تھانوی کا کبھی ذکر ہی نہ کیا ان کے نزدیک حضرت تھانوی کی مذہبیت سے شبلی کی ادبیت گوارا تھی اور عشق رسالت پناہی اور ذوق سیرت نگاری زیادہ پسندیدہ اور بہت مرغوب تھا۔ جن بعض چیزوں کو سید صاحب نے اپنے پیر و مرشد کے ایما پر ترک کر دیا تھا۔ سید صاحب کے پاس اس کے خلاف دلایل زیادہ قوی تھے۔ حضرت سید صاحب نے مولانا تھانوی کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر علمی غیرت کا جنازہ نکال دیا تھا اور حدیث کو تصوف سے رسوا کیا تھا۔ کتاب و سنت کے معارف تصوف کے اعمال و رسوم سے بہت زیادہ گرانمایہ تھے۔ لیکن ان کے ذوق اور روز و شب کے معمولات سے اس کا بہت کم ثبوت ملتا ہے۔ کسی سلفی اور اثری کی غیرت ایمانی تصوف کے رسوم کے مقابلے میں کتاب و سنت کے معارف کی رسوائی گوارا ہی نہ کر سکتی تھی۔'' [ص: ۲۰]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوسلمان کی اس تحریر کو متعصبانہ اور گستاخی پر محمول کرنا ایمان کے منافی بات ہوگی ۔ اس عبارت کا ہر ہر حرف مبنی بر صداقت ہے اور غیرت ایمانی کی آئینہ دار ۔ جانشینِ شبلی ''در امدادی'' پر سجدہ ریز کیوں ہوا کاش شاہجہاں پوری اس پسِ منظر کا بھی ذکر فرماتے تو بہتوں کے لیے ایمان افروز ثابت ہوتا اور اسلامیانِ پاک و ہند کی خدمت ہوتی ۔

(سیّد عاشق رسول امین)

خواجہ حسن نظامی
خاکے اور خاکہ نگاری

ابوسلمان شاہجہاں پوری

طباعت: جون ۲۰۰۷ء - ۲۳۲ صفحات - مجلد ۲۲۵ روپے

ناشر: پورب اکادمی اسلام آباد

خواجہ حسن نظامی اپنی ہمہ جہت شخصیت کے اعتبار سے علمی دنیا میں امتیازی مقام رکھتے ہیں ۔ وہ صاحب طرز انشاء پرداز تھے ۔ ایک جدت طراز صحافی تھے ۔ مریدوں کے ہجوم میں گھرے ایک پیر طریقت تھے ۔ ہزاروں کے مجمع میں طلاقتِ لسانی کے حامل خطیب تھے ۔ سو سے زائد کتابوں کے مصنف تھے ۔ ان کی طبیعت بڑی متحرک تھی اور نگاہ بڑی دور رس ۔ انہوں نے اپنی عملی زندگی کی ابتدا گلیوں میں پھیریاں لگا کر کتابیں بیچنے سے کی، اسی شوقِ کتب نے بالآخر انہیں مصنف بنا دیا ۔ وہ بھی کوئی معمولی مصنف نہیں بلکہ اردو کے مایہ ناز ادیب وانشاء پرداز کی حیثیت انہیں حاصل ہوئی ۔ حتیٰ کہ خواجہ صاحب اربابِ علم و تحقیق کا مرکزِ تحقیق بنے ۔ بلاشبہ اپنے اس معمولی آغاز کا غیر معمولی اختتام خواجہ صاحب نے بڑی محنت و جانفشانی کے بعد کیا ۔ ان کی پوری زندگی جہد عمل سے عبارت رہی ۔

خواجہ صاحب کی زندگی کا جب مطالعہ کیا جائے تو ایک چیز بہر طور نمایاں ہوگی اور وہ ہے ان کی منفعت پسند طبیعت ۔ اسی طبیعت کا اٹھان تھا کہ وہ صحافت میں اپنی جگہ بنا لینے کے باوجود کوئی غیر معمولی ملّی و قومی خدمت انجام نہ دے سکے ۔ جبکہ کچھ زیادہ دور کا قصہ نہ تھا مطلعِ صحافت پر مولانا آزاد کے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کے صدائے بازگشت صاف سنائی دے رہی تھی ۔ جوہر کا ''ہمدرد'' قوم سے فریضۂ ہمدردی انجام دے رہا تھا ۔ ظفر علی خاں کا ''زمیندار'' ہندوستانی زمین کے اصل مالکوں کو بیدار کر رہا تھا ۔ مگر خواجہ صاحب کے کسی اخبار نے کوئی جرأتمندانہ قدم نہیں اٹھایا ۔

وہ میدانِ سیاست میں ضرور داخل ہوئے لیکن اس میں بھی کوئی مثال پیش کرنے سے قاصر رہے ۔ حلقۂ مشائخ ضرور قائم کیا لیکن نہ تو انہیں شاہ محمد سلیمان پھلواروی جیسی ہر دلعزیزی حاصل ہوسکی اور نہ ہی پیر مہر علی شاہ گولڑوی جیسی مقبولیت ۔ وہ بریلوی عقیدے کے حامل تھے لیکن بریلوی حلقوں میں بھی درجۂ اکابر تک نہ پہنچ سکے ۔

انہوں نے قرآنِ کریم کے اردو اور ہندی زبانوں میں ترجمے کیے لیکن یہ تراجم بھی عوامی مقبولیت حاصل کرنے میں ناکام رہے ۔ تاہم یہاں یہ ذکر بے محل نہیں کہ موصوف کا ترجمۂ قرآن مجید عمدہ، سلیس و رواں ہے ۔

واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ چند دہائیوں سے اربابِ علم و تحقیق نے انہیں تقریباً فراموش کر دیا ہے ۔ اردو کی ادبی تاریخ میں چند پیراگراف یا چند صفحات سے زیادہ جگہ نہ حاصل کر سکے ۔ ان پر چند کتابیں ضرور شائع ہوئیں مگر وہ بھی کسی ٹھوس تحقیق کے بغیر، اسی لیے علمی و ادبی دنیا میں کوئی ہلچل نہ پیدا کر سکیں ۔

خواجہ حسن نظامی کی شخصیت کے مطالعے اور اہلِ علم کے ان سے اعتناء کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خواجہ صاحب کی شخصیت کی ہمہ جہتی وقتی ہنگاموں کی پیداوار تھی اور شاید انہی ہنگاموں کے شور میں دفن بھی ہو جاتی کہ جناب ابوسلمان شاہجہاں پوری نے مردہ ہوتی اس شخصیت کے تنِ مردہ میں اپنے علم و تحقیق سے ایک نئی جان ڈال دی ۔ خواجہ صاحب اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاکہ نگاری کے لیے علمی دنیا میں معروف ہیں لیکن حد یہ ہے کہ ان کے خاکوں کا ایک مجموعہ بھی دستیاب نہ تھا۔ جناب ابو سلمان نے ان خاکوں کو انتہائی محنت سے یکجا کر کے شائع کر دیا۔ جناب ابوسلمان نے خواجہ صاحب کی شخصیت کے پیچ وخم کو علم وتحقیق کی کسوٹی پر پرکھا اور جیسا پایا ویسا ہی پیش کر دیا۔ ان کی علمی وادبی صلاحیتوں کا اعتراف بھی کیا اور ان کے کردار وعمل کا تجزیہ بھی۔ جو بات بھی کی دلائل وحقائق کی روشنی میں کی اور اس کے لیے انہیں الزام نہیں دیا جاسکتا۔

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ خواجہ صاحب کی شخصیت بڑی ہمہ جہت تھی مگر ان کی ہمہ جہتی کے مطابق ارباب تحقیق کی توجہ انتہائی محدود۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے متعلق اب بھی بہت کچھ ہے جو پیش نہیں کیا جاسکا۔ مثال کے طور پر

☆ خواجہ حسن نظامی بہار کے مشہور صوفی عالم شاہ محمد سلیمان پھلواروی کے خلیفۂ خاص تھے۔ ان دونوں حضرات کے مابین جو قریبی روابط استوار تھے اس کا ذکر مولانا غلام حسنین ندوی پھلواروی نے ''یادگار سلیمان'' میں کیا ہے۔

☆ '' خواجہ صاحب کا ذوقِ جنگ جوئی'' [ص ۷۰ تا ۹۳] کے عنوان سے جناب مؤلف نے مختلف اہلِ علم سے خواجہ صاحب کی چھیڑ چھاڑ کا ذکر کیا ہے۔ علامہ اقبال کے ساتھ خواجہ حسن نظامی کا تعلق دیرپا بھی رہا ہے اور دلچسپ بھی۔ جس کا ذکر جناب مولف نے اپنے پیرایۂ خاص میں کیا ہے۔ تاہم علامہ اقبال اور خواجہ حسن نظامی کے درمیان جب فلسفۂ تصوف کے بعض مباحث مابہ النزاع بنے تو ان کے حل کے لیے نگاہِ انتخاب شاہ محمد سلیمان پھلواروی پر ٹھہری اور شاہ سلیمان نے اپنا فیصلہ اقبال کے حق میں دیا۔ یہ اہم واقعہ جناب مولف کی نگاہوں سے اوجھل رہا اسی لیے زیرِ تبصرہ کتاب کا حصہ نہ بن سکا۔

☆ جناب مولف کا مرزا حیرت دہلوی کو ''اہلِ حدیث مکتب فکر کے نامور علماء'' [ص ۸۷] میں شمار کرنا درست نہیں۔ اس پر مستزاد اہلِ حدیث حلقے میں ناموری تو بالکل بھی ثابت نہیں۔ مرزا حیرت کا مسکن دہلی تھا جہاں اہلِ حدیث علماء کی بڑی تعداد موجود تھی۔ سیّد نذیر حسین محدث دہلوی یا ان کے کسی تلمیذ رشید کے ساتھ مرزا حیرت کے تعلقات کا بھی علم نہیں ہوتا۔ راقم نے اپنی کتاب '' چند تاریخی حقائق'' [ص ۱۳۲-۱۳۴] میں اس خیال کی تردید کی ہے۔

☆ خواجہ صاحب کی چھیڑ چھاڑ کئی ایک اصحاب علم وقلم سے رہی ہے انہی میں سے ایک مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی ہیں۔ مولانا ثناء اللہ کا ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' اپنے طبقے کا ترجمان تھا۔ عقیدے وافکار کی بُعد ودوری کی وجہ سے دونوں بزرگوں کے درمیان چھیڑ چھاڑ یقینی تھی۔ لیکن سب سے بڑی خوبی یہ رہی ہے کہ تمام اختلافات دائرۂ ادب کے اخلاقی ضابطوں کے مطابق ہی رہے ہیں۔ شاتم رسول ﷺ، راج پال کی کتاب ''رنگیلا رسول'' کے جواب میں مولانا ثناء اللہ کی ''مقدس رسول ﷺ'' شائع ہوئی تو خواجہ صاحب نے نہایت اعلیٰ ظرفی کے ساتھ انتہائی پُرزور الفاظ میں مولانا ثناء اللہ کے ذوقِ علم وتحقیق کی داد دی۔ جس سے خواجہ صاحب کی وسعتِ قلبی کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ سے ان کی بے لوث محبت کا بھی۔

جناب مولف کے دائرۂ علم میں مولانا ثناء اللہ اور خواجہ صاحب کے یہ روابط نہ تھے یہی وجہ رہی کہ پوری کتاب میں مولانا ثناء اللہ کا کہیں بھی کسی پیرایے میں ذکر نہ آسکا۔

جناب مولف کا یہ بہت بڑا ادبی کارنامہ ہے کہ انہوں نے خواجہ حسن نظامی کے منتشر خاکوں کو یکجا کر دیا۔ خواجہ صاحب کے خاکوں کی وسعت وتنوع سے متعلق ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں:

'' اپنے خاکوں اور ان کے موضوعات کے لیے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے کوئی تخصیص نہیں کی، جس فرد کو انھوں نے قابلِ توجہ سمجھا...... اسے اپنا موضوع بنایا اور اس پر خاکہ لکھ ڈالا، جو چاہے کئی صفحات پر محیط ہو یا محض چند سطروں پر، چناں چہ انھوں نے جہاں اللہ میاں، فرشتے اور شیطان کے خاکے بھی لکھ ڈالے ...... وہیں رسول اکرم ﷺ، حضرت عیسیٰ اور کرشن جی اور گرونانک کو بھی موضوع بنا ڈالا۔ اس مجموعے میں ان کے سب ہی خاکے، جہاں جہاں اور جن جن تک ڈاکٹر ابوسلمان صاحب کی رسائی ہوسکی، شامل ہوگئے ہیں، اس ضمن میں اگر صوفیاے کرام اور علماے عظام کے خاکے شامل ہیں تو فلمی اداکاراؤں اور طوائفوں کو بھی خواجہ صاحب نے نظر انداز نہیں کیا۔ خاکوں کا وہ گوشہ بھی بے حد دلچسپ اور انوکھا ہے، جنھیں ڈاکٹر صاحب نے اس مجموعے میں نفسیاتی مطالعے اور خصائل کے ذیل میں یکجا کیا ہے! انسانی نفسیات اور خصائل کے مطالعے کی شاید کوئی اور نظیر اس طرح موجود نہ ہو ...... جو خواجہ صاحب کے خاکوں کی ایک خصوصیت اور انفرادیت ہے۔" [ص:۱۵-۱۶]

بایں ہمہ ڈاکٹر ابوسلمان صاحب نے جو کچھ لکھ دیا اور جس طرح منتشر مواد کو بحسن وخوبی یکجا کردیا وہ خواجہ صاحب کے آئندہ آنے والے محققین کے لیے سب سے قیمتی ذخیرہ ثابت ہوگا۔

(محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)

تلامذۂ شاد

سید نعمت اللہ

طباعت: اکتوبر ۲۰۰۴ء - ۲۷۲ صفحات - مجلد ۲۵۰ روپے

ناشر: ادارۂ یادگار مولوی حسیب اللہ مختار

اردو شاعری میں شاد عظیم آبادی اور ان کے رنگِ تغزل کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ وہ ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۷ء میں انھوں نے وفات پائی۔ ان کی وفات پر گو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے تاہم مؤرخینِ ادبِ اردو نے انھیں فراموش نہیں کیا۔ اس کی ایک وجہ تو ان کا رنگِ تغزل ہے، جس شخص نے ایسے برجستہ و پُر معانی اشعار کہے ہوں:

لے کے خود پیرِ مغاں ہاتھ میں مینا آیا
مے کشو، شرم کہ اس پر بھی نہ پینا آیا

یہ بزم مے ہے، یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

خموشی سے مصیبت اور بھی سنگین ہوتی ہے
تڑپ اے دل، تڑپنے سے ذرا تسکین ہوتی ہے

طریقِ عشق میں اللہ رے پھیر رستوں کا
ذرا سی چوک میں سالک بھٹکنے لگتے ہیں

اسے فراموش کرنا بہر طور زیادتی ہوتی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ شاد اپنے دور کے بہت بڑے استاذِ سخن تھے۔ تلامذۂ ادب کا ایک بہت بڑا حلقہ ان کے دبستانِ علم سے منسلک تھا۔ تلامذہ کا اتنا بڑا حلقہ اور استاد کے رنگِ تغزل کی پیروی کا شوق کم سے کم بہار میں اس کی مثال نہ شاد سے پہلے ملتی ہے اور نہ ہی شاد کے بعد۔

اپنے تلامذہ کی وسعت کا احساس خود شاد کو بھی ہوگیا تھا، چنانچہ انھوں نے اپنے تلامذہ کا ایک تذکرہ مرتب کرنا شروع کردیا تھا۔ شاد کے ایک شاگرد معین الدین قیس عظیم آبادی نے اپنی کتاب "گلشنِ حیات" [مطبوعہ ۱۹۲۳ء] خاص "تلامذۂ شاد" کے ضمن میں مرتب کی اور اس میں شاد کے ۵۳ شاگردوں کا ذکر کیا ہے۔ قیس نے اپنی دوسری کتاب "سوانحِ شاد عظیم آبادی" [مطبوعہ ۱۹۲۵ء] میں شاد کے ۵۹ تلامذہ کی نشاندہی کی ہے۔ شاد کے ایک دوسرے شاگرد محمود علی خاں صبا (۱۹۰۷ء-۱۹۸۷ء) نے اپنی کتاب "تاجدارِ اقلیمِ سخن حضرت شاد عظیم آبادی کے نورتن" میں شاد اور ان کے نو تلامذہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالات تحریر کیے ہیں اور ان کے فنی پیمانے کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ باعتبار اعداد و شمار پروفیسر کلیم الدین احمد پرانے تذکرہ نگاروں میں سرفہرست ہیں جنھوں نے ''کلیات شاد'' [مطبوعہ ۱۹۷۵ء] میں کل ۱۰۱ تلامذہ کا ذکر کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں شاد اور ان کے تلامذہ کے حالات قدرے تفصیل سے لکھے گئے اور ہر شاعر کے حالات کے ذیل میں اس کا دستیاب نمونہ کلام بھی درج کیا گیا ہے۔ بعض اشعار پر شاد کی اصلاحیں بھی محفوظ کردی گئی ہیں۔ تاہم یہ تذکرہ کل ۱۰۸ ''تلامذۂ شاد'' کے احوال پر محیط ہے، گویا جناب مصنف، کلیم الدین احمد کے ذکر کردہ اسماء سے مزید ۷ گمشدہ ''تلامذۂ شاد'' کو دریافت کرسکے ہیں۔

بایں ہمہ جناب سیّد نعمت اللہ نے اپنے پیشِ نظر تمام اہم مآخذ سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور تلاش و تفحص میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اپنے پیش رو تذکرہ نگاروں کے بعض تسامحات کی تصحیح بھی کی ہے۔ اسی طرح نمونہ کلام پیش کرنے میں اپنے حسنِ ذوق کا ثبوت بھی بہم پہنچایا ہے۔

جنوں کے ذکر میں مصنف نے ان کے احوال پر اپنے مآخذ [''تذکرہ مسلم شعرائے بہار'' اور امداد صابری کا مضمون ''مولوی واعظ الحق عظیم آبادی'' مشمولہ روزنامہ جنگ کراچی ۶ مارچ ۱۹۷۱ء] کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اس کے علاوہ ان کا ذکر راقم کو کسی اور جگہ نہ مل سکا۔'' [ص ۱۲۷]

امداد صابری نے اپنی مشہور کتاب ''فرنگیوں کا جال'' میں بھی مولانا واعظ الحق عظیم آبادی کے حالات لکھے ہیں وہاں بھی ضمناً جنوں کا ذکر کیا ہے۔ نیز شاہ محمد سعید حسرت عظیم آبادی کی کتاب ''قسطاس البلاغۃ'' پر جنوں نے فارسی میں منظوم تقریظ بھی لکھی ہے۔

اسی طرح شمشاد کے ذکر میں مصنف صرف اسی قدر لکھ سکے ہیں:

''محمد علی نام، شمشاد تخلص۔ کلیات کی فہرست میں صرف نام لکھا ہے۔'' [ص ۱۷۱]

شمشاد نے بہار کے مشہور شاعر حکیم عبدالحمید پریشاں کا قطعۂ تاریخِ رحلت لکھا تھا جو ''الپنچ'' میں شائع ہوا تھا۔ نیز حکیم احمد اللہ ندوی کی ''مسلم شعرائے بہار'' [۱/۱۸۵-۱۸۶] میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

تلامذۂ شاد کے ذکر سے قبل جناب مولف نے خود شاد کے حالات لکھے ہیں اور ان کی شاعری پر تبصرہ کیا ہے۔ تاہم شاد کی ادبی معرکہ آرائیوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ آج کی ادبی دنیا میں بہت کم لوگ ہونگے جنہیں شاد اور حکیم عبدالحمید پریشاں اور شاد اور تمنا عمادی کی ادبی و شعری معرکہ آرائیوں کی خبر ہوگی۔ اوّل الذکر حکیم عبدالحمید پریشاں صادق پوری اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، طبیب، فلسفی اور شاعر تھے۔ عربی و فارسی پر عبور کامل رکھتے تھے۔ مستزاد یہ کہ ان کی خاندانی وجاہت بھی مسلّم تھی۔ شاد نے ان سے الجھنے سے قدرے گریز ہی کیا۔ تاہم مؤخر الذکر تمنا عمادی کو جوان رعنا سمجھ کر الجھ بیٹھے۔ شاد اور تمنا کی یہ ادبی معرکہ آرائی بڑی دلچسپ رہی۔ علامہ تمنا عمادی نے شاد کے ساتھ ہونے والی اپنی دلچسپ ادبی معرکہ آرائیوں کو اپنے مضمون ''میری شاعرانہ معرکہ آرائیاں'' میں تفصیل سے لکھا ہے۔ مذکورہ مضمون ماہنامہ ''قومی زبان'' کراچی [جلد ۳۱ شمارہ ۴، ۵ اور ۶] میں شائع ہوا ہے۔

مصنف نے کتاب بڑے سلیقے سے تالیف کی ہے۔ کتابت کی معمولی اغلاط سے صرفِ نظر کرتے ہوئے طباعتی معیارِ حسن بھی لائقِ ستائش ہے۔

(محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرفا کی نگری جلد دوم
سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی
طباعت: ۲۰۰۴ء-۳۲۰ صفحات-۲۰۰ روپے
ناشر: نظامی اکیڈمی ۲۴/۳ نصیر آباد بلاک ۱۴،
فیڈرل بی ایریا کراچی

سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی صاحب کی تالیف ثانی بعنوان ''شرفا کی نگری'' جلد دوم زیر مطالعہ برائے تبصرہ وتنقید ہے، لہٰذا ناچیز کی معروضات ناظرین کے پیش خدمت ہیں جس میں محض شیرینی ہی شیرینی نہیں بلکہ کچھ تلخی و ترشی بھی ہے کیونکہ اسی کا نام تبصرہ ہے، محض تعریف وتوصیف کا نام تو قصیدہ نگاری ہے۔

مؤلف نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آغاز کرتے ہوئے صوفیائے کرام اور علمائے عظام کا باب مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر ختم کیا ہے۔

ممکن ہے اکثر حضرات کتاب کو ''شرفا کی نگری'' سمجھ کر مندرجات میں علاقائی مقامات تلاش کریں تاہم اس میں انہیں مایوسی ہوگی کیونکہ عنوانِ کتاب کا درست تلفظ ''شرفا کی نگری'' ہے اور اہلِ بہار جانتے ہیں کہ ساتویں صدی کے معروف محدث، فقیہ، صوفی اور درویش خدامست کا نام تو احمد بن یحییٰ ہے لیکن عوام الناس میں وہ اپنے لقب شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری سے مشہور ہیں جن کو قوال حضرات نے ازراہِ بے تکلفی ''شرفا بہاری'' بنا رکھا ہے۔ حضرت موصوف نے تاریخ اسلام کے عہدِ زوال یعنی سقوطِ بغداد اور استیلاء مغول کے بعد کا زمانہ دیکھا، بایں ہمہ انہوں نے علم حدیث و فقہ میں مجتہدانہ بصیرت حاصل کی۔

موصوف کا خاندان بعہد قطب الدین ایبک وارد منیر ضلع پٹنہ ہوا مگر انہوں نے سلطان محمد تغلق و فیروز تغلق کا زمانہ پایا۔ صوبہ بہار میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ان کے بزرگوں کی تبلیغی خدمات کا ثمرہ ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اس علاقہ میں سب کے عظیم مرشد وروحانی بزرگ تسلیم کیے جاتے ہیں اور مؤلف موصوف نے ان سے وابستۂ ارادت حضرات کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے صوبہ بہار کے صوفیاء، علماء اور مشائخ کے علاوہ مسلم فاتحین کا ذکر خیر بھی مناسب سمجھا ہے۔ اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ اب اس کتاب کے مندرجات میں کیف دوآتشہ کا لطف مہیا ہوا ہے۔ یعنی بہار تصوف وشریعت بھی ہے اور سندان سیاست بھی۔

مولف نے چالیس صوفیائے کرام کے تذکرے سے پہلے خلفاء راشدین میں سے پہلے تین خلفاء کا ذکر مبارک بھی پیش کیا ہے اور خلیفۂ رابع سے متعلق ایک فارسی منقبت از مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی پر اکتفاء کیا ہے۔ اس منقبت میں دوسرا شعر نہ جانے کیسے ایک محدث کی زبان قلم سے جاری ہوسکا اس لیے کہ یہ تو صریحاً مشرکانہ قول ہے۔ آگے چل کر اسی منقبت میں ایک موضوع حدیث کو بھی حصہ نظم بنایا گیا ہے:

چوں نہ کردے حق بپاس خاطر اُو ردِ شمس
مصطفیٰ را تکیۂ سر بود زانوئے علی

عقیدت وارادت کے معاملہ میں بڑے بڑوں نے راہِ اعتدال سے انحراف کیا ہے۔ حسرت عظیم آبادی کی یہی عقیدت علامہ اقبال کے یہاں بھی نمایاں ہوئی، کہتے ہیں:

ہر کہ در آفاق گردد بو تراب
باز گرداند ز مشرق آفتاب

خلفاء ثلاثہ کے ذکر خیر کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد مولف نے ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کے فوائد پر گفتگو کی ہے۔ بعد ازاں ائمہ اربعہ کے مختصر حالات بھی لکھے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے حالات میں حضرت یحییٰ بن معاذ رازی کے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ کہتے ہیں کہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو (محشر میں) کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ابوحنیفہ کے جھنڈے کے پاس۔'' [ص۴۰]

یحییٰ بن معاذ رازی کا یہ بیان درایۃً کہاں تک درست ہے اور کیا اس قول سے ہتک رسول ﷺ کا پہلو سامنے نہیں آتا؟ عقیدتِ امام ابوحنیفہؒ اپنی جگہ مگر وہ بمقابلہ رسول ﷺ تو خود کو خاک پائے رسول ﷺ کہلانے میں فخر محسوس کریں گے۔ چہ جائیکہ خود رسول کریم ﷺ ان کے پرچم کے زیرِ سایہ موجود ہونے کی نشاندہی فرمائیں۔ عیاذاً باللہ

ائمہ اربعہ کے بعد بہار کے جن صوفیاء کرام کے حالات لکھے ہیں، ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

☆ مخدوم سید آدم صوفی ☆ سید احمد جاجنیری ☆ سید فضل اللہ عرف سید گوسائیں ☆ مخدوم منجھن قتال بخاری ☆ پیر سرمست تیغ آویزاں ☆ ملا بڈھ صوفی ☆ ملا محمد شفیع عثمانی ☆ شیخ فرید الدین بڈھن دیوان فردوسی ☆ مخدوم شاہ کبیر درویش ☆ سید ابراہیم زندہ دل کاکوی ☆ مخدوم بدر عالم شہباز پوری ☆ سید شہباز محمد بھاگلپوری ☆ سید محمد پیر دمڑیا ☆ ملا خواجہ بہاری لاہوری ☆ سید تاج محمود حقانی ☆ شاہ محمد منعم پاکباز ☆ شاہ حسن علی ☆ شاہ فرحت اللہ حسن دوست ☆ شاہ رکن الدین عشق ☆ شاہ ظہور الحق ☆ شاہ حبیب الحق ☆ مرزا رحیم اللہ بیگ ☆ شاہ ولایت علی اسلام پوری ☆ شاہ قیام الدین اصدق ☆ شاہ مجیب الحق کمالی فردوسی ☆ محمد تیغ علی شاہ ☆ شاہ ابوصالح محمد یونس شعیبی۔

جناب قیام الدین نظامی صاحب نے بہار کے مجاہد کبیر سید احمد جاجنیریؒ کو زیدی الواسطی سادات میں شمار کرتے ہوئے ان کا شجرہ نسب بھی درج کیا ہے۔ حضرت سید احمد جاجنیری کی شخصیت اور تاریخی حیثیت کا تعین ہنوز تحقیق طلب ہے ہر چند کہ جناب عبدالقیوم چواروی صاحب نے ''سادات جاجنیری'' کے عنوان سے دو جلدوں پر مشتمل شجرۂ انساب کی کتاب بھی مرتب فرمادی ہے۔ بایں ہمہ ان کی تاریخیت متنازع فیہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بہار کے کئی خانوادے ان سے نسبی تعلق رکھتے ہیں جن میں چند ممتاز اصحابِ علم وفضل بھی ہیں مثلاً شیخ الکل میاں نذیر حسین، علامہ سید برکات احمد، سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی، سر علی امام، مولانا مسعود عالم ندوی وغیرہم۔ اس ضمن میں ''تذکرۃ الابرار''، ''نسب نامہ سادات ملوک ودیسنہ''، ''تاریخ حسن''، ''تاریخ فیروز شاہی'' وغیرہا کے حوالے ملتے ہیں۔ مگر یہ بات تحقق نہیں ہو پائی کہ جناب سید احمد نے بارہ گاواں میں اقامت کس دور میں اختیار کی اور اس کے لیے کس سلطان الہند نے اُن کے نام فرمان جاری کیا تھا۔

''شرفا کی نگری'' میں بتایا گیا ہے کہ شطاریہ سلسلہ کے بانی شاہ محمد غوث شطاری گوالیاری کو فیضِ باطنی مخدوم پیر سرمست تیغ آویزاں سے حاصل ہوا تھا اور حاجی پور کے قریب موجودہ شہر ستی پور انہی کا آباد کردہ ہے جو سرمست پور سے محرف ہو کر ستی پور ہو گیا ہے۔

ملا محمد شفیع عثمانی رکن مؤلفین ''فتاویٰ عالمگیری'' کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے سرزمین بہار کے دیگر ۶ ارکان کا نام بھی درج کیا ہے اور یہ بھی بتا گئے ہیں کہ پروفیسر ڈاکٹر شمس الضحیٰ، ڈاکٹر شفیق حیدر، ڈاکٹر کلیم الدین احمد، ڈاکٹر قیام الدین احمد وغیرہم اولاد واحفاد ملا محمد شفیع عثمانی میں داخل ہیں۔

حضرت شیخ فرید الدین بڈھن دیوان فردوسی کے اجداد مغلیہ عہد زوال میں منصب قضاء سے وابستہ رہے تھے۔ شہسرام میں قائم خانقاہ مدرسہ کبیریہ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ مخدوم شاہ کبیر درویش اس کے بانی تھے اور ان کا نسبی تعلق شیخ بڈھن سے ہی تھا۔

کتاب میں سید ابراہیم زندہ دل کاکوی کا تذکرہ بڑے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلچسپ انداز میں تفصیلاً ہے اور اس سے منسلک شجرہ ہائے نسب بھی جس سے مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

مولف ''شرفا کی نگری'' کا شکوہ ہے کہ حضرت ملا خواجہ بہاری کو اہلِ وطن نے نظر انداز کر دیا۔ حلقہ بہار میں ان کے احوال و آثار پر کوئی کتاب نہیں ملتی یہ کچھ ملّا خواجہ بہاری پر ہی منحصر نہیں دیگر علماء کے احوال پر بھی تحقیقی کام بہت کم ہوا ہے۔ اس کے مختلف اسباب ہیں اوّلاً یہ کہ اہلِ تصوف پر توجہ زیادہ رہی ثانیاً یہ کہ علماء و شعراء بہار نے غیر معمولی قناعت پسندی کی روش اختیار کی، دربار و سرکار سے عموماً بے تعلق رہے لہٰذا گوشۂ گمنامی میں رہے۔ تاہم ملا خواجہ بہاری حلقۂ علماء میں غیر معروف نہیں اُن کے احوال و آثار ملا مرزا صالح کمبوہ کی ''عمل صالح''، ملا عبد الحمید لاہوری کی ''شاہجہاں نامہ'' اور علامہ اقبال کے ہم عصر اہل قلم و مورخ منشی محمد دین فوق کشمیری کی کتاب ''تذکرۃ العلماء والمشائخ'' میں تفصیلاً درج ہیں اور شاہجہاں کے وزیر اعظم علامی سعد اللہ خاں کو ملا خواجہ بہاری کے مدرسہ کا طالب علم کہا گیا ہے۔

''شرفا کی نگری'' کے مؤلف نے ملا خواجہ بہاری کے تلمذ کے متعلق ملّا فاضل لاہوری لکھا ہے اس سے مغالطہ کا امکان ہے ان کو واضح طور سے ملّا عبد الحکیم سیالکوٹی لکھنا چاہیے تھا اس لیے کہ ملّا فاضل نام کے کسی لاہوری عالم کا نام کہیں مذکور نہیں۔ ملّا فاضل لاہوری دراصل ملّا عبد الحکیم سیالکوٹی کا ہی لقب تھا۔

صوفیاء کے تذکرے کے بعد درج ذیل علماء بہار کے حالات تحریر کیے ہیں:

☆ قاضی محب اللہ بہاری ☆ مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی ☆ مولانا ولایت علی صادقپوری ☆ مولانا عنایت علی صادقپوری ☆ مولانا عبد اللہ صادقپوری ☆ سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی ☆ مولانا ظہیر احسن شوق نیموی ☆ مولانا شمس الحق محدث ☆ سید امداد امام اثر ☆ مولانا ابو المحاسن سجاد ☆ سید سلیمان ندوی ☆ مولانا مناظر احسن گیلانی ☆ مولانا ظفر الدین بہاری ☆ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری۔

مؤلف نے ''علمائے صادق پور اور ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' کے عنوان سے اپنے تفصیلی مضمون میں علمائے صادق پور کی دینی خدمات کا اعتراف کھلے دل سے کیا ہے و نیز تحریک کا تعارف کراتے ہوئے بانی تحریک سید احمد شہید رائے بریلوی کا بھی مختصراً ذکر کیا ہے۔ مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی کے حالات پر جو عنوان درج ہے اس میں ڈیانوی یا عظیم آبادی کی صفت نسبتی مرقوم نہیں جس کا لکھا جانا مناسب تھا۔

علمائے بہار کے احوال کے بعد تاریخ بہار سے متعلق کچھ اہم مضامین لکھے ہیں۔ پھر جن ملوک بہار کے حالات لکھے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

☆ محمد بن بختیار خلجی ☆ شیر شاہ سوری ☆ نواب داؤد خان قریشی علوی ☆ نواب سراج الدولہ۔

آخر میں کچھ بہاری خانوادوں کے نسب ناموں سے متعلق شجرہ ہائے نسب درج کیے ہیں۔

مولف نے اپنی کتاب میں شجرہ ہائے انساب پر خصوصی توجہ دی ہے، غالبًا یہی وجہ ہے کہ بعض علماء کے احوال میں ان کی علمی حیثیت کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے۔ احادیث کے حوالے درج کرنے میں ذمہ داری کا ثبوت نہیں دیا ہے اور بلا حوالہ روایات نقل کی ہیں، اسی طرح بعض دیگر کتب سے بھی جو اقتباسات نقل کیے ہیں ان کے تفصیلی حوالے نہیں دیے۔

بحیثیت مجموعی کتاب بڑی معلوماتی ہے اور اہلِ بہار و تصوف کے لیے تحفۂ علمی کی حیثیت رکھتی ہے۔ امید ہے کہ اس کی پذیرائی کی جائے گی۔

(سید عاشق رسول امین)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کا فکری اغوا

مریم خنساء ھناد

طباعت: ۲۰۰۵ء - ۲۷۲ صفحات - مجلد ۱۴۰ روپے

ناشر: دار الکتب السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور

زیرِ تبصرہ کتاب کا عنوان بذاتِ خود ایک دلکش نظریاتی عنوان ہے تاہم مندرجات میں فراہم کردہ مواد چونکہ تالیف ہے اس لیے اہلِ تحقیق کو وہ لطف نہیں ملتا جو موضوع کے فکر و فلسفہ کا تقاضا ہو سکتی تھی۔ بایں ہمہ مولفہ کی کاوش اور ترتیب میں کسی طرح کی کمی اور نقص کا شائبہ بھی نہیں۔

نظریاتی اور موضوعاتی کتب کی تصنیف کے لیے عمر کی جس پختگی اور عالمی ادب و مذاہب عالم پر جس مطالعۂ عمیق کی ضرورت تھی اس کی تکمیل ایک ۱۹ سالہ خاتون کے بس کی بات نہ تھی، تاہم اس کم عمری میں بھی جس ہمت اور مستعدی کا مظاہرہ اس تالیف کی شکل میں منظرِ عام پر آیا ہے وہ بذاتِ خود داد و تحسین طلب ہے۔ اس لیے کہ ۱۲۸ اہم کتب اور ۹ رسائل کے مندرجات سے مفید مطلب مواد کا حصول ہی کچھ کم مشکل کام نہیں۔ آفرین ہے مرحومہ مریم خنساء کی ذات پر جس نے یہ کام کر دکھایا اور بطریقِ احسن کیا۔ کوئی معمر اور تجربہ کار اہلِ قلم بھی اس سے زیادہ کچھ اور کیا کر سکتا تھا۔

اس کتاب میں عصری ادب کا بھرپور جائزہ لے کر مؤلفہ نے قیمتی مواد یکجا کیے ہیں جس میں نوعمری کے باوصف اعلیٰ درجہ کی سلیقہ مندی پائی جاتی ہے، مراد یہ ہے کہ ترتیبِ مضامین و عنوانات میں بڑی مناسبت ہے۔ بیسویں صدی میں مخالفتِ اسلام کے سلسلے میں جتنی تحریکیں اور تحریریں سامنے آئی ہیں ان کا تجزیہ بڑی خوبی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

کتاب اپنے موضوع پر اوّلیت کا اعزاز نہ رکھنے کے باوجود انفرادیت اور ندرت کی حامل ہے اور اس کی افادیت مسلّم ہے۔ ملّی تاریخ کے طلباء اور بالخصوص زوالِ امت کے اسباب کے متلاشی قاری کے لیے بیش بہا تحفہ ہے۔ اس کتاب میں ان اسباب و علل کی نشاندہی میں واضح مثبت دلائل پیش کیے گئے ہیں اور سب کچھ کمالِ اختصار کے ساتھ بیان ہوا ہے جسے خوبی ترتیب و بیان بھی کہا جا سکتا ہے۔ اپنے اختصار کے باوصف یہ کتاب مسلم نشاۃ ثانیہ کے باب میں ایک مفید مؤثر کوشش بھی قرار دی جا سکتی ہے کیونکہ اس کتاب میں ان بیشتر کتب و تحاریک کے حوالہ جات درج ہیں جن کی وجہ سے امت مسلمہ کو آج اس ذلت و حرمانی کا سامنا ہے۔ خوارج، معتزلہ، جہمیہ، قدریہ .... مستشرقین و منکرین حدیث تک جس فساد و انتشار کو فروغ۔ آج ضرورت ہے کہ ان سب کا ازالہ کر کے امتِ مسلمہ کو امت واحدہ بنا دیا جائے، یہی وقت کی پکار ہے اور اس کتاب میں اپنے مخصوص انداز میں اسی کارِ جہادِ اکبر و اعظم کی دعوت دی گئی ہے۔ پوری کتاب میں حیرت انگیز حد تک راہِ تصوف سے آنے والی کارگزاریوں بالخصوص اس کے مبتدع اثرات کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

''حرفِ آخر'' کے عنوان سے مؤلفہ نے جن نکات کی وضاحت کی ہے اور جن حقائق پر روشنی ڈالی ہے وہ اپنی جگہ یقیناً لائقِ تحسین جائزہ ہے اور اس کے لیے وہ یقیناً عند اللہ مستحقِ اجر و ثواب ہونگی۔ دار الکتب السلفیہ (لاہور) نے اس کتاب کو شائع کر کے نہ صرف ایک مستحسن اقدام کیا ہے بلکہ وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل بھی کی ہے۔

(سیّد عاشق رسول امین)

گل افشانی افکار

سیّد عاشق رسول امین

طباعت: جنوری ۲۰۰۶ء - ۱۹۲ صفحات - مجلد ۱۴۰ روپے

ناشر: دار الاحسن، دُکان نمبر ۶۴، نعمان سینٹر، گلشن اقبال بلاک-۵، کراچی

''گل افشانی افکار'' مصنف کے علمی و ادبی مضامین کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجموعہ ہے، جو انہوں نے مختلف اوقات میں تحریر فرمائے تھے۔

مولف نے اپنی کتاب کو تین حصوں (مقالات / مضامین / نقد و تبصرہ) میں منقسم کیا ہے۔ ان کے قلم سے نکلنے والے بعض مقالات بلاشبہ اہلِ علم کی توجہ کے مستحق ہیں۔ ''برصغیر اور عالم اسلام کے اہلِ علم کے علمی روابط''، ''طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا''، ''احیائے اسلام کی تحریک میں نذرالاسلام کا کردار''، ''علامہ اقبال اور سائنس''، ''کلیم عاجز کی غزل''...... ...... کا شمار ایسے ہی مقالوں میں ہوتا ہے۔

قاضی نذرالاسلام کو پاکستان کے علمی حلقے فراموش ہی کر چکے ہیں۔ اردو میں بہت کم مواد ملتا ہے جو قاضی نذر الاسلام کی زندگی کے گوشوں پر لکھا گیا ہو، ایسے میں فاضل مؤلف کے مضمون کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

کلیم عاجز کی شاعری پر مولف کا تبصرہ بڑا دلچسپ بھی ہے اور ادبی چاشنی کا حامل بھی۔

''انسان کے لیے مذہب کی ضرورت'' اور ''فیضانِ محمد ﷺ'' بھی عمدہ مضامین ہیں۔ اندرونِ سندھ ان کا سفرنامہ بعنوان ''الہ آباد ہمیں پسند آیا'' سندھ کی علمی روایات کے حوالے سے معلوماتی مضمون ہے۔

آخری حصے میں انہوں نے اپنے معاصر اہلِ علم کی نگارشات پر تبصرہ کیا ہے۔ جن میں ''شہاب بیتی (از شہاب الدین رحمت اللہ)''، ''اسلام اور عصرِ جدید (از محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)'' اور ''پاکستان کے نعت گو شعراء (از ابو القاسم سید محمد قاسم)'' واقعتاً نقد و تبصرہ کی تعریف پر پورے اترتے ہیں۔ جبکہ بعض دیگر کتب پر نقد و تبصرہ سے زیادہ مدح سرائی کا رنگ غالب ہے۔

مجموعی اعتبار سے کتاب ایک عمدہ علمی کاوش ہے۔ علمی و ادبی ذوق رکھنے والوں کے لیے خصوصی طور پر لائق مطالعہ۔

(محمد ساجد صدیقی)

فهارس الاسفار

ضیاء اللہ کھوکھر

طباعت: ۲۰۰۴ء - ۳۰۰ صفحات - مجلد ۱۸۰ روپے

ناشر: عبدالمجید کھوکھر یادگار لائبریری، ۸۳-بی، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ

گوجرانوالہ کے مشہور علم دوست تاجر جناب ضیاء اللہ کھوکھر اپنی علم پروردی اور کتابوں سے محبت و تعلق کی بناء پر ملک کے علمی حلقوں میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کا ذاتی کتب خانہ -------- جو ان کے والدِ گرامی کے نام سے موسوم ہے ------- ''عبدالمجید کھوکھر یادگار لائبریری'' بیش قیمت علمی نوادرات سے مملو و معمور ہے۔ ایک اندازے کے مطابق یہ کتب خانہ پچیس ہزار سے زائد کتب -------- جو مختلف علوم و فنون پر محتوی ہیں -------- پر مشتمل ہے۔ جبکہ رسائل و جرائد کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے۔

جناب ضیاء اللہ کھوکھر نے اپنے ذاتی شوق اور لگن سے اپنے ذخیرۂ کتب میں اردو سفرناموں کا ایک بہت وقیع ذخیرہ جمع کر لیا ہے اور ہنوز اس کی تعداد میں اضافہ کرنے کی جستجو میں ہیں۔ چند برس پیشتر (۱۹۹۸ء میں) انہوں نے اپنے کتبخانے میں موجود سفرناموں کی ایک فہرست ''نوادرات'' کے عنوان سے مرتب کر کے شائع کی تھی۔ جس میں سفرناموں کی تعداد تقریباً ۹۵۰ تھی۔ اب ''فہارس الاسفار'' کے عنوان سے وسط ۲۰۰۴ء تک جمع ہونے والے سفرناموں کی فہرست مرتب کی ہے، جس میں ۱۳۰۸ سفرناموں کا ذکر موجود ہے۔ ''نوادرات'' کے برعکس انہوں نے زیرِ تبصرہ کتاب میں فہرست سازی کے ضمن میں بڑی محنت و جانفشانی سے کام لیا ہے۔ سفرناموں کی فہرست دو طرح سے مرتب کی گئی ہے۔ پہلے باعتبار اسمائے کتب فہرست مرتب کی گئی ہے جبکہ دوسری فہرست اسمائے مصنفین کے مطابق ہے اور قدرے تفصیلی بھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آغاز کتاب میں لائق احترام مرتب کے قلم سے جو تعارف مرقوم ہے، وہ بھی بعض دلچسپ حقائق اور اعداد وشمار کا حامل ہے۔ فاضل مرتب نے بتایا ہے کہ ان کے کتب خانے میں ۱۸۵۱ء سے ۱۹۰۰ء تک طبع ہونے والے سفرناموں کی تعداد ۱۸ ہے، ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء تک کے مطبوعہ سفرنامے ۱۲۴ ہیں۔ خواتین کے تحریر کردہ سفرناموں کی تعداد ۱۱۵ ہے۔ سب سے زیادہ سفرنامے حکیم محمد سعید مرحوم کے قلم سے ہیں جن کی تعداد ۵۵ ہے، جبکہ قمر علی عباسی ۲۰ کے ساتھ دوسرے اور مستنصر حسین تارڑ ۱۷ سفرناموں کے ساتھ تیسرے نمبر پر ہیں۔ ''فہارس الاسفار'' کے مطابق سفرناموں کی طباعت واشاعت کا اعزاز سب سے زیادہ بلدۂ لاہور کو حاصل ہے، جہاں سے طبع ہونے والے سفرناموں کی تعداد ۵۵۵ ہے، جبکہ کراچی کے مطبوعہ سفرنامے ۲۹۰ اور دہلی کے ۷۳ مطبوعہ سفرنامے بھی ان کے کتب خانے کی زینت ہیں۔ تعارفِ کتاب کے مطالعے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ سفرنامے شائع کرنے والا ادارہ ''سنگ میل پبلی کیشنز'' لاہور ہے جس کے مطبوعہ سفرناموں کی تعداد ۶۹ ہے، جبکہ ''ہمدرد فاؤنڈیشن'' کراچی نے بھی ۵۸ کی تعداد میں سفرنامے شائع کیے ہیں۔ ''عبدالمجید کھوکھر یادگار لائبریری'' میں حرمین شریفین سے متعلقہ سفرناموں کی تعداد ۲۵۰ ہے۔

آخر میں جناب مرتب نے اپنے اس ایقان کا اظہار بھی کیا ہے:

''ایک محتاط اندازے کے مطابق ایسے سفرناموں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہوگی، جو میری دسترس سے ابھی تک باہر ہیں اور ان کے حصول کا آرزومند ہوں۔'' [ص ۱۶]

جماعت مجاہدین کے ایک اہم رکن منشی محمد جعفر تھانیسری (م ۱۹۰۵ء) تھے، جنہوں نے انگریزی استبداد کے دور میں قائم کردہ مقدمات سازش (وہابی کیس) میں ماخوذ ہونے اور پھر سزایاب ہونے کی بناء پر غیر معمولی شہرت پائی اور جن کا تحریر کردہ روداد قید وبند (کالا پانی) نہایت مقبول ہوا۔ منشی صاحب نے اپنی تین اہم کتابوں کے ملتے جلتے تاریخی نام رکھے تھے۔ ان کی پہلی کتاب ''تاریخ پورٹ بلیر'' (تاریخی نام: تاریخ عجیب) نولکشور پریس لکھنؤ سے ۱۸۸۰ء میں طبع ہوئی (زیرِ تبصرہ کتاب میں اس کا عکس بھی دیا گیا ہے۔ دوسری کتاب ''کالا پانی'' (تاریخی نام: تواریخ عجیب) ہے جس کے متعدد ایڈیشن مرحلۂ طباعت سے گزر چکے ہیں۔ تیسری اہم کتاب ''سوانح احمدی'' (تاریخی نام: تواریخ عجیبہ) ۱۸۹۵ء میں مطبع مجتبائی دہلی سے طبع ہوئی۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں ''تاریخ عجیب'' کو ''کالا پانی'' شمار کیا گیا ہے۔ جبکہ ''تاریخ عجیب'' درحقیقت پورٹ بلیر کی تاریخ ہے اور ''کالا پانی'' کا تاریخی نام ''تواریخ عجیب'' ہے۔ چونکہ فاضل مرتب نے ''تاریخ عجیب'' ہی کو ''کالا پانی'' سمجھا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا ذکر بھی سفرناموں میں کیا ہے [ص ۵۵]۔ جبکہ باعتبار اسمائے کتب جو فہرست مرتب کی ہے اس میں ''کالا پانی'' کا ذکر ''ک'' کی ردیف میں نہیں [ملاحظہ ہو ص ۸۹]۔ یہ ایک فاش غلطی تھی جس کی نشاندہی ضروری تھی۔

''فہارس الاسفار'' میں بعض سفرناموں کی ایک سے زائد اشاعتیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً ابن بطوطہ کا سفرنامہ مختلف مترجمین کے قلم سے موجود ہے۔ ''تواریخ عجیب المعروف بہ کالا پانی'' کے بھی چار مختلف ایڈیشن ان کے کتب خانے میں موجود ہیں تاہم ''کالا پانی'' کا اہم ترین ایڈیشن مرتبہ محمد ایوب قادری مرحوم موجود نہیں۔ ''سرسید احمد خان کا سفرنامہ پنجاب'' مرتبہ سید اقبال علی کی پانچ مختلف اشاعت ان کے کتب خانے کی زینت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جناب ضیاء اللہ کھوکھر نے اپنے ذخیرۂ کتب میں موجود سفرناموں کی فہرست مرتب کر کے مختلف اصنافِ ادب اور بالخصوص سفرناموں سے دلچسپی رکھنے والے اربابِ علم کے لیے گراں قدر خدمت انجام دی ہے اور ان کی تحقیقی کاوشوں میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔ کتاب عمدگی سے مرحلۂ طباعت سے گزری ہے اور ظاہری محاسن کے اعلیٰ معیار پر پوری اترتی ہے۔

(محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)

کراچی کے عوامی کتب خانے

محمد یوسف نعیم

طباعت:۔ ۱۴۴ صفحات۔ غیر مجلد، ۸۰ روپے

ناشر: عبدالرحمان دار الکتاب کراچی

زندہ قوموں کے لیے کتب خانے شعور و آگہی کی علامت ہوتے ہیں۔ یہ وہ مراکزِ علم ہیں جہاں سے فکر کے چشمے نکلتے اور اذہان و قلوب کی پرورش کرتے ہیں۔ تاریخِ انسانی شاہد ہے جس قوم نے بھی ترقی کے بامِ عروج کو پایا علم و تحقیق ہی کی بدولت پایا۔ عالمِ اسلام پر مختلف انداز سے دشمنانِ اسلام نے یلغار کی۔ فتنۂ تاتار کے خونیں حملوں نے کتنی ہی کھیتیاں بنجر اور آبادیاں ویران کر دیں مگر سو برس بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ وہ کھیتیاں پھر لہلہا اٹھیں، وہ ویرانیاں پھر آبادیوں سے روشن ہو گئیں۔ لیکن فتنۂ تاتار کے نتیجے میں مسلمانوں کا جو علمی ذخیرہ دستبردِ زمانہ کی نذر ہوا، بغداد و دمشق اور دیگر مراکزِ علم کے ذخائرِ کتب کو جس طرح برباد کیا گیا اس کا ازالہ نہ ہو سکا۔ عبد الرحمان الداخل کا اندلس اگر آج پہنچانا جاتا ہے تو ابنِ حزم اور ابنِ رشد جیسے اساطینِ علم کی بدولت۔ قصر الزہرا کی یادگاریں مٹ گئیں مگر ابنِ حزم کی عبقریت اور فلسفۂ ابنِ رشد آج بھی زندہ ہے۔ مگر کتنے ہی ابنِ حزم اور ابنِ رشد ہیں جو گمنامی کے اندھیروں میں چلے گئے۔

گزشتہ تقریباً نصف صدی سے کچھ زائد عرصے میں مادیت پرستی کے چلن نے بدقسمتی سے مسلم معاشرے کو علم و تحقیق سے کوسوں دور کر دیا ہے۔ زر پرستی نے مسلمانوں کے کتابی مزاج کو حد درجہ زک پہنچائی ہے۔ غور کیا جائے تو مادیت پرستی کا سیلاب مسلمانوں کے خلاف اسلام دشمن عناصر کی ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ہماری علم پروری نے علوم و فنون کی بنیادیں رکھیں۔ اسی علم پروری کے نتیجے میں عہدِ عباسی میں نصرانی علماء و اطباء نے اپنے آبائی مسکن کو چھوڑ کر بارگاہِ خلافتِ اسلامیہ سے منسلک ہونا پسند کیا۔

قصہ مختصر اس وقت ہمارے معاشرے میں کتب خانوں کی حالت زار انتہائی افسوسناک ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کتابوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں، بالخصوص سرکاری کتب خانے۔ علم پروری کے برعکس مادیت پرستی ہی کا نتیجہ ہے کہ محض سو ڈیڑھ سو برس کے علمی ذخائر بھی یہاں کتب خانوں میں بمشکل ہی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہمارے محترم دوست جناب محمد یوسف نعیم صاحب اہلِ علم کی جانب سے شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کراچی کے تقریباً تمام اہم عوامی کتب خانوں کا تعارف تحریری شکل میں یکجا کر دیا۔ یہ ایک بہت اہم قومی فریضہ تھا جس کی ادائیگی سے ہم من حیث المجموعی غافل رہے۔ محمد یوسف نعیم صاحب نے اس کتاب کو لکھ کر ہماری قومی غفلت و مساہلت کا ازالہ کرنے کی سعی کی ہے۔ چونکہ اپنی نوعیت کی یہ پہلی کاوش ہے اور خود یوسف نعیم صاحب بھی کتابی دنیا کا وسیع تجربہ نہیں رکھتے یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی تالیف میں کئی اہم پہلو بھی نظر انداز ہو گئے ہیں۔ کتب خانوں کے تعارف میں نشستوں اور پنکھوں کی تعداد بتانا ایک اضافی خوبی ہے جس میں ظاہر ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ اہم پہلو یہ تھا کہ کتب خانوں کی وجۂ شہرت بتائی جاتی، فاضل مصنف اس امر سے آگاہ فرماتے کہ فلاں کتب خانے میں فلاں موضوع پر اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدر کتب پائی جاتی ہیں، فلاں کتب خانے میں مخطوطات کی تعداد اس قدر ہے .... وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ اس طرح کتب خانوں کا یہ تعارف اہلِ وقلم حضرات کے لیے نہایت مفید ثابت ہوتا۔ نیز بعض اہم کتب خانے مثلاً مدرسہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن، ادارہ معارف اسلامی وغیرہا کا تعارف شاملِ کتاب نہیں۔

بہر طور اپنے موضوع کی یہ پہلی کاوش ہے اور اسے لکھ کر مولف نے اپنے شعور و وجدان کی زندگی کا اظہار کیا ہے۔ اس کتاب کے جو پہلو تشنہ رہ گئے ہیں امید ہے کہ آئندہ ان کا ازالہ ہو جائے گا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ مولف کی اس سعی کو مقبول بنائے (آمین)

(محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)

سفر نامہ پنجاب

محمد یوسف نعیم

طباعت:- ۴۶ صفحات- غیر مجلد، ۰ روپے

ناشر: عبدالرحمان دار الکتاب کراچی

جناب محمد یوسف نعیم صاحب نے اپنی تالیف زیرِ تبصرہ کو تمام اہلِ علم کے لیے دورانِ سفر وقت کا درست مصرف قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس مختصر مطالعاتی دورہ کی یادداشتوں کو کتابی صورت دے کر یقیناً ایک مستحسن اقدام کیا ہے۔ جس میں آدابِ سفر سے آغاز کرتے ہوئے جام پور ضلع راجن پور کے الفرید میونسپل لائبریری اور اس شہر کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ معروف سرائیکی شاعر خواجہ غلام فرید سے منسوب یہ لائبریری ۳۲ سال سے اہلِ جام پور کے لیے معلوماتی تسکین کی خدمت انجام دے رہی ہے۔

راجن پور کے پاکستان پبلک لائبریری کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ یہ قیصر خلیل صاحب کی ذاتی لائبریری ہے جس میں شاعری، افسانہ، جاسوسی کتب، تاریخِ اسلام اور سفر ناموں پر تقریباً ۶۰۰۰ کتب کا ذخیرہ ہے اور یہاں یومیہ ۶۰/۷۰ افراد مطالعہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

لائبریری حضرت خواجہ غلام فرید مٹھن کوٹ کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ محکمۂ اوقاف کی یہ لائبریری بے توجہی و شکستگی کا منظر پیش کرتی ہے باوجودیکہ وہاں کتابوں کا معقول ذخیرہ ہے اور اسے سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔ آگے چل کر انہوں نے قصر فرید میوزیم کے مفصل تذکرہ میں بتایا ہے کہ یہ میوزیم ۲۴ گھنٹے کھلا رہتا ہے۔ ۱۰/۱۲ افراد مامورِ خدمت ہیں اور یہاں محققین کے لیے قیام وطعام کا انتظام بھی ہے۔ میوزیم میں خواجہ موصوف کے زیرِ مطالعہ ۱۰۰ کتبِ قلمی کے علاوہ ۱۵۰۰ مسودات بھی ہیں۔ عبدالرحمان اسلامک لائبریری پیپلز کالونی ملتان کے موضوع پر ان کا بیان ہے کہ ۱۹۹۷ء میں قائم شدہ اس لائبریری میں علم حدیث وتفسیر پر ۴۰۰۰ کتب ہیں۔

مولف نے عوامی دار المطالعہ ریناله خورد کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ۱۹۸۰ء کی قائم شدہ اس لائبریری میں ۴۰۰۰ کتب کا ذخیرہ موجود ہے یہ کتب قرآنیات، تفسیر، سیرت، تاریخ اسلام، شخصیات، حدیث اور اقبالیات کے علاوہ بچوں کے موضوع پر محیط ہیں۔ الغرض مولف کا سفر نامہ مفید اور خاصا دلچسپ ہے۔

(سیّد عاشق رسول امین)

کتب موصولہ : ☆ احکام البسملہ: ابومحمد بدیع الدین شاہ راشدی ☆ اسماء اللہ عزّ وجل قرآن وحدیث کے مطابق جلد دوم: رشید اللہ یعقوب ☆ شرح ارکانِ ایمان: ابوعبدالصبور عبدالغفور دامنی ☆ مقالاتِ شاغف: ابوالاشبال شاغف بہاری ☆ محمد رسول اللہ ﷺ کی حکمت بھری شادیاں: محمد علی صابونی/ مترجم: محمد یوسف نعیم ☆ نقشِ کفِ پا: شاہ حسن عطا ☆ اہلِ علم کے خطوط محمد یوسف نعیم ☆ تفسیر عم یتساءلون: شاہ حسن عطا ☆ کیا باطل پر تنقید فرقہ واریت ہے؟: ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں ☆ خیر القرون قرنی: محمد یوسف نعیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مختصر مختصر

رسول اللہ ﷺ کا دستر خوان

محمود نصار / ترجمہ: حافظ ابوبکر ظفر

طباعت: جون ۲۰۰۸ء - ۷۲ صفحات - غیر مجلد، ۵۰ روپے

ناشر: دار الکتب السلفیہ، ۴۔ شیش محل روڈ، لاہور

زیر تبصرہ کتاب جناب محمود نصار کے کتابچے ''صفۃ طعام وشراب النبی ﷺ'' کا اردو ترجمہ ہے۔ موضوع عنوان سے ہی ظاہر ہے۔ اس اردو ترجمے پر نظر ثانی کا فریضہ محترمہ ام عبد منیب نے انجام دیا۔ فاضل مولف نے جن مقامات پر موضوع یا ضعیف روایات سے استدلال کیا ہے انہیں ترجمے میں حذف کر دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر توضیحی حواشی قلمبند کیے گئے ہیں تاکہ موضوع میں کوئی تشنگی نہ رہے۔

نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی اور انسانیت کے آخری الہامی رہبر ہیں۔ ان کی ہر ایک ادا شریعتِ اسلامیہ کا آئین ہے۔ ان کے طریقے کی پیروی باعثِ سعادت و نجات ہے۔ ان کی پاکیزہ و مقدس زندگی کا ہر ایک گوشہ انسانیت کے لیے درسِ آگہی ہے۔ اکل و شرب انسان کا بنیادی مسئلہ ہے۔ کھانے پینے کے بھی اخلاق و آداب ہیں اور اس اخلاق و آداب کو سیکھنے و سمجھنے کے لیے معلم اخلاق ﷺ کی سیرت سے بڑھ کر کس کی سیرت ہو سکتی ہے؟ اس پس منظر کو مد نظر رکھ کر اگر کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو افادیت دو چند ہو جائے گی۔ دار الکتب السلفیہ شکریے کا مستحق ہے جس نے اس موضوع کو انتہائی سلیقے اور آسان فہم انداز میں پیش کیا۔

(ابو محمد معتصم باللہ)

امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے

ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی

طبع: ندارد - ۵۰ صفحات - غیر مجلد، ۲۵ روپے

ناشر: ... مین پبلی کیشنز کراچی

زیر تبصرہ کتاب میں مصنف نے امام کے صحیح العقیدہ ہونے پر زور دیا ہے۔ ان کی تحقیق کا لب لباب یہ ہے کہ ''حنفی امام کی اقتدا میں نماز نہیں ہوتی۔'' برصغیر میں مسلمانوں کے دو بڑے گروہ پائے جاتے ہیں ایک حنفی اور دوسرے اہلِ حدیث۔ جن میں احناف غالب اکثریت میں ہیں اور خود ان میں بھی کئی ایک گروہ تشکیل پا چکے ہیں۔ اہلِ حدیث حضرات کی تعداد ان کے مقابلے میں نسبتاً خاصی کم ہے۔ تاہم دینی موضوعات پر علمی وفکری جولانیاں دکھانے کا فریضہ عام طور اہلِ حدیث اور دیوبندی احناف سرانجام دیتے ہیں۔ ان میں باہم مشترک نظریات بھی موجود ہیں اور متصادم نظریات بھی۔ آج بہت سے اہلِ حدیث حضرات احناف کے پیچھے اور اسی طرح احناف کی ایک بہت بڑی اکثریت اہلِ حدیث امام کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتی۔ تاہم ان ہر دو گروہ کے معتدل مزاج اکابر کا رویہ اس کے برعکس تھا۔ امامِ اہلِ حدیث شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کی سوانح حیات ''الحیاۃ بعد المماۃ'' میں مرقوم ہے کہ وہ نمازِ جمعہ کی ادائیگی ایک حنفی امام کی اقتدا میں انجام دیتے تھے۔ اسی طرح مولانا داود غزنوی اور مولانا احمد علی لاہوری کے خوشگوار روابط کے دیکھنے اور سننے والے آج بھی موجود ہیں۔

خود مصنف محترم کے دادا بزرگوار سید ابو تراب رشد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ شاہ راشدی کے دیوبندی اکابر سے مراسم تھے۔ان کی کتاب ''کشف الاستار'' دیوبند ہی سے شائع ہوئی۔انہوں نے دیوبندی اکابر سے اختلاف بھی کیا مولانا رشید احمد گنگوہی کی کتاب ''الشمس الامعہ فی کراہۃ الجماعۃ الثانیۃ'' کی تردید میں ''عین العنایۃ فی تحقیق تکرار الجماعۃ'' لکھی۔تاہم ان اختلافات کو ایک حد تک ہی رکھا۔

بایں ہمہ مصنف نے اپنی دانست میں جو درست سمجھا اور جسے کتاب وسنت کے مطابق خیال فرمایا اسے قرطاسِ ابیض پر منتقل کر دیا۔

(محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)

چار اللہ کے ولی

محمد رمضان یوسف سلفی

طبع اوّل: سن ندارد - ۶۴ صفحات - غیر مجلد، ۱۰ روپے

ناشر: جماعت غربا اہلِ حدیث پاکستان، محمدی مسجد، شارع محمد بن قاسم، کراچی

''چار اللہ کے ولی'' جماعت غربا اہلِ حدیث کے چار اکابر علماء کے حالات پر محتوی ہے۔مولانا عبدالوہاب دہلوی نے ۱۳۱۳ھ میں جماعت غرباء اہلِ حدیث کی بنیاد رکھی تھی۔آج بھی یہ جماعت قائم ہے اور اپنے تبلیغی منہج پر گام فرسا۔مولانا عبدالوہاب، ان کے خانوادے اور ان کی جماعت کے علماء کی دینی خدمات میں بہت کم لکھا گیا ہے۔فاضل مولف نے جن چار علماء کے حالات لکھے ہیں۔ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: مولانا عبدالوہاب دہلوی، مولانا عبدالستار دہلوی، مولانا عبدالجلیل دہلوی اور مولانا عبدالغفار سلفی۔کاش مولف نے اس میں مولانا عبدالجلیل سامرودی کو بھی جگہ دی ہوتی۔جو جماعت غرباء اہلِ حدیث کے مایہ ناز عالم دین تھے۔

فاضل مولف نے مولانا عبدالوہاب کی تصانیف میں ''تسہیل درایۃ الموطاء'' (عربی) کا ذکر کیا ہے (ص ۱۹)۔جو درحقیقت مولانا عبدالوہاب علی جان دہلوی کی تصنیف ہے۔جناب محمد تنزیل الصدیقی الحسینی نے بھی مولف کی اس غلطی کی تنبیہ اپنی کتاب ''اصحاب علم وفضل'' (ص ۱۸۴) میں کی ہے۔

بہر حال مولف کی کاوش ہدیۂ تبریک کی مستحق ہے کیونکہ انہوں نے گمشدہ گوشوں کو منظرِ عام پر لانے کی سعی کی ہے۔

(محمد اسماعیل شیرازی)

ھم قلم

احمد عمر شریف

جلد ا شمارہ ۱: ستمبر اکتوبر ۲۰۰۹ء - ۱۴ صفحات - ۱۰ روپے

ناشر: پاکستان رائٹرز گلڈ (سندھ)

۲۰۳، الفلاح مارکیٹ، عبداللہ ہارون روڈ، صدر، کراچی

جناب احمد شریف پاکستان رائٹرز گلڈ (سندھ) کے سکرٹری ہیں۔وہ زبانی دعووں کی بجائے عملی اظہار پر یقین رکھتے ہیں۔رائٹرز گلڈ کے تنِ مردہ میں وہ عمل کی روح پھونکنا چاہتے ہیں۔''ہم قلم'' کے نام سے رائٹرز گلڈ کا خبرنامہ ۶۰ کی دہائی میں شائع ہوا تھا اب قریباً نصف صدی کے تعطل کے بعد شائع ہوا ہے جس کے لیے جناب احمد عمر شریف اور ان کے رفقاء کار مبارکباد کے مستحق ہیں۔امید ہے کہ اب یہ سلسلہ بلا تعطل جاری رہے گا۔

''ہم قلم'' مختلف علمی وادبی خبروں سے آگاہی کا اچھا ذریعہ ہے۔نہ صرف ملکی بلکہ بیرونِ ملک ہونے والی ادبی سر گزشت سے بھی اپنے قاری کو باخبر رکھنے کی سعی کی گئی ہے۔دنیا بھر سے جو اردو رسائل شائع ہو رہے ہیں محض ان کے نام لکھ دینا کافی نہیں، اگر ایک مستقل سلسلہ ان رسائل و جرائد کے نام، مدیر کے نام اور پتوں کے ساتھ شائع کیا جائے تو انتہائی مفید ہوگا۔''ہم قلم'' میں کمپوزنگ کی غلطیاں ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پروف ریڈنگ پر توجہ کی ضرورت ہے۔

(محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)

خبر نامہ

محمد یاسین شاد

طبع: ۲۰۰۹ء۔ ۳۰ صفحات۔ قیمت ندارد

ناشر: عبدالرحمٰن اسلامک لائبریری

گلشن فیض کالونی قاسم بورڈ ڈاکخانہ، ممتاز آباد ملتان

محترم محمد یاسین شاد صاحب بلدۂ ملتان سے تعلق رکھنے والے مشہور صاحب علم وقلم ہیں۔ بحیثیت استاد ان کی شناخت ہے اور اب ریٹائرمنٹ کے بعد خود کو موصوف نے خدمتِ علم دین کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اپنے ایک ذاتی پلاٹ کو مسجد کے لیے اور اپنے ذاتی ذخیرۂ کتب کو عوام الناس کے ذوقِ مطالعہ کے لیے وقف کر دیا۔ اب موصوف ہر دم اس ذخیرۂ کتب میں اضافے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اپنی لائبریری کی جانب سے ان کے دماغ میں مختلف نشریاتی ارادے بھی منصۂ شہود پر آنے کے لیے مچل رہے ہیں۔ اللہ ربّ العزت ان کا معاون و کارساز ہو۔

سر دست ان کے طبع کردہ ''خبر نامہ'' کا تعارف مقصود ہے جس میں چند ایک مضامین اور مسجد و لائبریری کا تعارف مرقوم ہے۔ ماہنامہ ''ترجمان الحدیث'' لاہور (فروری ۱۹۷۱ء) سے علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کا مضمون ''رسول کریم ﷺ کی چند وصیتیں'' بھی شاملِ اشاعت ہے۔ یہ مضمون طلبائے دین کے لیے انتہائی مفید ہے۔

دعا ہے کہ اللہ ربّ العالمین انہیں وسائل مہیا فرمائے تاکہ آئندہ ''خبر نامہ'' سے بڑھ کر یاسین شاد صاحب ایسے علمی کارنامے انجام دیں جو خود ''خبر'' بن جائیں۔

(محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

عبدالرحمان اسلامک لائبریری و دارالتحقیق (ملتان)

راقم محمد یاسین شاد فاضل جامعہ محمدیہ اوکاڑہ و وفاق المدارس السلفیہ پاکستان نے والد محترم عبدالرحمان متوفی ۸ ستمبر ۱۹۹۶ء کے نام سے منسوب یہ لائبریری یکم جنوری ۱۹۹۷ء کو باقیات الصالحات کے لیے اس کا اجراء چیلنز کالونی خواجہ فرید ہسپتال کے مقام پر کیا تھا۔ اب یہ جامع مسجد السلام گلشن فیض ہیڈ نو بہار نہر قاسم پور ملتان کی تعمیر کا مرحلہ اول مکمل ہونے کے بعد وہیں منتقل ہو چکی ہے۔ مزید تعمیراتی کام مسجد کی دوسری منزل برائے جمعہ خواتین نیز امام کی رہائش کے حصہ کا ضروری رہتا ہے سبب الاسباب اپنے فضل و کرم سے تکمیل کرائے گا انشاء اللہ۔ وبیداللہ التوفیق۔ اس لائبریری میں قرآن مجید و علوم القرآن سے متعلق متعدد تفاسیر کے ساتھ کتب احادیث و علوم الحدیث، سیرۃ رسول ﷺ، سفرنامے، آپ بیتی، مکتوبات، سوانح، شخصیات، فتاویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ مکمل و دیگر علماء اہلحدیث کے فتاوے بھی موجود ہیں متعدد دینی علمی ادبی سیاسی رسائل و جرائد ۱۹۹۷ء سے مکمل ریکارڈ کے ساتھ موجود ہیں۔ بعض شمارے ۱۹۴۷ء سے قبل ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر، صحیفہ اہلحدیث دہلی بھی موجود ہے۔

درج ذیل مشاہیر اہل علم و علماء اہلحدیث بھی تشریف لا چکے ہیں: امام حافظ عبدالرحمٰن سلفی، پروفیسر محمد سلفی، حافظ محمد ادریس مدنی، مفتی محمد ادریس سلفی، حافظ عبدالسلام سلفی، مولانا ادریس ہاشمی، محمد رمضان یوسف سلفی، مولانا عبدالخالق آفریدی، قاری مبشر احمد ربانی، ڈاکٹر محمد یونس میر محمدی، پروفیسر طیب شاہین لودھیؒ، مولانا عبدالرشید ہزاروی، مولانا ارشاد الحق اثری، حافظ عبدالمنعم فاروقی، حافظ حسن محمود کیرپوری، ڈاکٹر عبدالغفور راشد، سید نصرت اللہ شاہ راشدی، پروفیسر عبدالخالق سہرانی بلوچ، پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی، محمد یوسف نعیم، ڈاکٹر تاج الدین ازہری، حمید اللہ عزیز، مولانا محمد یونس سالک، شیخ ابو اسامہ عبدالرب دار الحدیث الخیریہ مکہ مکرمہ، پروفیسر ساجد اسد اللہ۔

اہل علم و ناشرین۔ کتب و جرائد کے ذریعے تعاون کریں۔

محمد یاسین شاد ولد عبدالرحمٰن۔ موبائل 0301-7578681

بینک اکاؤنٹ نمبر ۲۲۸ بینک آف پنجاب ممتاز آباد ملتان

چیئرمین عبدالرحمٰن اسلامک لائبریری

گلشن فیض [illegible] (ممتاز آباد) ملتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفیـــــــات

شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ گوندلوی

شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ جماعت اہلِ حدیث کے معروف محقق، مصنف، مترجم، مدرس اور جید عالم دین تھے۔ ۱۹۵۶ء میں گوندلاں والا ضلع گجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد یعقوب ہے۔ گاؤں کے اسکول میں انہوں نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ اسلامیہ گجرانوالہ میں درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ اس کے بعد فیصل آباد آگئے اور ادارہ علوم اثریہ منٹگمری بازار میں دو سال زیرِ تعلیم رہ کر "تخصص فی الحدیث" کیا۔ ان کے اساتذۂ کرام میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالبرکات احمد، مولانا مفتی محمد عبدہٗ الفلاح، مولانا محمد اعظم گجرانوالہ، قاری محمد یحییٰ خاں بھوجیانی اور مولانا عبداللہ محدث فیصل آباد (ستیانہ روڈ جھال والوں) کے نام نمایاں ہیں۔

تحصیلِ علم کے بعد مولانا یحییٰ صاحب مختلف مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ کئی سال سے وہ جامعہ تعلیم القرآن والحدیث ساہووالا ضلع سیالکوٹ میں شیخ الحدیث کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ انہوں نے ربع صدی تک تدریسی فرائض انجام دیے اور سینکڑوں طلبہ کا اپنے تبحرِ علمی سے مستفید کیا۔ آپ تحریر و نگارش کا بڑا اصاف ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ آپ کے گوہر بار قلم سے کئی علمی و تحقیقی کتب معرضِ وجود میں آئیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) مقلدین ائمہ کی عدالت میں (۲) عقیدہ اہلِ حدیث (۳) ضعیف اور موضوع روایات (۴) صحیح ترمذی ۴ جلد البانی۔ اردو ترجمہ (۵) صحیح ابن ماجہ البانی۔ اردو ترجمہ (۶) شمائلِ محمدیہ البانی۔ اردو ترجمہ (۷) تاریخ انکارِ حدیث (۸) التعلیق علی کتاب الاعتبار۔

مولانا یحییٰ صاحب نے ۵۳ سال کی عمر پائی۔ ۲۶ جنوری ۲۰۰۹ء کی رات عشاء کے وقت فوت ہوئے اور اگلے روز ساہووالا میں صبح دس بجے ان کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ اس کے بعد ان کی میت ان کے آبائی گاؤں گوندلاں والا لائی گئی۔ ۲ بجے دوپہر ان کی دوسری نمازِ جنازہ شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ اس میں دور دراز سے بہت سے علماء اور عوام شریک ہوئے اور گوندلوی صاحب کے لیے مغفرت کی دعائیں کیں۔ مولانا یحییٰ صاحب مرحوم گوندلاں والا میں پیدا ہوئے اور اسی گاؤں میں آسودۂ لحد ہوئے۔ بلاشبہ ان جیسے محقق، مصنف اور مدرس مدتوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ آمین

(محمد رمضان یوسف سلفی)

علی ارشد چودھری

علی ارشد چودھری، وطن عزیز کے علمی و ادبی حلقوں کی معروف شخصیت تھے۔ ان کا ذاتی کتب خانہ جو بیت الکتب کے نام سے موسوم تھا۔ ہزاروں علمی ادبی، اصلاحی، تاریخی، سوانحی اور حدیث و تفاسیر کی کتب پر مشتمل تھا۔ ان کا کتب خانہ نادر و نایاب کتب کے حوالے سے انفرادیت کا پہلو لیے ہوئے تھا۔ کتابیں جمع کرنا اور انہیں اہلِ ذوق کو مطالعے کے لیے دینا ان کا من پسند مشغلہ تھا۔ فیصل آباد میں پی ایچ ڈی ڈاکٹر اور ایم فل کی ڈگریاں حاصل کرنے والے اکثر حضرات علی ارشد صاحب کے کتب خانے سے فیض یافتہ ہیں۔ کتابوں کے حصول کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے وطن عزیز کے دور دراز علاقوں کے سفر کیے ہیں بلکہ اس سلسلے میں وہ تین بار ہندستان بھی گئے اور نادر کتب کا ذخیرہ خرید کر لائے گزشتہ ۳۵ سال سے وہ کتابیں جمع کرنے میں مصروف تھے۔ ان کے دوستانہ مراسم ہر مکتب فقہی کے لوگوں سے تھے علمائے اہلِ حدیث سے انہیں بے پناہ شیفتگی تھی۔

علی ارشد صاحب اپنے حسن اخلاق، دل آویز شخصیت، مہمان نوازی، دوستی اور دینی وعلمی ذوق سے دوسروں کو متاثر کر دیتے تھے۔ میرے ان سے دوستانہ مراسم ۱۹۹۸ء سے قائم تھے ان کے ساتھ سفر کیے، بہت سی علمی شخصیتوں سے ملے، لاہور میں ان کی ہمراہی میں الاعتصام کی لائبریری دیکھی، پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کا ''بیت الحکمت'' دیکھا اور بھی بہت سے لائبریریوں کی سیر کی۔ مؤرخ اہلِ حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب سے ان کے نہایت دوستانہ مراسم تھے۔ بھٹی صاحب جب بھی فیصل آباد تشریف لاتے تو علی ارشد صاحب کے ہاں قیام پذیر ہوتے۔ علی ارشد صاحب فون کر کے راقم کو بھی اپنے ہاں بلا لیا کرتے اور پھر رات دیر تک خوب مجلس جمتی۔ دوستوں کو گاہے گاہے اپنے گھر بلاتے اور پُر تکلف دعوتوں کا اہتمام کرتے۔ دوستوں کی غمی خوشی میں شریک ہوتے۔ کتابیں خرید کر دوسروں کو مطالعے کے لیے دینا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ ارشد صاحب میں یہ وصف تھا کہ وہ نایاب سے نایاب کتاب بھی بلا تکلف دوستوں کو دے دیتے۔ وہ بڑے حوصلے اور دل والے آدمی تھے اور اپنے اوصاف واطوار سے چودھری تھے۔

۲۹ جون ۱۹۵۴ء کو فیصل آباد کے نواحی قصبے چک نمبر ۱۱۷ میں چودھری عبدالرحیم کے گھر پیدا ہوئے۔ ایف۔اے تک عصری تعلیم حاصل کی۔ لڑکپن سے ہی کتابیں پڑھنا اور جمع کرنا شروع کر دیں اور اسی شوق میں تمام عمر لگا دی۔ وہ ایک متمول اور کھاتے پیتے زمیندار گھرانے کے فرد تھے۔ تمام عمر کاروباری مصروفیات سے آزاد رہے۔ ازراہِ مزاح فرمایا کرتے تھے کہ ''میرے ہاتھ میں کام کی لکیر ہے ہی نہیں۔''

انہوں نے مختلف ادوار میں اہلِ حدیث رسائل میں مولانا عبدالواحد لائل پوری، حکیم نور الدین لائل پوری، مولانا محمد اسحاق بھٹی اور ڈاکٹر شیر بہادر خاں پنی پر بڑے معلوماتی مضامین لکھے۔ ارشد صاحب کا ایک مضمون جو کہ داؤدی بوہری فرقے سے متعلق تھا۔ صدیقی ٹرسٹ کراچی کی طرف سے کتابی صورت میں شائع ہوا تھا۔

علی ارشد صاحب ایک عرصے سے دل اور شوگر کے مرض میں مبتلا تھے لیکن انہوں نے کبھی بھی بیماری کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیا۔ اپنے آپ کو خوش رکھتے اور اپنے علمی و ادبی کتابوں کے حصول کے لیے دوسرے شہروں میں بھی مسلسل آمد ورفت رکھتے تھے۔

علی ارشد صاحب اچھے بھلے تھے ان کے چہرے اور صحت سے بالکل محسوس نہ ہوتا تھا کہ دل اور شوگر کے مرض نے ان کو اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔ ۱۵ فروری ۲۰۰۹ء کو وہ اکیلے ہی لاہور چلے گئے اور فورٹرس اسٹیڈیم میں انعقاد پذیر میلے سے ہندوستان کی مطبوعہ کتب خرید کر لائے اور بعض دوستوں کو بتاتے رہے کہ ''میں نے فلاں فلاں کتاب خریدی ہے، جو بڑی اہم تھی اور ان کتب کو خرید کر میں نے میلہ لوٹ لیا ہے۔''

۱۷ فروری ۲۰۰۹ء کو صبح گیارہ بجے وہ اپنے گھر میں کرسی پر بیٹھے تھے کہ انہیں دل کا شدید دورہ پڑا اور اسی وقت ان کی روح پرواز کر گئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. تھوڑی دیر بعد ان کی موت کی خبر شہر اور شہر سے باہر علمی وادبی حلقوں میں پہنچ گئی۔ اگلے روز صبح نو بجے علی ارشد صاحب کے آبائی گاؤں دھنولہ میں ان کی نماز جنازہ مولانا یوسف انور صاحب نائب امیر مرکزی جمعیت اہلِ حدیث پاکستان کی زیرِ امامت ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ سے قبل انہوں نے علی ارشد صاحب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینی مساعی اور تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ میں ان کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ تدفین کے بعد قبر پر مولانا محمد اسحاق بھٹی نے دعا فرمائی۔ آخر میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ علی ارشد صاحب کی بشری خطاؤں سے درگزر فرما کر انہیں جنت الفردوس میں ارفع مقام عطا فرمائے۔ آمین

(محمد رمضان یوسف سلفی)

پروفیسر عبدالجبار شاکر

ملک کے مشہور کتاب شناس، کتاب دوست صاحب علم جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو وفات پا گئے۔ ان جیسا کتابی علم رکھنے والے تو بہت مل جائیں گے لیکن کتاب سے ان جیسی والہانہ محبت کرنے والوں کو نگاہیں اب دیکھنے کے لیے ترسا ہی کریں گی۔ وہ صحیح معنوں میں ''فنافی الکتاب'' تھے۔

راقم الحروف کو دو مرتبہ ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور اللہ کی شان کہ دونوں ہی مرتبہ کتابوں کے مرکز کے درمیان ہی ملاقات ہوئی۔ پہلی مرتبہ مکتبہ قدوسیہ لاہور میں ملاقات ہوئی۔ جناب عمر فاروق قدوسی نے تعارف کروایا بڑے پُرتپاک انداز میں ملے۔ راقم نے اپنی تازہ مطبوعہ کتاب ''اصحاب علم و فضل'' ان کی خدمت میں پیش کی۔ کتاب دیکھ کر ان کی مسرت دوچند ہوگئی۔ اپنے کتب خانے کا ذکر کیا اور وہاں تشریف لانے کی دعوت دی۔ تاہم راقم کی کراچی واپسی دوسرے ہی دن شام کو تھی اس لیے معذرت کرنی پڑی۔ یہ تھی ہماری پہلی مختصر ملاقات کی انتہائی مختصر روداد۔

دوسری ملاقات فضلی بک کراچی میں ہوئی۔ برادرم ساجد فضلی کے پاس حاضر ہوا۔ مختصر بات چیت کے بعد کہنے لگے کہ جناب عبدالجبار شاکر آئے ہوئے ہیں اور نیچے کتابیں دیکھ رہے ہیں۔ میں نے اس خیال سے کہ شاید پروفیسر صاحب مجھے نہ پہچانیں فضلی صاحب سے کہا کہ وہ بھی میرے ساتھ چلیں اور میری ملاقات کی انجام وہی کا فریضہ انجام دیں۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ نیچے آئے اور میرا تعارف پروفیسر صاحب سے کروایا۔ فوراً پہچان گئے معانقہ کیا اور فضلی صاحب کی طرف رُخ کر کے کہنے لگے کہ انہیں کون نہیں جانتا؟۔ سچ یہ ہے کہ یہ محض راقم کے ساتھ ان کا حسنِ ظن تھا ورنہ مجھے کون جانتا ہے؟

از شاخ جنوں فتادہ برگیم
مرگیم ، در انتظارِ مرگیدم

''ہم شاخ جنوں سے گرے ہوئے پتے ہیں، ہم مر چکے ہیں لیکن موت کے انتظار میں ہیں۔''

اس ملاقات میں بہت ساری علمی باتیں ہوئیں۔ میری کتاب ''چند تاریخی حقائق'' حال ہی میں طبع ہوئی تھی، اس کا ذکرِ خیر آیا۔ انہیں یہ جان کر بھی خوشی ہوئی کہ میاں نذیر حسین محدث دہلوی اور علامہ ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی (رحمہما اللہ) کی سوانح عمریاں راقم کے زیرِ تالیف ہیں۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر یکم جنوری ۱۹۴۷ء کو ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مختلف علمی گہواروں میں تعلیم پائی۔ ۱۹۸۲ء سے پنجاب کی لائبریریوں کے ڈائرکٹر جنرل مقرر ہوئے اور ۲۰۰۴ء تک اس معزز عہدے پر فائز رہے۔ فیصل مسجد (اسلام آباد) ...... جو رقبے کے لحاظ سے پاکستان کی سب سے بڑی مسجد ہے ...... کی خطابت کا فریضہ بھی انہیں سونپا گیا اور اپنی وفات تک وہ اس عہدے پر فائز تھے۔

علمی حلقوں میں ان کی شناخت ان کی گراں قدر لائبریری تھی۔ جس میں قرآن پاک کے نادر نسخے، سیرت النبی ﷺ پر کتابوں کا وسیع ذخیرہ اور اقبالیات پر کتب کے انبار تھے۔ انہوں نے اپنے کتب خانے کا نام ''بیت الحکمت'' رکھا تھا اور بلاشبہ ان کا کتب خانہ ''بیت الحکمت'' ہی تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی خدمات دینی کو شرف قبولیت سے نوازے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین

(محمد تنزیل الصدیقی الحسینی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ ڈاکٹر محمد سلیمان الاشقر

مشہور و معروف عالم دین علامہ ڈاکٹر محمد سلیمان الاشقر بروز اتوار ۲۷ ذلقعدہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۵ نومبر ۲۰۰۹ء کو اردن کی راجدھانی شہر عمان میں اللہ کو پیارے ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علالت کے سبب موصوف وہاں عمان کے ایک ہسپتال میں زیر علاج تھے۔

آپ ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ اور ڈاکٹر عمر الاشقر کے سب سے بڑے سگے بھائی تھے۔ آپ کا شمار مخلصین علماء دین میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے علم کے ذریعہ تدریس و تالیف کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ تفسیر، فقہ، اصول فقہ، حدیث اور عربی زبان وادب میں آپ کی چند تالیفات ہیں۔ سب سے مشہور تالیف کتاب ''زبدۃ التفسیر'' ہے جس کو وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ کویت نے شائع کیا ہے۔ اس کے ذریعہ ان کو بہت شہرت ملی یہ کتاب ان کے فن تفسیر قرآن میں مقام و مرتبت کے لیے شاہد عدل ہے۔ زبدۃ التفسیر کے علاوہ دیگر تصنیفات میں الواضح فی اصول الفقه، بحوث فقهية فی قضايا اقتصادية معاصرة، افعال الرسول و دلالتها علی الاحکام، المجلی فی الفقه الحنبلی، وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

آپ فلسطین کے صوبہ نابلس کے ایک گاؤں ''برقہ'' میں ۱۶ ستمبر ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے۔ والد کاشتکار اوران پڑھ تھے۔ مگر محبت دین وعلم کی وجہ سے اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت اور تزئین مکارم اخلاق کے سلسلے میں حریص تھے۔ ابتدائی تعلیم کے لیے آپ نے اپنے گاؤں کے ابتدائی مدرسہ میں داخلہ لیا۔ پھر سکنڈری درجے کی تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ الاصلاحیہ میں داخل ہوئے۔ چار سال بعد سعودی عرب چلے گئے۔ ۱۹۴۹ء میں ابتدائی مدرس کی حیثیت سے شہر بریدہ کے مدرسہ الفیصلیہ میں کام کیا۔ ۱۹۵۱ء میں ریاض کے دینی سکنڈری اسکول میں داخل ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں مکتبہ دارالافتاء کی امانت آپ کے سپرد ہوئی اس وقت تک آپ اپنی سکنڈری کی تعلیم کی تکمیل کے لیے حریص رہے۔ پھر کلیہ شرعیہ ریاض میں داخلہ لیا وہیں سے ۱۹۵۶ء میں وہاں کے پہلا بیچ کے فارغین کی حیثیت سے فراغت حاصل کی۔ وہاں بہت سے اجلاء مشائخ سے آپ نے کسب فیض کیا۔ جن میں تفسیر واصول فقہ شیخ محمد شنقیطی، فقہ وعقیدہ علامہ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن بازؒ، فرائض شیخ عبدالعزیز بن رشید، حدیث شیخ عبدالرحمٰن افریقی اور نحو شیخ عبداللطیف سرحان اور شیخ محمد یوسف الفیح وغیرہم سے حاصل کیا۔

آپ نے اکتساب علم وفیض کرنے کے بعد درس و تدریس کا میدان سنبھالا۔ آپ سے اخذ واستفادہ کرنے والے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے ان میں شیخ عبدالعزیز آل شیخ مفتی عام سعودی عرب، آپ کے بھائی دکتور عمر سلیمان الاشقر اور شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد شیخ محمد الاشقر رحمہ اللہ نے شقراء کے علمی معہد میں تدریس کے میدان میں کام کیا پھر اسی ادارہ کے ۱۹۵۷ء میں مدیر بنا دیے گئے۔ اس کے بعد کلیہ شرعیہ ریاض میں ۱۹۵۸ء سے لے کر ۱۹۶۳ء تک اپنی تدریسی خدمات پیش کیں۔ آپ اس ادارہ کے سب سے پہلے فارغ تھے جنہوں نے وہاں تدریسی خدمات انجام دیں۔ جب ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی بنیاد پڑی تو اس سے قبل آپ جامعۃ الامام محمد بن سعود ریاض میں سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے ساتھ مدرس کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ سماحۃ الشیخ جامعہ اسلامیہ کے نائب رئیس کی حیثیت سے جب مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو انہوں نے آپ کو ٹیلیفون کیا اور جامعہ اسلامیہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے آنے پر آمادہ کیا، چنانچہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں آپ مدینہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منورہ چلے آئے وہاں سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ نے مدیر تعلیم کی حیثیت سے دکتور عطیہ سالم کی جگہ بحال کیا۔ آپ نے یہ کام دو سالوں تک انجام دیا، جب آپ جامعہ اسلامیہ میں مدرس تھے تو آپ نے مادہ تفسیر سے متعلق معروف زمانہ کتاب ''فتح القدیر'' کا درس دیا۔ اس وقت مدینہ یونیورسٹی میں کبار علماء کی ایک ٹیم موجود تھی۔ جیسے محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ، شیخ مختار احمد شنقیطی رحمہ اللہ اور شیخ محمد شترہ رحمہ اللہ۔ جامعہ اسلامیہ میں آپ کے قیام کی مدت صرف دو سال ہے اس کے بعد آپ ۱۹۶۵ء میں کویت منتقل ہو گئے۔

کویت میں آپ کو مکتبہ وزارۃ الاوقاف و الشئون الاسلامیہ کا سکریٹری بنا دیا گیا۔ آپ اس منصب پر بارہ سال تک فائز رہے۔ اسی اثناء میں آپ نے ماجستیر اور دکتورہ کی ڈگری حاصل کی۔ جب وزارۃ الاوقاف نے از سرنو موسوعہ فقہیہ (انسائیکلوپیڈیا آف فقہ اسلامی) کا پروجیکٹ شروع کیا تو آپ اس کے ایک مشرف بنائے گئے۔ اور کویت میں لجنۃ الفتوی الشرعیۃ کے ممبر ۱۹۶۹ء سے کویت کی سرزمین پر عراق کے ناجائز حملے تک فائز رہے۔ بعد میں ۱۹۹۰ء میں اردن لوٹ آئے اور بحث وتحقیق وتالیف کے لیے کلی طور پر فارغ ہو گئے۔ آپ ایک بلند پایہ محقق، مصنف اور فقیہ تھے۔ عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد وفات تک آپ نے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ فقہ اسلامی کی خدمت اور آبیاری و آب پاشی کی۔ عرب ممالک میں منعقد ہونے والا کوئی بھی فقہی سیمینار آپ کی شرکت کے بغیر ناکام سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جو بھی فقہی وعلمی سیمینار منعقد ہوتا تھا، اس میں آپ کو ضرور ہی مدعو کیا جاتا تھا۔ آپ پوری زندگی اسلامک کمیٹی برائے طبی علوم کویت اور اسلامک فقہ اکیڈمی کویت کی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کرتے رہے۔

آپ کی عملی زندگی کے ساتھ مشغولیات ومصروفیات کا انبار لگا رہتا تھا، اس کے باوجود امت مسلمہ کی اصلاح وتعمیر کی فکر آپ کو دامن گیر رہتی تھی۔ چنانچہ آپ اس کے لیے مساجد و عام اجتماعات میں دروس قرآن وحدیث کے علاوہ اصلاحی و دعوتی محاضرے پیش کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت کو قبول کرے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ (آمین)

(صدر عالم سلفی۔ بشکریہ مجلہ ''طوبیٰ'' چمپارن)

عبدالعزیز خالد

پاکستان کے منفرد شاعر، قرآنِ حکیم کے منظوم مترجم اور متعدد تخلیقاتِ نظم ونثر کے خالق جناب عبدالعزیز خالد ۲۸ جنوری ۲۰۱۰ء کو لاہور میں وفات پا گئے۔

موصوف ۱۵ جنوری ۱۹۲۷ء کو موضع پرجیاں کلاں تحصیل نکودر ضلع جالندھر (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ وہ نعتیہ شاعری میں امتیازی رکھتے تھے۔ نعت گوئی ان کا خاص فن تھا۔

ان کی شعری خدمات میں قرآن کریم کا مکمل منظوم ترجمہ ''فرقان جاوید'' بہت بڑی قرآنی خدمت ہے۔ چھ نعتیہ مجموعے جن میں ''فارقلیط'' کو ان کا شاہکار کہا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ''گیتانجلی'' کا منظوم ترجمہ ''کُلِ نغمہ'' کے نام سے کیا۔ بائبل میں موجود سیدنا سلیمان علیہ السلام کی منسوب کتاب ''غزل الغزلات'' کا بھی منظوم ترجمہ ان کی یادگار ہے۔ نثری کتابوں میں ''کتاب العلم''، ''سخن ہائے آشنا''، ''اقبال'' (عطیہ فیضی کی کتاب کا ترجمہ) اور ''مہا بھارت'' (منتخب ترجمہ) قابلِ ذکر ہیں۔ ان کی تصنیفات نظم ونثر کی تعداد ۳۳ کے قریب ہے۔

بوقتِ وفات ان کی عمر ۸۳ برس تھی۔ انہیں ڈیفنس لاہور کے قبرستان میں مدفون کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین

(ابو محمد معتصم باللہ)

www.kitabosunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئندہ شمارے کی شخصیت

علّامہ تمنّا عمادی مجیبی پھلواروی رحمہ اللہ

ہیں۔ علامہ موصوف کی ذات کے مختلف گوشے ہیں جو آج بھی علمی دنیا میں مستور ہیں۔ ان کے حالات زندگی، کسبِ علم کے مختلف مراحل، مسلک و نظریات کی مختلف اور ہمہ جہت پہلو، شعری و ادبی خدمات، فرقِ ہائے باطلہ کے ساتھ مناظرے........ اور ان سب کے ساتھ ساتھ حدیث و سنّت سے متعلق ان کے مخصوص افکار و نظریات کا دیانتدارانہ اور غیر جانبدارانہ جائزہ۔

یہ سب کچھ ''الانتقاد'' کی دوسرے کتابی سلسلے میں ملاحظہ فرمایئے۔

مستقبل کی شخصیات، جن پر اشاعتِ خصوصی کی تیاریاں کی جا رہی ہیں

☆ شیخ شرف الدین احمد بن یحیٰ منیری

☆ امیر المجاہدین مولانا ولایت علی صادق پوری

☆ نواب سید صدیق حسن خاں والیِ بھوپال

☆ علاّمہ شہیر عبد العزیز رحیم آبادی

☆ سیّد ابو تراب رشد اللہ راشدی سندھی

☆ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری مصنف ''رحمۃ اللعالمین''

☆ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہاں پوری ☆ قاضی نذر الاسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ دار الاحسن

دینی، علمی و ادبی کتابوں کا مرکز

سیرت النبی ﷺ

پر حسین و دلآویز کتب کا مطالعہ کیجیے

15 سے 50 فیصد تک

رعایت حاصل کیجیے

دار الاحسن

دکان نمبر 64، نعمان سینٹر، بلاک 5، گلشن اقبال، کراچی

0333-3738795

نمبر 25546

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

مکتبہ دار الاحسن

دینی، علمی اور ادبی کتابوں کا مرکز

64، نعمان سینٹر، گلشن اقبال، بلاک 5، کراچی